برصغیر ہند میں فقہی مخطوطات و مطبوعات
ایک مطالعہ

تحریر
ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

ایفا پبلی کیشنز۔ نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : برصغیر میں فقہی مخطوطات ومطبوعات - ایک مطالعہ
مصنف : ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی
صفحات : ۲۷۹
قیمت : ۱۶۰/روپے
سن طباعت : فروری ۲۰۱۲ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱ - ایف بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublication@gmail.com
فون: 011 - 26981327

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

انتساب

اس حقیر علمی کاوش کو بانی امارت شرعیہ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کرتا ہوں جن کی ژرف نگاہی نے نو آبادیاتی دور میں نظامِ قضاء کے انقطاع کو امارت شرعیہ بہار کے ذریعہ دوبارہ **منظّم و مستحکم** کرلیا۔ یہ اُنہیں کا خلوص تھا کہ یہ ادارہ **ملکِ عزیز** کی جملہ **مِلّتِ** اسلامیہ کے لئے **خضرِ طریق** ثابت ہوا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ ۹

مقدمہ ۱۳

باب اول: عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں عربی مخطوطات کا ایک تحقیقی جائزہ ۲۷

فصل اول: عہد سلطنت کا فقہی پس منظر ۲۹

فصل دوم: عہد مغلیہ کی فقہی تدریس، تحقیق اور تصنیف ۳۴

فصل سوم: نوآبادی دور کی فقہی خدمات ۴۰

باب دوم: عربی مخطوطات و مطبوعات کی موضوعاتی درجہ بندی ۵۳

فصل اول: بنیادی کتابیں ۵۴

فصل دوم: شروح (عمومی کتب، اصول فقہ) ۸۵

فصل سوم: حواشی و تعلیقات (عمومی کتب، اصول فقہ) ۹۷

فصل چہارم: برصغیر میں اصول فقہ کا ارتقاء (عہد سلطنت، عہد مغلیہ
اور مابعد کی تخلیقات کا تعارفی اشاریہ) ۱۰۰

باب سوم: عہد وسطیٰ کی بعض اہم فقہی تصانیف کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ ۱۱۱

فصل اول: فتاویٰ لٹریچر (عمومی تصانیف فقہ) ۱۱۲

فصل دوم: شروح و حواشی (عمومی تصانیف فقہ) ۱۲۷

فصل سوم: اصول فقہ (شرح و غیر شرح) ۱۳۳

فصل چہارم: مسالک فقہ و اختلاف فقہاء اور تقلید اجتہاد ۱۴۵

فصل پنجم: ارکان اربعہ (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) ۱۵۰

فصل ششم: سماجی ومذہبی امور (حلال، حرام، مکروہات ومباحات) ۱۶۱

فصل ہفتم: معاشی مسائل ۱۶۷

الف: میراث ۱۶۷

ب: اراضی واملاک ۱۷۰

ج: تجارتی معاملات ۱۷۳

فصل ہشتم: حدود وتعزیرات ۱۷۳

فصل نہم: عدالتی نظام ۱۷۶

باب چہارم: الفتاوی التاتارخانیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ ۱۸۹

باب پنجم: فقہاء ہند کی وسعت نظری: تاریخی پس منظر ۲۰۷

نتائج بحث ۲۲۴

ببلوگرافی ۲۲۸

فرہنگ مصطلحات ۲۳۸

اشاریہ ۲۴۸

الف: اسماء کتب/کتابچے/رسائل/فتاوی/شروح وحواشی ۲۴۸

ب: اسماء مصنفین/مؤلفین/حاشیہ نگاران/شارحین/کاتبین ۲۶۴

ج: اسماء صفاتی ۲۷۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

دنیا میں جن خطوں کی تاریخ بہت قدیم رہی ہے، ان میں ایک ہندوستان بھی ہے؛ بلکہ عجب نہیں کہ انسانی آبادی کے اعتبار سے یہ دنیا کا قدیم ترین خطہ ہو؛ کیوں کہ بعض روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو ان کا نزول مسعود ’سرندیپ‘ (موجودہ سری لنکا) میں ہوا، یہاں اب بھی ایک پہاڑ ’کوہ آدم‘ کے نام سے موجود ہے، کہا جاتا ہے کہ اُس وقت یہ علاقہ ہندوستان ہی کا حصہ تھا، پھر روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا اور بیت اللہ شریف یا بیت اللہ کی جگہ کی زیارت کی، نیز یہ سفر بیل کی سواری پر ہوا، اس زمانہ میں یہ سفر اس کے بغیر ممکن نہیں رہا ہوگا کہ سری لنکا کے جزیرہ سے ہندوستان آیا جائے اور یہاں سے حجاز کی طرف خشکی کے راستہ سے سفر کیا جائے؛ چنانچہ سری لنکا اور ہندوستان کے درمیان سمندر کا ایک ایسا حصہ موجود ہے، جس کی گہرائی بہت کم ہے اور جو آدم برج کے نام سے معروف ہے، اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات کی طرف سے اس دنیا میں انسانوں کی جو بستی بسائی گئی، اس کا نقطۂ آغاز ہندوستان ہی کی سرزمین ہے۔

حضرت آدم پہلے انسان بھی تھے اور پہلے پیغمبر بھی؛ اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وحی الٰہی کی کرنیں سب سے پہلے ہندوستان میں طلوع ہوئیں اور پھر مختلف خطہ ہائے زمین کو یہ شرف حاصل ہوتا رہا، یہاں تک کہ حجازِ مقدس میں یہ سرچشمۂ نور اپنے اوجِ کمال کو پہونچ گیا، شاید ہندوستان کی اسی امتیازی شان کا اثر ہے کہ یہ ہمیشہ سے ایک مردم خیز سرزمین رہی ہے، اہل ہند کی ذکاوت اور حکمت ودانائی کا شہرہ عہدِ اسلامی سے پہلے بھی تھا؛ بلکہ اس کی مثال دی جاتی تھی، پھر

جب اسلام کی بادِ نسیم بحر عرب کو پار کرتے ہوئے ہندوستان کی فضاؤں تک پہونچی اور اس نے اپنی سچائی، فطرت سے ہم آہنگی اور عقل ودانش سے موافقت کی بنیاد پر اس ملک کے باشندوں کے دلوں کو فتح کیا تو اس ملک نے اپنی بہترین ذہانتوں کو اسلام کی فکری اور علمی آبیاری میں لگادیا، اسلام کے ان خدمت گاروں میں وہ لوگ بھی تھے جو عالمِ اسلام سے یہاں وارد ہوئے تھے، اور وہ لوگ بھی تھے جو یہیں کی خاک سے پیدا ہوئے اور اسلام کی محبت ان کے رگوں میں رچی بسی ہوئی تھی۔

یوں تو علماء ہند کی خدمات تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقیدہ، کلام اور مختلف اسلامی علوم میں رہی ہیں؛ لیکن فقہ ان کی توجہ کا خاص مرکز تھا، شاید اس کا سبب یہ ہوکہ دوسرے مسلم ملکوں کے برخلاف ہندوستان شروع سے ایک تکثیری معاشرہ رہا ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے رہے ہیں، یہ صورت حال دوسرے مسلم ملکوں سے مختلف تھی؛ اس لئے یہاں بعض ایسے مسائل درپیش تھے، جو دوسرے علاقوں میں نہیں تھے، اس بناپر ضروری تھا کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے فقہ پر خصوصی توجہ دی جائے۔

خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی نے ہندوستان کی فقہی خدمات کو اپنے غور وفکر کا موضوع بنایا ہے، انہوں نے ''ہندوستان میں فقہ اسلامی کے ارتقاء'' پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز سے ایم فل کیا تھا، یہ مقالہ اولا انگریزی میں شائع ہوا، پھر خود مصنف نے اس کا ترجمہ کیا اور اردو ایڈیشن اکیڈمی سے شائع ہوا، پھر اسی موضوع پر انہوں نے پی ایچ ڈی بھی کیا، جو ''برصغیر ہند میں عربی مخطوطات ومطبوعات - ایک مطالعہ'' کے نام سے قارئین کے سامنے ہے، مصنف کی یہ کاوش ان کی پہلی کاوش کی توسیع اور اس کا تکملہ ہے، جو عربی زبان میں انجام پانے والی فقہی خدمات سے متعلق ہے اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

اس کے پہلے باب میں عہد وسطی کے عربی مخطوطات ومطبوعات کا ذکر ہے، جس کو عہد

سلطنت، عہد مغلیہ اور نو آبادیاتی دور پر تقسیم کیا گیا ہے اور اختصار کے ساتھ اس عہد کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے، دوسرے باب میں عربی مخطوطات و مطبوعات کی حروف تہجی کی ترتیب سے فہرست ہے، جسے موضوع کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے اور ہر موضوع کے تحت آنے والی کتاب کا ذکر حروف تہجی کی ترتیب سے کیا گیا ہے؛ البتہ کتاب اور مصنف کا نام، مطبوعات میں مطبع اور مخطوطات میں مکتبہ کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے، تعارفی نوٹس نہیں لکھے گئے ہیں۔

تیسرا باب عہد وسطی کی کچھ اہم فقہی تصنیفات کے تعارف و تجزیہ پر مشتمل ہے، یہی اس کتاب کا سب سے اہم باب ہے، جس میں ہندوستانی مؤلفین کی اہم کتب فقہ کا تعارف ہے، اس کی فصل اول ان کتابوں کے تعارف میں ہے، جو فتاوی کے نام سے لکھی گئی ہیں، جیسے فتاوی ہندیہ، فتاوی حمادیہ وغیرہ، دوسری فصل میں شروح و حواشی اور تیسری فصل میں اصول فقہ کی تالیفات کا تذکرہ ہے، چوتھی فصل میں تقلید و اجتہاد اور اسباب اختلاف سے متعلق کتابوں کا تعارف ہے، اس کے بعد فقہ کے مختلف ابواب سے متعلق کتابوں کا ذکر ہے، چوتھے باب کو مصنف نے 'فتاوی تاتارخانیہ' کے تعارف کے لئے مخصوص رکھا ہے اور پانچویں باب میں فقہائے ہند کے فکری منہج کا جائزہ لیا گیا ہے اور ہندوستان میں فقہی اعتبار سے توسع اور رواداری کی جو فضاء بن رہی ہے، اس پر روشنی ڈالی ہے، نیز بعض تجاویز بھی پیش کی ہیں۔

بہر حال مصنف کی یہ کاوش علماء ہند کی عربی زبان میں انجام دی جانے والی فقہی خدمات کا ایک جامع تعارف ہے اور اس طرح مصنف کی دونوں کتابیں مل کر ہندوستان کی اہم فقہی خدمات کو پیش کرنے کی ایک کامیاب اور بہتر کوشش ہے، مؤلف نے اپنی اس کتاب میں بھی اس بات کا خیال رکھا ہے کہ تمام مکاتب فکر کی خدمات کا اعتراف ہو اور عدل و اعتدال کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر کو پیش کیا جائے؛ البتہ تقلید و اجتہاد، احکام فقہیہ میں توسع اور حذر و احتیاط ایسے حساس موضوعات ہیں کہ ان کے بارے میں شروع سے فکر و نظر کا اختلاف پایا جاتا ہے؛ اس لئے

ضروری نہیں کہ ان مسائل پر مؤلف کی آراء سبھوں کے لئے قابل قبول ہوں۔

’’اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا‘‘ کے لئے خوشی کی بات ہے کہ وہ ہندوستانی فقہی تاریخ پر اس اہم علمی کاوش کو اہل ذوق تک پہنچارہی ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور یہ عصر حاضر کے علماء کے لئے عالی حوصلگی کا ذریعہ ہے، اور جذبہ، جہد وعمل کو مہمیز کرے کہ بعد میں آنے والوں کو اپنے بزرگوں کے نقوشِ پا سے روشنی ملتی ہے، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ	خالد سیف اللہ رحمانی
۱۹ دسمبر ۲۰۱۱ء	(جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

مقدمہ

علوم اسلامیہ میں فقہ اسلامی کوکلیدی ومرکزی حیثیت حاصل ہے۔قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کی میزان میں حلال وحرام، مکروہ ومباح اور حق وناحق کا فیصلہ جوفن کرتا ہے وہ علم فقہ ہی تو ہے۔فقہ اسلامی انسانی زندگی کے مذہبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی پہلوؤں پر محیط ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الانعام: ۶۵ /۹۸، سورۃ الاسراء: ۴۴، سورۃ التوبہ: ۸۷، ۱۲۲، سورۃ الاعراف: ۱۷۹ میں فقہ اور تفقہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔دوسری طرف تفقہ فی الدین، فقیہ اور معرفۃ النفس کے الفاظ بخاری، ترمذی اور دیگر کتب میں استعمال ہوئے ہیں۔ان لغوی الفاظ واصطلاحات کی تشریح فقہاء احناف کے یہاں ان الفاظ میں ملتی ہے:

العلم بالاحكام الشرعية الفرعية العملية المستمدة من الادلة التفصيلية

یعنی فقہ تفصیلی دلائل سے مستنبط کیے گئے شرعی اور فروعی عملی احکام کے جاننے کا نام ہے[1]

فقہ اسلامی، دلائل، احکام اور موضوعات کے اعتبار سے کافی وسیع دائرہ رکھتا ہے۔دلائل میں بعض قطعی ہیں اور بعض ظنی، اسی طرح بعض احکام کی علتوں کا معلوم کرنا ممکن ہوتا ہے جب کہ بعض کی علتوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔تیسرا مسئلہ موضوعات کی وسعت کا ہے جس کی تفصیل میں لاکھوں مسائل شامل ہیں، جنھیں سطور ذیل میں چند متعین ذیلی عناوین میں محصور کیا جاتا ہے:

علم فقہ کی جامعیت اور وسعت:

۱- عبادات: اس فن میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے احکام پر گفتگو کی جاتی ہے۔

۲-فقہ الاسرہ: یعنی عائلی احکام۔قرآن میں تقریباً تین سو آیات کے ذریعہ خاندان اور نسل کے تحفظ و نظام پر بحث ہے۔ اس کو احوال شخصیہ بھی کہا جاتا ہے جس میں نکاح، طلاق، وراثت، وصیت، نفقہ، حضانت وغیرہ کے مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

۳- معاملات: آج کل اسے Civil law کہا جاتا ہے یعنی لین دین، خرید فروخت اور تجارت کے مسائل۔

۴-فقہ التعامل الاجتماعی، جس کے لیے الحضر والاباحۃ کی اصطلاح رائج ہے۔یعنی عام معاشرتی مسائل میں معاشرہ کے مفادات کا تحفظ۔حرام وحلال، مکروہات ومباحات، میل جول، شادی بیاہ کے طور طریقے۔

۵-فقہ الجنایات، یعنی فوجداری قانون، جرائم کی روک تھام فسق وفجور سے معاشرہ کی تطہیر، علانیہ جرم وسزا کا نفاذ، اسے آج کی اصطلاح میں Criminal law کہا جاتا ہے۔

۶-الاحکام السلطانیہ، یعنی سیاست شرعیہ یا فقہ دستوری۔

۷- ادب القاضی، یعنی قانونی ضابطہ، اسے بعض لوگ فقہ المرافعات بھی کہتے ہیں، لیکن عصری اصطلاح میں اسے Procedural law کہا جاتا ہے۔ اس شق میں فقہ کے مندرجہ ذیل موضوعات آتے ہیں:

نظام قضاء وعدلیہ، قاضی کا تقرر، شرائط تقرر وعزل، تنخواہ ومراعات، دعویٰ، دعویٰ کے فریقین، ارکان وشرائط، سماعت، آداب کمرہ عدالت، جواب دعویٰ، حوالات وحبس، ثبوت، شہادت، اوصافِ گواہان قرینہ قاطعہ، نیم عدالتی ادارے، حسبہ ومحتسب۔

۸-سیر یا فقہ الدولی جسے بین الاقوامی قانون کہا جاتا ہے۔فقہ کا یہ باب مسلمانوں، غیر مسلموں، اسلامی ریاست اور دیگر ریاستوں، باغیوں اور اسلامی حکومت کے مابین تعلقات کو منظم کرتا ہے۔مسلمان اس فن کے موجد ہیں، جسے International Law کہا جاتا ہے۔[۲]

فقہ اسلامی کے ارتقائی مراحل:

علم فقہ کا آغاز اسی وقت سے ہو گیا ہے جب غار حراء میں پہلی وحی الٰہی قلب نبوی پر نازل ہوئی تھی، لیکن جوں جوں ضرورتیں متعدی ہوتی گئیں فقہ کا دائرہ بڑھتا چلا گیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔ البتہ فقہ اسلامی اپنی پختگی کو اس وقت پہنچا جب فقہاء اربعہ نے دوسری صدی ہجری میں چار مختلف دبستانوں کو وجود بخش دیا۔ چنانچہ موٹے طور پر فقہ کے ارتقاء کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا مرحلہ فقہ کی قانون سازی (Legislation) کا ہے، اس عہد میں شریعت کے احکام قرآن وسنت کی بنیاد پر بنائے گئے۔ اس دور میں قرآن اور آنحضرت کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے رہنما تھی، قرآن وحدیث کی بنیاد پر اسلامی قانون کا مواد تیار کیا گیا اور قانونی احکام کے استدلال کا انھیں ماخذ قرار دیا گیا۔[۳]

فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت کا دوسرا دور عہد خلفائے راشدین سے گذرتا ہوا عہد بنو امیہ تک پہنچتا ہے۔ یہ دور بنیادی طور پر احکام واستنباط اور مسائل کے جمع کرنے اور بنیادی ماخذ سے مسائل کی توثیق وتاویل کا تھا۔ اس عہد میں جمع قرآن کا کام مکمل ہوا۔[۴] اور قرآن ایک مصحف میں مدون کر لیا گیا۔ اسی عہد میں صحابہ کرام نے احادیث نبوی کو پوری سرگرمی کے ساتھ جمع کرنا شروع کیا؛ البتہ روایات کے جمع کرنے کا بیشتر کام زبانی ہوتا رہا اگرچہ تحریری کاوشوں کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ عہد تابعین میں روایات کو قلمبند کرنے اور انھیں تحریری شکل میں لانے کا کام تیز رفتاری سے ہوا۔ دوسری طرف اس عہد میں فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر مسائل کے تصفیے اور انھیں قانونی شکل دینے کے سلسلہ میں اپنے استدلالات وتاویلات کا استعمال شروع کر دیا؛ چنانچہ نئے مسائل حل کیے گئے اور پیش آمدہ ضروریات کے لیے بنیادی ماخذ کو اصل بنیاد قرار دیتے ہوئے قیاس اور اجماع کے ذریعہ عصری مسائل کا جواب تلاش کیا گیا۔[۵]

فقہ اسلامی کی ترقی کا تیسرا دور (دوسری اور تیسری صدی ہجری) خاصا اہم ہے۔ اس

دور میں اماماں فقہ اسلامی نے چار معروف ومقبول فقہی دبستانوں کی داغ بیل ڈال دی۔[۶] اس عہد مسعود میں اسلامی علوم کے دیگر شعبوں مثلاً تفسیر، حدیث اور فقہ پر بنیادی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ جہاں تک فقہ کا تعلق ہے، انسانی زندگی کے بے شمار شعبوں میں قانون کی رہنمائی کے لیے بانیانِ مذاہب فقہ نے اپنی بساط بھر کوششیں صرف کیں، البتہ امام اعظم ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) اور ان کے رفقاء کو اس میدان میں سبقت وفضیلت حاصل رہی ہے۔[۷] امام اعظم کی اجتماعی کوششوں کے نتیجہ میں باکمال فقہاء کی ایک ٹیم تیار ہوگئی، مختلف شعبوں میں اختصاص کی حامل چالیس رکنی کمیٹی نے شب وروز کی مخلصانہ جدوجہد کے نتیجہ میں ہزاروں مسائل کو مدون کرلیا۔ تلمیذ رشید امام محمد کی تحقیقی کتب کو ان کوششوں کا حاصل کہا جاسکتا ہے جو امام اعظم نے مختلف طریقوں سے انجام دیں۔[۸]

مذہب حنفی کی بنیادی کتابیں:

حنفی مذہب کی کتابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ظاہر الروایات جسے اصول بھی کہا جاتا ہے، دوم: نوادر، اور سوم: فتاوی یا واقعات، پہلی قسم میں امام محمد شیبانی کی چھ معروف کتابیں شامل ہیں جو ذیل میں رقم کی جارہی ہیں، ان کتابوں کا مدار امام اعظم، امام یوسف اور امام محمد کی آراء ہیں:

۱- الجامع الصغیر: تلمیذِ امام محمد، عیسی بن ابان اور محمد بن سماعہ سے روایت کردہ فقہی تفصیلات کا نام ہے۔ اس میں امام محمد نے امام ابو یوسف کے واسطے سے امام اعظم کی آراء کو جمع کردیا ہے۔ اس میں دلائل کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

۲- الجامع الکبیر: اس کا موضوع بھی اول الذکر جیسا ہے البتہ مسائل کو مزید نکھار کر مفصل کیا گیا ہے۔

۳- زیادات: الجامع الکبیر کا تکملہ ہے۔

۴- المبسوط: یہ الاصل کے نام سے بھی معروف ہے، یہ مبسوط اور مفصل ہے۔ امام محمد نے اس میں امام ابوحنیفہ کے اقوال جمع کر دیے ہیں۔ اس میں سب سے پہلے آثار پھر مسائل اور آخر میں معاصر علماء کے اختلافات ذکر ہیں۔

۵- السیر الصغیر: جہاد اور بین الاقوامی قوانین کے موضوع پر ہے۔

۶- السیر الکبیر: یہ آخری فقہی تصنیف ہے۔ اس کو ابوسلیمان جوزجانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔

امام محمد کی مذکورہ چھ کتب کے مکررات کو حذف کرنے کے بعد محمد بن احمد مروزی معروف بہ حاکم شہید نے جو کتاب تیار کی ہے اس کا نام الکافی رکھا ہے، اس کی مفصل شرح کا نام امام سرخسی نے المبسوط رکھا ہے۔[9]

دوسری قسم نوادر کہلاتی ہے، اس سے مراد (امام محمد کی مذکورہ چھ کتب کے علاوہ) امام محمد، امام زفر، امام ابو یوسف یا امام حسن بن زیاد کی تحریریں ہیں۔ نوادر میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

۱- ہارونیات: امام محمد نے خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں جو املا کرایا اور جسے خلیفہ کے نام معنون کیا اسے ہارونیات کہا جاتا ہے۔

۲- کیسانیات: وہ احکام جو امام محمد کے شاگرد شعیب بن سلیمان کیسانی نے آپ سے نقل کیے۔

۳- رقیات: رقہ نامی علاقہ میں قاضی رہنے کے دوران آپ نے جن مسائل پر اظہار خیال فرمایا۔

۵- کتاب المجرد امام حسن بن زیاد کی تالیف ہے۔ امام زفر کی طرف بھی مجرد نامی ایک کتاب منسوب ہے۔

۶- کتاب الامالی: امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے۔[9]

حنفی کتب کی تیسری قسم النوازل یا الواقعات کہلاتی ہے۔ یہ وہ کتب ہیں جو متاخرین کی آراء پر مبنی ہیں۔ ان کتب میں امام اعظم اور ان کے اصحاب کی آراء درج نہیں ہوتی ہیں بلکہ اپنے عہد کے مسائل کو سامنے رکھ کر اصول اور احکام بنائے گئے ہیں۔ مثلاً ناطفی کی کتاب **الواقعات**۔ اسی قسم کی کتابیں فتاوی کے نام سے بھی تیار کی گئی ہیں جنھوں نے مقبولیت حاصل کی، جیسے فتاویٰ ابو اللیث از نصر بن محمد بن احمد سمرقندی (م ۳۷۳ھ/ ۹۸۳ء)، فتاویٰ ابو بکر امام فاضلی محمد بن فضل بن عباس بلخی (م ۳۸۱ھ/ ۹۹۱ء)، فتاویٰ ابو الفضل از رکن الدین کرمانی (م ۵۴۳ھ/ ۱۱۴۸ء)، فتاویٰ سراجیہ از سراج الدین اوشی (م ۵۶۹ھ/ ۱۱۷۳ء)، فتاوی قاضی خان از حسن بن منصور از جندی (م ۵۹۲ھ/ ۱۱۹۵ء)، فتاویٰ بزازیہ از حفیظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کروری (م ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۳ء)، فتاوی تمرتاشی از محمد بن عبد اللہ (م ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء)۔[10]

مکاتب فقہ کی بالکل ابتدائی ساعتوں میں تیار کردہ کتب فقہ متنوع اور ہمہ گیر ہیں۔ ان میں عمومی کتب، فتاوی لٹریچر، شروح اور مخصوص عنوانات پر تیار شدہ کتابچے شامل ہیں۔ امام محمد کی مذکورہ کتابوں کے علاوہ عہد وسطی کی کتابوں کی فہرست میں المبسوط، القدوری، الہدایہ، الوقایہ اور الدر المختار کو کلیدی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اس عہد میں منتخب مخصوص عنوانات/ موضوعات پر کتابیں/ کتابچے لکھنے کا رواج وسراغ نظر آتا ہے چنانچہ ذیل کی کتابوں کے ذریعہ اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے: کتاب الخراج اور کتاب الکسب از امام ابو یوسف (م ۱۸۳ھ/ ۷۹۹ء)، کتاب المضاربہ از محمد بن شجاع ثلجی (م ۲۶۶ھ/ ۸۷۹ء)، کتاب الفرائض از برہان الدین مرغینانی اور کتاب الحیض از ابو الفضل کرمانی۔[11]

عہد وسطی میں حنفی فقہیات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دور میں منظوم تالیفات کا چلن عام تھا، چنانچہ نجم الدین نسفی کی منظومات نسفی، وہاب بن احمد دمشقی (م ۷۶۸ھ/ ۱۳۶۶ء)

کی منظومہ ابن وہاب، نجم الدین ابراہیم بن علی طرطوسی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۵۶ء) کی فتاوی طرسوسیہ، حسام الدین تبریزی (م ۷۷۰ھ/ ۱۳۶۸ء) کی منظومات تبریزی [12] کے ذریعہ اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔منظوم فقہی لٹریچر پر الگ سے تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ اردو اور عربی زبانوں میں اس صنف کی سیکڑوں کتابیں آج بھی مخطوطات کی شکل میں لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

برصغیر ہندوپاک میں مسلم حکومت کی سیاسی، سماجی اورتہذیبی انقلابات اورترقیاں کسی تمہید کی محتاج نہیں، چنانچہ اگر علوم ومعارف کی تابناک تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ سلاطین وشاہان مغلیہ کی سرپرستی میں پروان چڑھنے والا تہذیبی وعلمی حلقہ اوران کے ذریعہ کتب کی فراوانی وافزونی اس دورکی اہم یادگار ہے۔ اس عہد میں علم کا ارتقا کسی مخصوص دائرے میں مرتکز نہیں رہا بلکہ اسلامی علوم کی جملہ شاخوں کو اس عہد میں برگ وبار لانے کا سنہری موقع ملا۔بعض سلاطین وشاہان نے علوم وفنون کی بازیابی میں حوصلہ مندروایت قائم کی۔ [13] اگر فقہ اسلامی کے ارتقاء پرنظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ برصغیر کے پورے مسلم عہد میں یہ علم عوام وخواص میں یکساں طور پر مقبول رہا ہے۔علماء وفقہاء، صلحاء وصوفیاء، سلاطین وامراء، طلبہ اورعوام ہرسطح پرفقہ اسلامی کے زندہ عنوان ہونے کا سراغ ملتا ہے۔عہد سلطنت کی ابتدا میں ایسے امامان فقہ کی فہرست فراہم ہوتی ہے جومنگولوں کے خوں ریز طوفانی حملوں کے خوف سے پریشان ہوگئے اورانھوں نے وسطی ایشیاء اور ماوراءالنہر سے ہندوستان کی طرف مہاجرت کرلی۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ ان علاقوں بالخصوص بلخ وبخارا، بدخشاں وسمرقند، فرغانہ وکاشان اوراز جند ومرغینان میں فقہ حنفی کو بالادستی ومقبولیت حاصل تھی۔ ان علاقوں سے جومہاجرت ہوئی اس کا براہ راست اثر شمالی ہندوستان پر پڑا چنانچہ تاریخ میں فقہ حنفی کے شمالی ہندوستان پر اثرات ومقبولیت کی بنیادی وجہ کو اسی مہاجرت میں تلاش کرنا چاہیے۔دوسری طرف تاریخی وتائع نگاروں کا اتفاق ہے

کہ مسلم عہد میں درباری علماء نے سلاطین کو اپنے فقہی کمالات سے متاثر کیا جس کا خاصا اثر سلاطین کے ان اقدامات میں نظر آتا ہے جو انھوں نے فقہ اسلامی اور فقہاء کرام کی حوصلہ افزائی کے ضمن میں کیے۔ تیسری طرف اس تاریخی حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ عہد سلطنت کی سیاسی فضا میں ایسے رجال بسط وکشاد بھی نظر آتے ہیں جو نظری وعقلی علوم میں دستگاہ رکھتے ہوئے فقہ اسلامی کے شیدائی بھی تھے چنانچہ سلطان محمد تغلق اور جلال الدین اکبر کی عقلی علوم میں دلچسپی اور فقہ سے لگاؤ ایک معروف حقیقت ہے۔ دوسری طرف ایسے سلاطین وشاہان سے ہندوستان کی علمی تاریخ مملو ہے جنھوں نے فقہ اسلامی سے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور اس فن کو صیقل کرنے اور عوام تک منتقل کرنے میں بیت المال کے دہانے کھول دیے، اس ضمن میں سلطان التمش، غیاث الدین بلبن، غیاث الدین تغلق، فیروز شاہ تغلق، سکندر لودھی، بابر اور اورنگ زیب عالمگیر کے نام جلی حروف سے تحریر کے قابل ہیں۔ اس کتاب کے متعلقہ ابواب کے مطالعہ سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

فقہ اسلامی کی تصنیف وتدوین کا زمانہ ہندوستان میں سلطنت دہلی کے قیام کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے؛ البتہ بالکل ابتدائی کوششوں کا سراغ محمد بن قاسمؒ کی آمد کے بعد سندھ کے علاقے میں لگتا ہے۔ قدماء کے طرز ومنہاج پر ہندوستانی علماء نے اس فن کو مختلف انداز میں پروان چڑھایا۔ ان کی کوششیں نصابی کتب کی تسہیل، تفصیل، اجمال، تدوین، فتاوی اور متعینہ عناوین پر تفصیلی خاکے اور کتابچوں پر مرتکز تھیں؛ چونکہ ہندوستانی فقہاء کی جمعیت امام اعظم ابوحنیفہ کی متبعین کی تھی لہذا ان کی کوششوں سے دیگر فقہاء ثلاثہ کے مقابلہ میں ہر سطح اور ہر شعبے میں فقہ حنفی کا بول بالا رہا؛ البتہ ہندوستان کے جنوب میں عربوں کی کالونیوں کے زیر اثر فقہ شافعی ومالکی کے اثرات بھی رہے چنانچہ چند کتابیں دیگر فقہی مذاہب کے مطابق بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

ہندوستان میں عہد مغلیہ تک سرکاری زبان فارسی تھی لیکن علماء کرام نے اس زبان کے

عوامی وسیاسی حلقے میں مقبولیت کے باوجود قرآنی زبان یعنی عربی کو درس وتدریس اور تحقیق وتصنیف کے لیے اختیار کیا، اس حقیقت پر اس کتاب کے متعدد مندرجات کے ذریعہ روشنی پڑتی ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان کے ذریعہ فقہ اسلامی کے ارتقاء پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، چنانچہ مختلف زمانوں میں خود شاہان وقت نے فقہ اسلامی کے اس امتیازی فن کو اعزاز بخشا اور اپنی راست سرپرستی میں ضخیم جلدیں علماء اور عوام کی خدمت میں پیش کیں۔ اس ضمن میں فتاویٰ فیروز شاہی، فتاویٰ غیاثیہ، فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد فقہاء کرام کی توجہ اس علم کی ترویج واشاعت کی طرف برابر جاری رہی اور انھوں نے مسلسل تصنیفی خدمات کے ذریعہ ذخیرہ فقہ کو مالدار بنانے کی سعی فرمائی، اس ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کی اولاد نیز علما فرنگی محل کی خدمات ثمر بار ثابت ہوئیں۔

یہ حقیر کوشش دراصل برصغیر کی فقہی خدمات کا ایک تجزیاتی مرقع ہے۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ فقہاء ہند کے ذریعہ عربی زبان میں جو بھی کتب/کتابچے، رسائل اور فتاویٰ معرض تحریر میں آئے انھیں یکجا کر دیا جائے۔ اس کوشش کے ذریعہ عہد سلطنت، عہد مغلیہ اور مابعد عہد مغلیہ کا عربی فقہی سرمایہ ناظرین کے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مخصوص کتابوں پر معروضی وتنقیدی مطالعہ کے ذریعہ اس دور کے فقہی متون کی کیفیت کو بھی نکھارنے کی سعی کی گئی ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں عصری مسائل کی کیٹلاگنگ میں ان متون سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

راقم سطور نے اپنی بساط بھر اس بات کی کوشش کی کہ مختلف الجہات فقہی متون کے بارے میں ممکنہ اطلاعات ہدیہ ناظرین کر دے۔

زیر بحث کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

باب اول: عہد وسطی کے ہندوستان میں عربی مخطوطات کا تحقیقی جائزہ

باب دوم: عربی مخطوطات ومطبوعات کی موضوعاتی درجہ بندی

باب سوم: عہد وسطی کی بعض اہم فقہی کتابوں کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ
باب چہارم: الفتاوی التاتارخانیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ
باب پنجم: فقہاء ہند کی وسعت نظری: تاریخی پس منظر

ان ابواب کے علاوہ ایک مقدمہ، ایک خاتمہ، مصطلحات کی فرہنگ، کتابیات اور دو اشاریے بھی شامل کتاب ہیں۔ ابتدائی مسلم عہد کی فقہی کاوشوں کا احاطہ کرتے ہوئے، پہلے باب میں عربی زبان کی وساطت سے فقہی متون کی افزودگی پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے اور فقہ اسلامی سے شغف، فقہ حنفی سے اشتغال اور عربی زبان کی ترجیح و اختیار کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ضمن میں فقہاء کرام، سلاطین دہلی، شاہان ہندوستان کی تصنیفی کوششوں اور سیاسی سرپرستی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ عربی تالیفات کا جائزہ پیش نظر رہا ہے تاہم دوران بحث بے شمار فارسی تالیفات سے بھی خوشہ چینی کی گئی ہے۔ اس باب میں علوم فقہ کی کیفیات کا اندازہ و جائزہ لیا گیا ہے۔ اس طرح باب اول کے ذریعہ برصغیر کا فقہی پس منظر ہمارے سامنے نکھر کر آ جاتا ہے۔

باب دوم میں برصغیر کی فقہی کاوشوں کو موضوعاتی قالب میں ڈھال کر متعدد خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ کتابوں کو ان کے موضوعاتی خانوں میں الف بائی طرز پر مرتب کیا گیا ہے۔ ہر کتاب کی کیفیت، اس کے مخطوطہ و مطبوعہ ہونے کی خبر، مصنف، مؤلف، مرتب، کاتب، سن تصنیف، سن کتابت، اوراق وصفحات، مطبع کی نشان دہی، لائبریری، انسٹی ٹیوٹس، پرائیویٹ کلکشن وغیرہ کی ممکنہ معلومات فراہم کر دی گئی ہیں چنانچہ باب دوم منظم طور پر معلومات کا بیش بہا گنجینہ بن گیا ہے۔

تیسرے باب میں چند اہم کتابوں کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا ذکر باب دوم میں آ چکا ہے۔ ان کتب کے انتخاب کی بنیادی وجہ ان کے متون کی پختگی، اہمیت اور ندرت کے علاوہ ان کا طرز تحریر و منہاج تلاش کرنا ہے۔ اس باب کی تنظیم میں سنین کے تقدم و تاخر کو پیش نظر رکھا گیا

ہے۔اس باب میں سب سے پہلے مصنف ومحقق کی سوانح حیات کے چند نمایاں گوشوں کو پیش کیا گیا ہے جس میں ان کا خاندانی پس منظر، تعلیمی استعداد، علمی کاوشیں اور خاص طور پر فقہ اسلامی سے ان کے شغف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس باب میں چند منتخب کتب کے متون کا تجزیہ کیا گیا اور فقہی نقطۂ نظر سے ان کی اہمیت و افادیت تلاش کی گئی ہے۔متون کے موضوعات وتنوع پر نظر ڈالتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھا گیا کہ آیا یہ اپنے وقت کے سلگتے مسائل سے خوشہ چینی کرتے ہیں یا نہیں۔ ان کتابوں کے مآخذ میں اہم وغیر اہم کا اندازہ لگاتے ہوئے ہندوستانی علماء کی کتابوں کو بطور مآخذ استعمال کیے جانے پر خصوصی نظر رکھی گئی۔ اس طرح باب سوم ہندوستانی فقہیات کی تفہیم میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

باب چہارم عہد سلطنت کے ایک اہم مجموعہ: الفتاوی التاتارخانیہ کے خصوصی مطالعہ پر مبنی ہے۔مؤلف اور تاتارخان کے سوانحی خاکے میں رنگ بھرتے ہوئے، اس اہم تاریخی مکتوبہ کی تصنیف کی کیفیت، اس کے مخطوطات کے وجود کی نشان دہی اور اس کے مطبوعہ مجامیع کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس فتاویٰ کے مآخذ پر نظر ڈالتے ہوئے، اس کے مخصوص مقامات کا مطالعہ بھی پیش کر دیا گیا ہے۔چنانچہ اس کی مختلف مطبوعہ جلدوں سے اس زمانہ میں وقوع پذیر ہونے والے بعض مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس باب کے ذریعہ اس زمانہ میں فتاوی کی کتابوں میں موضوعات کے تنوع، گفتگو اور بحث کا انداز اور عصری مسائل سے شغف ودلچسپی کا بجا طور پر اظہار ہوتا ہے۔ اس مجموعہ کی تدوین میں اگرچہ فقہ حنفی کو ترجیح دی گئی ہے لیکن مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر فقہاء کی آراء کا بھی جا بجا اس میں ذکر ہے۔

باب پنجم ماضی وحال میں فقہاء کے اس تعامل پر مشتمل ہے جس میں اعتدال وتوسع کی فضا نے امت مسلمہ کی رہنمائی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔سلاطین کے عہد سے قبل سندھ کے علاقہ میں فقہی توسع کا سرخیل امام ہند محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو مانا جاتا ہے۔ اس کے بعد

مختلف سلاطین کے عہد اور مغلیہ دور سے گذرتے ہوئے آج کی صورت حال کا جائزہ اور بعض تدابیر کی طرف اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر الگ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم فقہی توسع کی پوری بحث کے محض چند تاریخی مظاہر سامنے لائے جاسکے ہیں۔

زیر نظر کتاب کی تکمیل میں چار سال کے شب و روز کا طویل عرصہ قضا وقدر کے اشارے سے الحمدللہ صرف ہوگیا۔ ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۰ء کے دوران ہندوستان گیر سطح کی متعدد لائبریریوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ)، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے عربی و اردو مخطوطات کے سیکشن، شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو کی لائبریری، شعبہ تاریخ اے ایم یو کی لائبریری، شعبہ تھیالوجی اے ایم یو کی لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی، ادارہ علوم القرآن اور مجمع العلمی، (تینوں علی گڑھ)، دارالکتب، دارالعلوم دیوبند، دارالکتب خانقاہ مجیبیہ پٹنہ، دارالکتب جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ۔ مذکورہ مقامات میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ سے سب سے زیادہ استفادے کا موقع ملا۔

مختلف لائبریریوں اور مجامیع کے مطبوعہ کیٹلاگ سے تحقیق میں مدد ملی ان میں قابل ذکر یہ ہیں: عربی و فارسی مخطوطات کی فہارس، ہماری خطی میراث، خدابخش لائبریری، پٹنہ، مخزونہ فہرست کتب آصفیہ لائبریری حیدرآباد، فہرست کتب ریاست رامپور، تعارف مخطوطات دارالعلوم دیوبند، قصر علم، ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، ٹونک عربی اور فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، کیٹلاگ آف دی مینوسکرپٹس، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ، عربک مینوسکرپٹس، انڈیا آفس لائبریری، لندن اور فہرست مخطوطات، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔

مزید برآں، عربی فقہی سرمائے کی تحقیق کے لیے ان فنی و تحقیقی فہارس سے بھی استفادہ کی کوشش کی گئی جو عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں دستیاب ہیں مثلاً کشف الظنون (حاجی

خلیفہ) الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند (عبدالحیٔ حسنی) مفید المفتی (عبدالاول زیدپوری)، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ (زبید احمد) اور ڈی-این- مارش کی Mughals in India A Bibliographical Survey۔

علماء، فقہاء اور صوفیاء کرام کے سوانحی خاکوں کے ذریعہ اس کتاب کو محقق بنانے میں مدد ملی گئی ہے کیوں کہ ان خاکوں کے مطالعہ کے ذریعہ فقہی نگارشات کا علم حاصل ہوسکا؛ البتہ اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ سوانحی کتب کے ذریعہ جن کتابوں کا سراغ لگا ان کی کھوج لائبریریوں اور کیٹلاگ میں جب کی گئی تو اکثر مواقع پر مایوسی ہوئی۔ جن سوانحی کتب کا میں نے تحقیق کے پیش نظر مطالعہ کیا وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

اخبار الاخیار فی احوال الابرار، سیر الاولیاء، سبحۃ المرجان، مآثر الکرام، تذکرہ علماء ہند، حدائق الحنفیہ، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ابجد العلوم، رجال السند والہند اور فقہاء ہند۔

یہ کتاب میری پی ایچ ڈی کی تھیسس ہے جو پہلی بار لبیب پبلیکیشنز علی گڑھ سے ۲۰۰۲ء میں انگریزی زبان میں شائع ہوچکی ہے اب دوبارہ نئی ترتیب اور مزید اضافوں کے ساتھ حاضرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ علمی کاوش نہ مکمل ہے اور نہ آخری۔ البتہ ماضی میں ہندوستان کی فقہیات پر اب تک جو بھی کام ہوا ہے ان پر جگہ جگہ اضافے ضرور کیے گئے ہیں نیز جدید انداز میں علوم فقہ کی کیٹلاگنگ کردی گئی ہے جس کے ذریعہ ۱۸۵۷ء تک کی توضیحی فقہی ببلیوگرافی ہمارے سامنے نکھر کر آجاتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

حواشی وتعلیقات:

۱۔ وزارت اوقاف کویت، الموسوعۃ الفقہیہ، ۱۹۹۳ء، ۱/ ۱۲-۱۳

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء، المدخل الفقہی العام، دارالقلم، دمشق، ۱۹۹۸ء، ۱/ ۶۶-۶۷، الحامی صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت، ۱۹۵۲ء، ص ص ۱۳-۱۴، نیز دیکھیے: ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں، علم اصول فقہ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص ص ۱۲-۱۸

۳۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام، محولہ بالا، ص ص ۱۰۴-۱۱۰

۴۔ محمد ابوزہرہ، تاریخ المذاہب الفقہیہ، قاہرہ (مصر)، بدون تاریخ، ۲/ ۱۳-۲۷

۵۔ تاریخ المذاہب الفقہیہ، محولہ بالا، ص ص: ۳۱-۴۱

۶۔ محمد خضری بک، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ (مصر)، ۱۹۳۹ء، ص ص ۲۲۹، ۲۳۹، ۲۵۱، ۲۶۰

۷۔ تاریخ التشریع الاسلامی، محولہ بالا، ص ص ۲۲۹، ۲۳۸

۸۔ محمد ابوزہرہ، ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، دارالفکر العربیۃ، قاہرہ (مصر)، ۱۹۴۵ء، ص ص ۱۸۷، ۱۹۳، ۲۰۶

۹۔ عبدالاول زید پوری، مفید المفتی، آسی پریس، لکھنؤ، ۱۳۲۶ھ، ص ص ۱۸، ۶۹-۷۳، نیز دیکھیے: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، محولہ بالا، ص ۲۰۶-۲۱۶

۱۰۔ مفید المفتی، ص ص ۳۱-۳۲، ۴۴، ۵۱، ۶۹-۷۳، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۷، نیز دیکھیے: پروفیسر اختر الواسع/ محمد فہیم اختر ندوی، فقہ اسلامی تعارف اور تاریخ، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۴، ص ۸۷

۱۱۔ مفید المفتی، محولہ بالا، ص ص ۵۸-۵۹

۱۲۔ مفید المفتی، محولہ بالا، ص ص ۷۰، ۷۳

۱۳۔ عبدالحیٔ، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۸۵ء کے متعلقہ ابواب، نیز دیکھیے:
N.N. Law, Promotion of Learning in India During Muhammadan Rule, Delhi, 1973. کے مخصوص ابواب۔

باب اول

عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان میں
عربی مخطوطات کا ایک تحقیقی جائزہ

علم فقہ علوم اسلامی کا تیسرا روشن دستور العمل ہے۔ اس کی ارتقاء کی منزلیں صرف اسلامی دنیا کے اہم مراکز میں طے نہیں ہوئیں بلکہ اس کی نشر واشاعت اور فروغ وترقی کے منابع ومصادر پوری مسلم دنیا کے معروف علاقے رہے ہیں، دوسری اور تیسری صدی ہجری علم فقہ کی ترقی اور فروغ کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس زمانے میں فقہ اسلامی کے چار مشہور مسالک وجود میں آئے جو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی حیثیت سے معروف ومتداول ہوئے۔ ان چاروں مکاتبِ فکر کی اہم کتب مدوّن ہوئیں اور ان کے علماء نے انھیں پوری اسلامی دنیا میں زندہ و جاوداں کر دیا۔[1]

اگر چہ بعد کے ادوار میں، فقہ اسلامی پر جمود وتعطل اور تقلید کی حکمرانی رہی، تاہم بے شمار فقہاء نے اجتہادی ذوق اور صلاحیت کا ثبوت پیش کیا۔ دولتِ عباسیہ کے زوال کے بعد بہت سی خودمختار مسلم ریاستیں خصوصاً ایشیا اور افریقہ کے مختلف حصوں میں وجود پذیر ہوئیں۔ ان آزاد ریاستوں نے فقہ کو اہم مضمون کا درجہ دیا۔ وسطی ایشیا کے مختلف ممالک کے دبستانِ علم وفضل میں فقہ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ جس کے نتیجے میں اس فن کے بے شمار اکابر اور علماء وجود میں آئے۔ ماوراء النہر کے علماء نے عہدِ سلطنت کے ہندوستان میں سکونت اختیار فرما کر اپنی علمی کاوشوں سے ہندوستان کے خزانہ فقہ کو مالا مال کر دیا۔ ذیل کے صفحات میں عہدِ سلطنت، عہدِ مغلیہ اور مابعد کے

ہندوستان کی فقہی خدمات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ہندوستان میں علمِ فقہ کا آغاز دراصل سندھ کے علاقے میں ۷۱۲ عیسوی سے ہوتا ہے۔ جب اس علاقے کو مسلم حکمران محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ عرب حکمرانی کے اس دور میں بہت سے عرب علماء آئے اور سندھ کے مختلف علاقوں میں آباد ہوگئے۔ ان علماء کرام کی اکثریت علم تفسیر اور حدیث کی واقف کار تھی لیکن جن علماء عظام نے فقہ ومتعلقاتِ فقہ میں شہرت حاصل کی ان میں نمایاں نام یہ ہیں: ابومعشر سندھی (م ۲۹۹ھ/۹۱۱ء) ۲؎ احمد بن سعید المالکی الحمذ انی الہندی الفقیہ (م ۳۹۹ھ/ ۱۰۰۸ء) ۳؎ الحسن علی بن حسن الفقیہ الداوری السندی (م ۴۴۵ھ/ ۱۰۵۳ء) ۴؎ محمد بن احمد بن محمد السندی (م ۵۴۸ھ/ ۱۱۵۳ء)۔ ۵؎

بنیادی طور پر سرزمینِ ہند میں علم فقہ کی ترقی واستحکام کا دور تاریخی طور پر ۱۲۰۶ء سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جہاں سے عہدِ سلطنت کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس زمانے میں وسطی ایشیاء سے فقہاء وفضلاء کی آمد شروع ہوئی۔ حکومتی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بھی ان کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ سلاطین کی سرپرستی نے اس رجحان کو تقویت پہونچائی۔ فقہاء کی ذاتی محفلوں اور مدارس میں علم فقہ نصابِ درس کا اہم جزء بن گیا اور رفتہ رفتہ یہ مضمون طلباء اور ماہرینِ علم وفضل کے بحث ومباحثہ کا خاص موضوع بنتا چلا گیا۔ نیز علماء کی مجلسوں، صوفیاء کی خانقاہوں اور سلاطین کی عدالتوں میں اس علم کی قدرومنزلت محسوس کی جانے لگی۔ معاصر ''ہندوستانی وبیرونی'' علماء نے مدرسین، مصنفین اور مؤلفین کی فقہی خدمات کو خصوصی اہمیت دی۔ بعض عرب مؤرخین کی شہادت ہے کہ تغلق سلاطین کے عہدِ حکومت میں صرف دہلی میں تقریباً ایک ہزار مدارس تھے اور ان تمام کے اندر فقہ وفتاویٰ کی تعلیم مسلکِ حنفی کے مطابق دی جاتی تھی۔ ۶؎ معاصر تاریخی دستاویزات میں مذہبی اداروں اور اساتذہ کا تذکرہ جہاں کہیں آتا ہے اس موضوع کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ عہدِ سلطنت کے مدارس کے نصاب میں فقہ کی جو کتب شامل تھیں وہ درج ذیل ہیں:

ابو الحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی (م ۴۲۸ھ/۱۰۳۶ء) کی القدروی، برہان الدین علی بن ابو بکر المرغینانی (م ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۶ء) کی الہدایہ، حسام الدین محمد (م ۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء) کی الحسامی، بزدوی علی بن احمد (م ۴۸۲ھ/ ۱۰۸۹ء) کی البزدوی۔ امام مظفر الدین ابن ساعاتی (م ۶۹۴ھ/ ۱۲۹۴ء) کی مجمع البحرین اور ابوالبرکات النسفی (م ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) کی المنار۔ ےے

فصل اول: عہدِ سلطنت کا فقہی پس منظر:

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ عہدِ سلطنت میں صوفیاء نے بھی فقہ سے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے اپنی مخصوص مجالس میں بے شمار مسائل کا حل شریعت کی روشنی میں تلاش کرنے کی سعی فرمائی، چنانچہ شیخ نصیر الدین احمد چراغ دہلی (م ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) کے شاگردِ رشید شیخ نظام الدین اولیاء (م ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) کو ان کی مخصوص قابلیت اور دلچسپی کی بناپر حنیفۂ ثانی کا خطاب دیا گیا۔ ۸؎ اسی طرح شیخ نظام الدین اولیاء کے بعض خوشہ چیں اصحاب مثلاً فخر الدین زرادی (معاصر سلطان محمد تغلق) اور قاضی محی الدین کاشانی اور شیخ حسام الدین نے علم فقہ کی توسیع و اشاعت میں حصہ لیا اور خاصی شہرت حاصل کی۔ ۹؎ سلطان محمد تغلق کے عہد کے بعد دیگر صوفیائے کرام نے فقہی کتب کی تالیف کے ذریعہ اس فن کی خدمت انجام دی، مثلاً شیخ یوسف گدائی نے ''تحفۃ النصائح'' لکھی۔ اسی طرح شیخ رکن الدین نے ''ترغیۃ الفقہاء'' سپردِ قلم کی۔ سلسلہ سہروردی کے مشہور صوفی شیخ فضل اللہ ماجو نے ''فتاوائے صوفیاء'' تصنیف کی، جس کے ذریعہ معاصر علماء کے مابین بعض فقہی اختلافات پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ۱۰؎ یہ بات معلوم ہے کہ عہدِ سلطنت کے سلاطین نے جن علماء کی سرپرستی فرمائی ان کی اکثریت کا تعلق فقہاء کے زمرے سے تھا، اس وجہ سے حکومت کے زیرِ کفالت مدارس میں فقہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اس عہد کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ سلاطین جب انتظامِ حکومت کے سلسلے میں دہلی سے باہر کسی سفر پر روانہ ہوتے تو فقہاء کی ایک مخصوص جماعت کو اپنے ساتھ رکھتے اور مختلف شرعی

مسائل پر راستہ بھر ان سے اخذ و استفادہ کرتے جاتے تھے۔[۱۱] مزید تاریخی معلومات سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ سلاطین حکومتی معاملات میں فقہاء کی آراء معلوم کرنے میں اپنی خفت نہیں محسوس کرتے تھے، وہ فقہاء، مفتیان اور قضاۃ سے طویل علمی گفتگو فرماتے اور حکومت یا سماج کو در پیش مسائل کے حل کرنے میں ان کے تعاون کے خواست گار ہوتے، مثلاً علاء الدین خلجی (۱۲۹۲-۱۳۱۶ء) نے ایک موقع پر قاضی مغیث سے بیت المال میں سلطانِ وقت اور اس کے اہل وعیال کے حصہ، غلط اور گمراہ حکومتی کارندوں کی سزا اور ہندوؤں کی شرعی حیثیت کے مسئلہ وغیرہ پر طویل بحث کی۔[۱۲]

تغلق سلاطین میں محمد بن تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) تعقل پسندی اور روشن خیالی کے لیے مشہور رہا ہے، تاہم معاصر تاریخی حوالوں سے یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس نے فقہِ اسلامی کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔ چنانچہ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اس کے دربار سے تقریباً ایک سو فقہاء منسلک تھے، جن کے ساتھ وہ دستر خوان پر شرعی موضوعات کے ضمن میں مذاکرہ و مباحثہ کیا کرتا تھا۔[۱۳] ضیاء الدین برنی کے قلم سے سیاسی جرائم اور ان کی سزاؤں کے بارے میں سلطان مذکور کی تفصیلی بحث تاریخ کے صفحات میں رقم ہے۔[۱۴] محمد بن تغلق نے بعض فاضل فقہاء کو دیگر اسلامی ممالک سے ہندوستان آنے کی دعوت دی اور ان کی دلچسپی کے میدان میں فکر و عمل کی آزادی دے کر ان کی خدمات حاصل کیں، مثلاً برہان الدین سمرقندی اور قاضی مجد الدین شیرازی اس کی دعوت پر ہندوستان آئے۔ اس مقصد کے لیے سلطان نے باوقار طریقہ اختیار کیا جو اس کی علم دوستی اور علماء کی تکریم کی دلیل ہے۔ اس نے اپنے خصوصی سفیر کو تحائف اور زادِ سفر دے کر بھیجا۔[۱۵] عہد سلطنت کے علم پرور سلطان فیروز شاہ تغلق کا زمانہ (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء) فقہی خدمات کے لیے اہم ترین مانا جاتا ہے۔ اس نے فقہاء کے سلسلے میں اپنے فراخ دلانہ رویہ کے ذریعہ اس علم کو فروغ و استحکام بخشا، فقہاء کو ایسے مواقع فراہم کیے جن سے فائدہ اٹھا کر وہ

حکومتی و سیاسی مسائل میں اپنی رائے دے سکیں۔ چنانچہ وہ بارہا علماء سے مختلف موضوعات پر مباحثہ کیا کرتا تھا۔ [۱۶] ان میں سے چند معروف فقہاء کے نام یہ ہیں: مولانا احمد تھانیسری، صدر الدین یعقوب، مولانا خواجگی، عالم بن العلا الحنفی، عبدالمقتدر شریحی اور جلال الدین رومی۔ [۱۷] سلاطین کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ وہ دہلی کے علماء کی مخصوص مجالس کا انعقاد کیا کرتے تھے تاکہ اہم اور اختلافی مسائل میں ان کی اجتماعی آراء کا علم ہو سکے۔ اس طرح کی مجالس، جنھیں محضر کہا جاتا تھا، ان کا قیام سلطان التمش، سلطان جلال الدین خلجی اور سلطان غیاث الدین تغلق کے ادوار میں ہوتا رہتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ دہلی کے فقہاء کی مجلس منعقد کرنے میں خصوصی دلچسپی لیتا تھا، تاکہ پیش آمدہ حکومتی مسائل کا حل شریعت کی رہنمائی میں کیا جا سکے۔ مثلاً ایک مجلس میں حل طلب مسائل یہ تھے: سربراہِ مملکت اضافی ٹیکس عائد کر سکتا ہے یا نہیں؟ ہندوؤں کے ایک مخصوص طبقے (برہمن) پر جزیہ عائد کیا جائے یا نہیں؟ جو گزشتہ زمانے میں اس سے بری قرار دیے گئے تھے وغیرہ۔ [۱۸]

ہندوستان میں عربی زبان میں کتبِ فقہ کی تصنیف و تالیف کا دور سندھ میں عرب حکومت کے قیام کے وقت سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ اس سلسلہ کے پہلے مصنف، جن کا سراغ تاریخی حوالوں میں ملتا ہے، علی بن احمد بن محمد بن محمد دیبلی (م ۳۵۴ھ/۹۶۵ء) ہیں۔ آپ نے ایک کتاب عدالت وقضاء کے موضوع پر لکھی جس کا عنوان "کتاب آداب القضاء" ہے۔ [۱۹] سلطان محمود غزنوی (م ۵۷۳ھ/۱۱۷۷ء) جس کی ہندوستان میں فوج کشی بارہویں صدی عیسوی کے پہلے نصف میں ہوئی، بعض فقہی تصنیفات کے لیے مشہور ہے، چنانچہ "کتاب الفرید فی الفروع" کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے۔ [۲۰] اسی عہد کی دوسری تصنیف "مجموعہ سلطانی" سلطان مذکور کے نام معنون ہے۔ [۲۱] عہدِ سلطنت کے ابتدائی دور کے مشہور مصنف حسن بن محمد الصغانی اللاہوری البغدادی (م ۶۳۷ھ/۱۲۲۹ء) ہیں۔ آپ نے حج اور میراث کے عنوانات

پر دو الگ الگ کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے نام ہیں: زبدۃ الناسک اور کتاب الفرائض۔ ۲۲

فتاویٰ کے مجموعے فقہی تخلیقات کا اہم حصہ ہیں۔ فن فتاویٰ میں عہد سلطنت کے علماء نے دلچسپی لے کر انتہائی قیمتی معلومات فراہم کیں جو بعد کے دور میں مراجع ومصادر کے طور پر استعمال میں آتی رہیں۔ اس دور کا قدیم ترین مجموعۂ فتاویٰ عربی زبان میں ''الفتاوی الغیاثیۃ'' کے نام سے معروف ہے۔ ۲۳ اس کے مصنف شیخ داؤد بن یوسف الخطیب ہیں۔ انھوں نے اسے سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۷ء) کے نام معنون کیا تھا۔ بعد کے ادوار میں فتویٰ نویسی کا رواج ورجحان جاری رہا۔ خصوصاً فیروز شاہ تغلق کا عہد اس فن کے استحکام کے لیے معروف ہے۔ چنانچہ فتاویٰ فیروز شاہی (بزبان فارسی) اور فتاویٰ تاتارخانی (بزبانِ عربی) اس دور کی اہم ترین یادگار ہیں۔ ان دونوں مجموعوں میں بے شمار سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے جو اس دور میں حل طلب تھے۔ عہد سلطنت میں مرتب ہونے والے دیگر مجموعہ ہائے فتاویٰ کے نام حسب ذیل ہیں: شیخ سراج الدین عمر بن اسحاق الغزنوی الحنفی (م ۷۷۳ھ/۱۳۷۱ء) کی ''فتاوی قاری الہدایہ''۔ ۲۴ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۸۷۴ھ/۱۴۶۹ء) کی ''فتاویٰ ابراہیم شاہی''، ۲۵ قاضی جگن گجراتی (م ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء) کی ''خزانۃ الروایات'' ۲۶ وغیرہ۔ مؤخر الذکر کتاب عہد سلطنت کے فقہی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ نیز فقہ حنفی کے معروف مراجع مثلاً الطحاوی، الہدایہ، فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ خانیہ وغیرہ کو بطور سند پیش کرتی ہے۔

عہد سلطنت کی فقہی کاوشوں کا ایک روشن باب شروح وحواشی کا میدان ہے۔ اس کے لیے حنفی مکتب فقہ کی ان نمائندہ کتب کا انتخاب کیا گیا جو عموماً اس دور کے مدرسی نصاب کا حصہ تھیں۔ اس کے پیچھے جو داعیہ کارفرما تھا وہ یہ کہ متداول اور اہم فقہی کتب کے مباحث کی آسان تفہیم اور اس کی مشکل عبارتوں کی وضاحت کردی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت ہدایہ، وقایہ،

اصول بزدوی اور المنار کی بہت سی شروح وحواشی وجود میں آئیں۔ خاص بات یہ ہے کہ ہدایہ اور وقایہ کی ایک درجن سے زائد شروح ہندوستانی علماء کے قلم سے نکلیں۔[۲۷]

اس دور میں تصنیف ہونے والے کتابچوں اور رسائل کا میدان بھی کافی وسیع ہے۔ یہ رسائل اس دور میں علماء کے درمیان زیرِ بحث مسائل اور اختلافی امور کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسئلہ سماع اس دور کے علماء کے درمیان بحث کا موضوع بنا ہوا تھا۔ اس پر فخر الدین زرادی نے 'کشف القناع عن وجوہ السماع' لکھی جب کہ اسی موضوع پر دوسری کتاب 'رسالہ اباحۃ السماع' سلیمان زکریا ملتانی نے تصنیف کی۔[۲۸] اسی طرح بعض کتابچے میراث کی تقسیم کے سلسلہ میں مرتب ہوئے جن سے مسلم سماج کے بیشتر افراد کو سابقہ پیش آتا ہے، اس ذیل میں کتاب الفرائض کا نام لیا جاسکتا ہے جو حسن بن محمد الصغانی (م ۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء) کی کوشش کا نتیجہ ہے۔[۲۹]

اصولِ فقہ، افتاء، قضا اور حسبہ کے موضوعات پر بھی علماء عہدِ سلطنت نے توجہ دی اور ان پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ چند نمائندہ کتب کے نام یہ ہیں: محمد بن عبدالرحیم کی ''الفائق فی اصول الدین''، ابو محامد محمد بن الخطیب کی 'صنوان القضاء وعنوان الافتاء''[۳۰] اور قاضی ضیاء الدین عمر الحنفی کی ''نصاب الاحتساب''[۳۱] وغیرہ۔ اس عہد کی بعض فقہی تالیفات کے ذریعہ فقہ حنفی کے امتیازی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسالک فقہ کے مابین پائے جانے والے اختلافات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ سراج الدین الحنفی (م ۷۷۴ھ/ ۱۳۷۲ء) کی کتاب ''زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمہ الاعلام''[۳۲] اور ابو حفص سراج الدین (م ۸۴۶ھ/ ۱۴۴۲ء) کی ''الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ''[۳۳] وغیرہ اس طرز کی نمائندہ تصنیفات ہیں۔

عہدِ سلطنت کی فقہی کتب کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان کی تصنیف عموماً حنفی نقطۂ نگاہ سے لکھی گئی ہے اور ابتدائی دور کی فقہی کتب حوالوں کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔

برصغیر ہندوپاک کے فقہی ذخیرے میں حنفی نقطۂ نظر کے غلبہ کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس دور میں عموماً جو علماء بیرونی ممالک سے آئے یا بلائے گئے ان کی اکثریت امام اعظمؒ کی پیروکار تھی۔ ابتدائی زمانوں میں جن علماء نے ہندوستان کی مذہبی زندگی اور علمی حلقے پر اپنے اثرات ڈالے وہ زیادہ تر مرکزی ایشیا اور ماوراء النہر سے آئے جہاں فقہ حنفی مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار تھی۔[۴] چنانچہ ترک سلاطین خود بھی امام اعظم کے شیدائی تھے اور انھوں نے اپنے عہدِ حکمرانی میں تدوینِ قانون اور نفاذِ شریعت کے لیے اسی فقہ کو بنیاد بنایا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس عہد میں دیگر مسالکِ فقہ بھی قائم و دائم رہے اور ان کے فاضل علماء وفقہاء نے اپنے مسلک کے اعتبار سے کتب بھی تصنیف کیں، لیکن تمام مسائل میں فقہ حنفی کو جو ترجیحی مقام حاصل رہا وہ دوسروں کا حصہ نہ بن سکا۔[۵] دہلی سلاطین کی مذہبی رواداری کا یہ روشن باب ہے کہ وہ اپنے مخصوص مسلک پر تقلیدِ جامد کے شکار نہیں ہوئے بلکہ وسعت قلبی و عدمِ تعصب کا ثبوت ان کے رویے سے عیاں ہوتا رہا، چنانچہ مشہور صوفی بزرگ مولانا فرید الدین، علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت (۱۲۹۶ - ۱۳۱۶ء) میں اودھ کے 'شیخ الاسلام' کے منصب پر فائز کیے گئے۔[۶] اسی طرح ابن بطوطہ مالکی، محمد بن تغلق کے عہدِ حکومت میں دہلی کے قاضی مقرر ہوئے۔[۷] عہدِ سلطنت میں فقہی سرمایہ کا اکثر حصہ عربی زبان میں تیار کیا گیا، کیونکہ بیرونی علماء فارسی کے مقابلہ میں عربی زبان سے زیادہ مانوس تھے، چنانچہ اسلامی موضوعات کے لیے انھوں نے اس زبان کو ترجیح دی لیکن جوں جوں فارسی زبان عوامی و سرکاری ہوتی گئی فقہی کتب کی تیاری میں علماء کا رجحان بھی عربی کی جگہ فارسی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فصل دوم: عہدِ مغلیہ کی فقہی تدریس، تحقیق اور تصنیف:

برصغیر ہندوپاک پر مغل حکمرانوں کی حکومت تقریباً تین سو سال (۱۵۲۶ - ۱۸۵۷ء) تک قائم رہی۔ یہ عہد سیاسی، حکومتی اور تہذیبی اعتبار سے گوناگوں خوبیوں کا حامل ہے۔ مغل

حکمراں روایتی اور عقلی علوم کے سرپرست وشیدائی رہے۔ انھوں نے فقہ کو اپنی دلچسپی کا موضوع بنایا، چنانچہ ترک سلاطین کی طرح مغل حکمرانوں نے بھی فقہاء کو اپنے دربار سے قریب رکھا تاکہ ان کی رہنمائی میں شرعی مسائل حل کرسکیں۔ جن علماء کو مغل دربار سے قربت حاصل رہی ان میں ایک معتد بہ تعداد فقہاء کی تھی۔ ان فقہاء کو نقدی کے ساتھ ساتھ اوقاف کی زمینیں بھی عطا کی جاتی تھیں (جنھیں مدد معاش کا نام دیا گیا) تاکہ دلچسپی اور اطمینان کے ساتھ علمی امور میں ان کی خدمات حاصل کی جاسکیں۔[۳۸] فقہی علوم میں تشویق کی خاطر شاہانِ مغلیہ نے طلبہ کو روزینہ دینے کا بھی اہتمام کیا۔ اس ضمن میں شہنشاہ اورنگ زیب کا کردار قابلِ ذکر ہے جس نے میزان، منشعب اور شرح وقایہ پڑھنے والے طلباء کے لیے روزانہ ایک آنہ، دو آنہ، اور آٹھ آنہ منظور کرکے فقہی علوم میں دلچسپی اور اس کے فروغ کا اہتمام کیا۔[۳۹] مغل دورِ حکمرانی میں جن علماء کرام نے فقہ کے میدان میں تدریس وتصنیف کے ذریعہ خدمات انجام دیں ان میں حسب ذیل اصحاب نمایاں ہیں: عبدالاول جونپوری (م ۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء)، محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء)، میر کلاں اکبرآبادی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء)، عبدالسلام لاہوری (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء)، عبدالسلام دیوی (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء)، عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) محبّ اللہ الہ آبادی (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)، عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۶م)، قاضی نورالحق اکبرآبادی (م ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء)، قطب الدین سہالوی (م ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء) وجیہ الدین گجراتی (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) اور امان اللہ بناری (م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء) وغیرہ۔

عہدِ سلطنت کی طرح مغل حکومت میں بھی مدارس کے نصاب میں فقہ اسلامی کو اہم جزو تسلیم کیا گیا۔ فقہ کی اس مقبولیت نے علماء کی حوصلہ افزائی کی، چنانچہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اس کی ترقی میں لگ گئے۔ جن کتبِ فقہ کو نصاب کا حصہ تسلیم کیا گیا ان میں شرح وقایہ، ہدایہ، حسامی اور التوضیح والتلویح خاص طور پر اہم ہیں۔[۴۰] کتبِ فقہ کی جن شروح وحواشی کو نصاب کی مددگار

کتب کی حیثیت دی گئی ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں: حاشیہ علی شرح وقایہ (نامعلوم مصنف)، وجیہ الدین گجراتی کی حاشیہ علی الہدایہ اور حاشیہ علی التلویح۔ ۱؎ ان کتب کے علاوہ عہدِ وسطیٰ کے علماء کی دو کتب اور ہیں جنھیں درس نظامی کے نصاب کا حصہ قرار دیا گیا۔ محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مسلم الثبوت اور ملا احمد جیون (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء) کی نور الانوار۔ ۲؎ اسی عہد میں عمومی کتب فقہ، شروح وحواشی، فتاویٰ کے مجموعے، رسائل وکتابچے وغیرہ کثیر تعداد میں معرضِ وجود میں آئے۔ مغل دور میں بعض شہنشاہوں نے خود تصنیف وتالیف سے دلچسپی لی۔ چنانچہ عہدِ مغلیہ کے بانی بابر نے ترکی زبان میں مثنوی مُبین نامی رسالہ قلم بند کیا۔ ۳؎ کتابِ مذکور میں اسلام کی بنیادی تعلیم اور شریعت کے عام اصول کی وضاحت کی گئی ہے۔ فقہ بابری ۴؎ معروف بہ فتاویٰ بابری (بزبان فارسی) نور الدین قطب الدین الخوافی نے ۱۶۷۰ء میں تیار کرلی تھی۔ ہمایوں کے دورِ حکومت (۱۵۳۰-۱۵۵۶ء) میں بھی فتاویٰ کی بعض کتب فارسی زبان میں تیار کی گئیں، مثلاً امین بن عبید اللہ مومن آبادی نے ''فتاویٰ امینیہ'' ۱۵۴۱ء کے آس پاس تیار کیا۔ ۵؎ اسی طرح نصیر الدین لاہوری نے ''فتاویٰ براہنہ'' ۱۵۸۸ء میں تصنیف کی۔ ۶؎ تمام مغل شہنشاہوں میں اورنگ زیب عالم گیر کا دورِ حکمرانی (۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) فقہ کی ترقی کے لیے کافی اہم مانا جاتا ہے۔ بادشاہ خود بھی اسلامی علوم کا دلدادہ تھا اور اس نے فقہِ اسلامی میں بہت دلچسپی لی۔ اسی طرح نظامِ ریاست میں شریعت کے نفاذ کے سلسلہ میں اس کی مثبت کوششیں تاریخ کا اہم جزو ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین بادشاہ کی ذاتی سرپرستی اور خصوصی دلچسپی کا مظہر ہے۔ اس شاہکار عربی تصنیف کا سہرہ اصلاً علماء کی اس منتخب کمیٹی کو جاتا ہے جس کی سربراہی شیخ نظام الدین برہانپوری (م ۱۶۷۹ء) فرمارہے تھے۔ ۷؎ فتاویٰ عالمگیری متعدد ابواب وفصول پر منقسم ہے، اس میں باریک سے باریک مذہبی، سماجی، اقتصادی، فوجداری اور بین الاقوامی مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اس سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع رہا

ہے۔اس کے علمی استناد کی وجہ سے علماء، فقہاء، قضاۃ اور مفتیان حوالوں کے لیے اس کا سہارا لیتے ہیں اور اپنا موقف متعین کرنے میں اس سے مدد لیتے ہیں۔معاصر ہندوستان کے قضاۃ بھی مسلم پرسنل لاء سے متعلق مسائل میں فتاویٰ عالمگیری سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔کہا جا سکتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی حیثیت احناف کے درمیان ہدایہ جیسی ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ کئی زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت میں اس کا اردو اور فارسی ترجمہ ہو چکا ہے۔اس کا اردو ترجمہ سید امیر علی ۸۹ نے کیا اور اس کے منتخب ابواب کا انگریزی ترجمہ این-بی-اے بیلی نے بعنوان A Digest of Muhammadan Haneefea and Islamic Law in India کر دیا ہے۔عہدِ مذکور کے دیگر مجموعہ ہائے فتاویٰ کے نام یہ ہیں: ''مختصر الفتاویٰ'' نامی کتاب عبدالحمید بن عبداللہ ٹھٹھوی نے لکھی۔اس کو فتویٰ شافی بھی کہتے ہیں۔۹۰ ''فتاویٰ سراجیہ'' بھی اسی عہد کی اہم تصنیف ہے جسے تابع محمد بن محمد سعید لکھنوی نے ۱۷۰۸ء میں تیار کیا تھا۔۹۱ عمومی کتبِ فقہ میں ''مجمع البرکات'' کا ذکر بھی ضروری ہے جسے ابو البرکات بن رکن الدین دہلوی نے اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تصنیف کیا اور اس کے نام معنون کیا تھا۔ اس کتاب میں فقہ کی جزئیات پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔ کتابِ مذکور کی خاص بات یہ ہے کہ حوالوں کے لیے اس میں ان کتب کا انتخاب کیا گیا ہے جو عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان میں معرضِ تصنیف میں آئیں، مثلاً فتاویٰ تاتارخانیہ، خزانۃ الروایات اور فتاویٰ حمادیہ وغیرہ۔

جن تعبدی مسائل میں قرنِ اول کے صحابہ و تابعین میں جو اختلافِ رائے و عمل پایا جاتا تھا وہ آج تک جاری و ساری ہے۔ مغل دور کے قابلِ احترام علماء و فضلاء کے درمیان بھی یہ اختلافات موضوعِ بحث رہے۔مثلاً رفع یدین قرأۃ خلف الامام، آمین بالجہر، زیارتِ قبور وغیرہ کے مسائل۔ ان کے علاوہ دیگر مذہبی و سماجی امور پر، جو اس وقت سماج میں پائے جاتے تھے،

علیحدہ علیحدہ کتابچے اور رسائل تیار کیے گئے، مثلاً شراب نوشی، نشیلی اشیاء کا استعمال، قمار اور جوا بازی، موسیقی، گانے اور اکابر مرحومین سے دعا ومناجات وغیرہ۔ ان موضوعات کا احاطہ کرنے والی چند کتب کے نام یہ ہیں: عصمت اللہ سہارنپوری (م ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء) کی رسالہ حرمت الغناء والمزامیر اور حدّ الغنا فی حرمت الغنا، حسین خباز کاشمیری کی ہدایۃ الاعمیٰ فی مبحث السماع، نور اللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) کی رسالہ فی نجاسۃ الخمر وغیرہ۔ مذکورہ عہد میں فرائض ومیراث پر بھی متعدد کتب لکھی گئی ہیں۔ ہندوستان میں بالخصوص ہندو مسلم تعلقات کی وجہ سے یہ مسئلہ پیچیدہ تھا اور اس کی گرہ کشائی آسان نہ تھی، لیکن علماء نے اس کی گتھیوں کو سلجھانے کی سعی کی۔ اس مسئلہ پر درج ذیل کتابیں روشنی ڈالتی ہیں: عبدالاول زیدپوری (م ۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء) کی نظم الفرائض السراجیہ، عبداللہ بن عبدالباقی نقش بندی (م ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء) کی رسالہ فی الفرائض، قاضی رکن الدین کیرانوی (م ۱۲۲۸ھ/ ۱۶۳۷ء) کی رسالہ فی المواریث وغیرہ۔

اصولِ فقہ، علمِ فقہ کا اہم حصہ ہے۔ اس فن کے ذریعہ فقہ کے مصادر، فقہی جزئیات کی تفتیش اور مسائل کا استقصاء نیز شریعت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ فقہ کے اس باب سے عوام الناس کے مقابلے میں فقہاء، قضاۃ، مفتیان اور اساتذہ کثرت سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ مغل دور کے علماء کرام اس کی فضیلت سے واقف تھے اور اس میدان میں ان کی گراں قدر تصنیفات اہلِ علم کے لیے روشنی فراہم کرتی ہیں۔ اس موضوع کے منتشر اجزاء کو ایک فصل میں بیان کردیا گیا ہے۔ اس فن کی قابلِ ذکر کتب تحریر کی جاتی ہیں: کتاب المفسّر فی الاصول اور محکم الاصول از امان اللہ بن نور اللہ (م ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۱ء)، مختصر فی الفروع از حبیب اللہ قنوجی (م ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء) تنویر الحق از قطب الدین دہلوی (م ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) وغیرہ۔

عہد مغلیہ میں علماء کی بحث وتمحیص کا موضوع یہ مسئلہ بھی رہا کہ کسی مخصوص مکتبِ فکر کا

عامل دوسرے مکتبِ فکر سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہے یانہیں؟ اس سلسلے میں دوعلماء کرام کی تحریریں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک حمید بن عبداللہ ابراہیم السندی (م ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء) ہیں جنھوں نے القول الحسن فی جواز الاقتداء بالامام الشافعی فی النوافل والسنن لکھی۔[۵۱] دوسرے عالمِ دین رحمت اللہ سندھی (۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) ہیں، آپ نے رسالہ فی الاقتداء بالشافعیہ والخلاف بذٰلک لکھ کر اس موضوع کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ بعد کے دور میں حضرت اشرف علی تھانوی نے بھی اس مسئلہ کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔

عہدِ مذکور کی فقہی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ بعض کتابوں میں فقہ حنفی اور اس کے بانی امام ابوحنیفہ کی عظمت کا اظہار ہوا ہے۔ یہ غالباً فقہ حنفی سے عوام کی وابستگی کو باقی رکھنے اور کبھی کبھی اظہارِ تفاخر کے لیے لکھی گئیں۔ اس سلسلہ میں دو کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی فتح المنان فی تائید النعمان [۵۲] اور دوسری مولانا میر کلاں اکبرآبادی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کی الاثمار الجنیۃ فی اثمار الحنفیہ۔

علمِ فقہ کے ان مختلف النوع مسائل ومباحث کے علاوہ علماء ہند نے عہدِ مغلیہ میں شروح وحواشی کی تیاری میں گہرے نقوش چھوڑے، چنانچہ ذیل میں چند معروف ومتداول شروح اور ان کے شارحین کے نام درج کیے جاتے ہیں: نور الانوار فی شرح المنار از ملا احمد جیون (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء)، شرح البسیط فی الفرائض اور شرح علی اصول البزدوی از وجیہ الدین گجراتی، شرح الحسامی از یوسف بنانی لاہوری (م ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء)، فتح القدیر شرح الہدایہ از قاضی محمد عیسیٰ جونا گڑھی (م ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۱۹ء)، شرح الفرائض السراجیہ از عبدالاول زید پوری (م ۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء)۔ شروح کو مزید مفید بنانے کے لیے علماء نے ایک نئے فن کو فروغ دیا جسے حواشی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور کے تیار کردہ بعض مشہور ومعروف حواشی کا ذکر بے محل نہ ہوگا، مثلاً الٰہ داد جونپوری (م ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) کی فصول الحواشی لاصول الشاشی، قاضی عبدالنبی

احمد نگری (۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء) کی حاشیہ الحسامی اور حاشیہ علی الفرائض السراجیہ، وجیہ الدین گجراتی کی حاشیہ علی اصول البزدوی، عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کی حاشیہ علی الھدایہ اور عصمت اللہ سہارنپوری (م ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء) کی حاشیہ علی شرح الوقایہ۔

اسلامی ریاست کے نظم ونسق میں عدلیہ کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی زمانہ سے لے کر آج تک مسلم ریاست اس پہلو پر زور دیتی رہی ہے۔ عہدِ مغلیہ میں حکمرانوں نے پوری ریاست میں عدالت کا نظام مستحکم رکھا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں فقہِ اسلامی کی ترقی بھی ہوئی۔ ۵۳ ریاست کے اس مخصوص ادارہ نے فقہِ اسلامی سے حکمرانوں کی دلچسپی کو دوچند کر دیا؛ کیونکہ فن فقہ وفتاویٰ میں مہارت قاضی ومفتی کی حیثیت سے تقرری کے لیے شرط لازم قرار پائی۔ اسی طرح دیگر مذہبی اور عدالتی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اس فن کی اہمیت تسلیم کی جاتی تھی۔ ایک طرف فضلاء وعلماء کے اندر عدالتی رہنمائی اور ریاست کی خدمت کرنے کی خاطر اس فن سے دلچسپی کا رجحان عام ہوا، وہیں دوسری طرف مفتیان وقضاۃ کی مدد ورہنمائی کرنے کی خاطر بے شمار کتب تصنیف کی گئیں۔ اسی طرح فتویٰ نویسی اور تنازعات کا تصفیہ کرنے کے اصول وضوابط مرتب کیے گئے جس کے نتیجے میں فتاویٰ کے بے شمار مجموعے تیار ہو گئے۔ اس میدان میں، جیسا کہ گذر چکا، اس عہد کا شاہکار کارنامہ فتاویٰ عالمگیری کی تصنیف ہے۔

فصل سوم: نوآبادیاتی دور کی فقہی خدمات:

اورنگ زیبؒ کی وفات سے عہدِ مغلیہ کا زوال شروع ہوتا ہے۔ بعد کے نااہل حکمرانوں اور مرکزی ریاست کی کمزوری نے سیاسی میدان میں جمود وتعطل اور انارکی وبےچینی کی فضا عام کر دی۔ لیکن علمی فضا پر اس رویے کا ناخوشگوار اثر رونما نہیں ہوا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد کے عبوری دور (۱۷۰۷-۱۸۵۷ء) میں بعض ممتاز علماء نے اسلامی علوم خصوصاً فن فقہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ایسے علماء کی فہرست میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے

فاضل فرزندگان اور علماء فرنگی محل کی خدماتِ جلیلہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔[۵۴] شاہ ولی اللہ کے علاوہ عبدالعلی بحرالعلوم (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) خادم احمد فرنگی محلی (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) اور عبدالحلیم فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) وغیرہ فتویٰ نویسی اور فقہی کتب کی تصنیف کے سلسلہ میں معروف ہیں۔ مزید برآں اہلِ علم کے لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ اس زمانے کا مدرسی نصاب بڑی حد تک درس نظامی پر مشتمل تھا جس کی بنیاد نظام الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) نے رکھی۔[۵۵] درس نظامی کے نصاب میں فقہ کی جو کتب شامل تھیں ان کے نام یہ ہیں: شرح وقایہ، ہدایہ، نور الانوار، التوضیح والتلویح اور مسلم الثبوت۔ آخری کتاب جس کے مصنف محبّ اللہ بہاری ہیں، ہندوستان میں اصول فقہ پر مصنفہ کتب میں امتیازی شان کی حامل ہے۔ اس سے اخذ و استفادہ بعد کے ادوار کے اساتذہ کرام بھی کرتے رہے، اس کا نصاب میں صدیوں تک شامل رہنا اور اس کے پے در پے متعدد شروح کا تیار کیا جانا اس کی اہمیت کی دلیل ہے۔ دوسری طرف نظام الدین سہالوی نے ملا جیون کی نور الانوار کو نصاب کا حصہ بنا کر ہندی نژاد عالم کی علمی کاوش کو دوام بخش دیا۔[۵۶]

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور ان کا سماجی و سیاسی منظر نامے پر حاوی ہو جانا نئے نئے مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہوا، جن کا حل علماء کرام نے شریعت کے نقطۂ نگاہ سے تلاش کرنے کی سعی بلیغ کی۔ مسائل کی لمبی فہرست میں سے چند کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی اور سائنس کی تعلیم کا حصول، انگریزوں کی ماتحتی میں ملازمت، ان سے سود لینا، اکل و شرب اور لباس میں ان کے طور طریقوں کو اختیار کرنا، ہندوستان کی شرعی حیثیت، سماجی تعلقات اور غیر مسلموں سے معاشی لین دین وغیرہ۔[۵۷] یہ سارے مسائل عموماً فتویٰ و استفتاء کی شکل میں فتاویٰ کے مدوّن مجموعوں میں مل جاتے ہیں۔ مثلاً اس دور کے یادگار مجموعوں میں محمد اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) کی ''افتائے ہندی'' اور مفتی شرف الدین رامپوری (م ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) کی

’’الفتاویٰ الشریفیہ‘‘ کافی معروف ہیں۔ چند کتب فنِ فتویٰ نویسی اور اس ذیل میں مفتی کے لیے ضروری شرائط کی بابت بھی تصنیف کی گئیں۔ مثلاً خادم احمد فرنگی محلی (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) کی ’’زاد الفتویٰ فی آداب الفتویٰ‘‘ ۵۸ اس ذیل کی اہم کتاب ہے۔

مابعد مغلیہ عہد کے علماء کرام ہمیشہ کی طرح سماجی مسائل کے حل کرنے میں لگے رہے، جس کا اندازہ فتاویٰ کے مجموعوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے لیکن دوسری طرف انھوں نے نئے مسائل کے لیے الگ الگ تصنیفات بھی قلم بند کیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ چیزیں پڑھی اور اخذ کی جا سکیں۔ چنانچہ گاؤں میں جمعہ کی نماز کا قیام، وقتی شادی (متعہ) صوفیاء و اکابرینِ امت کی قبروں کی زیارت کے اصول و آداب، آدابِ طعام و لباس، لاٹری، اور کمرشیل سود وغیرہ مسائل پر باضابطہ تصنیفی کام الگ الگ کتابچوں کی شکل میں ہوا۔ چند کتب کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

نشوۃ الارتیاح فی بیان حقیقۃ المیسر و القداح از مرتضیٰ زبیدی (م ۱۷۹۱ء) رسالہ حرمت و اباحت سرود، رسالہ حرمتِ متعہ اور رسالہ فی تحریم الغنا از ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۸۱۰ء)، رسالہ فی اثبات الجمعۃ و الجماعۃ از سید دلدار علی (م ۱۸۱۹ء)، رسالہ فی جواز الاستغاثۃ و المیلاد از محمد عابد سندھی (م ۱۸۱۴ء)، غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان از محمد مبین لکھنوی (م ۱۸۴۲ء)، رسالہ زیارت القبور از جلال الدین برہانپوری (م ۱۸۵۷ء)، نور الایمان بزیارتِ آثار حبیب الرحمٰن اور عمدۃ التحریر فی بیان مسائل اللون و اللباس و الحریر از عبد الحلیم فرنگی محلی (م ۱۸۶۸ء)۔

قانونِ فوجداری پر جو کتب تصنیف کی گئیں ان میں جامع التعزیرات من کتب الثقات مؤلفہ سراج الدین علی خان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۵۹ اس کتاب میں جرائم اور ان کی سزائیں اور مقاصدِ شریعت کی تنفیذ سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم قانونِ فوجداری کے لیے ہندوستان کی حکومتِ برطانیہ اس کتاب کو قانون کا درجہ دیتی تھی، فقہ حنفی کے مطابق جرائم اور اس کی تمام جزئیات سے بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔

عہد مذکور میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار تھی، البتہ دیگر مکاتبِ فقہ کے حاملین بھی جنوبی ہندوستان اور سندھ کے علاقوں میں پائے جاتے تھے، ان علماء نے اپنے اپنے مسلک کے مطابق فقہ پر کتابیں قلم بند کیں۔ تین کتابیں کافی معروف ہیں۔ الباض الجامع فی اقوال الفقہاء از محمد ہاشم سندھی (م ۱۱۴۸ھ/۱۷۶۰ء) کفایۃ المبتدی فی فقہ الشافعی از محمد غوث مدراسی (م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء) اور الفوائد الصبغیۃ فی فقہ الشافعیۃ از عبداللہ بن صبغۃ مدراسی (م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء)۔

اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں اہلِ حدیث مسلک کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ فقہی دبستان میں یہ کوئی انفرادیت قائم نہیں کر سکا، لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس مسلک کے علماء ذی کمال نے مسائل شریعت کے حل کے لیے اصول وضوابط وضع کیے جو دیگر معروف مکاتبِ فقہ سے جدا ہیں۔ ۶۰ مذکورہ مسلک کے ابتدائی فقہاء میں مولانا فاخر زائرؔ الہ آبادی (م ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء) تسلیم کیے جاتے ہیں، لیکن تاریخی طور پر باضابطہ الگ مکتبِ فقہ کی حیثیت سے اہلِ حدیث جماعت کا نشوونما ۱۸۳۱ء کے بعد ہوا ہے، جس کی باضابطہ داغ بیل ۱۹۰۶ء میں ڈالی گئی اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ ۶۱ مولانا فاخر زائرؔ نے فارسی میں ایک منظوم رسالہ رفع یدین کے موضوع پر لکھ کر نماز میں اس کے مسنون ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس رسالہ کا عنوان ہے: منظومۃ قرۃ العینین در اثبات سنت رفع یدین۔ ۶۲ مذکورہ مکتبِ فکر کے فقہی اصول وضوابط کی تعبیر وتشریح اور ترویج واشاعت میں شاہ اسماعیل شہیدؒ (م ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) کا کردار تاریخی ہے۔ آپ نے تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ۶۳ میں اصولی گفتگو فرمائی ہے۔ مسلکِ اہلِ حدیث کے درمیان اس کتاب کو اصولِ فقہ کی تفہیم وتشریح کے لیے مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ تقلید کے خلاف تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ کسی بھی صحیح اور راجح حدیث کی موجودگی میں مخصوص امام کی اتباع صحیح نہیں ہے۔ ۶۴ احناف اور

اہلِ حدیث علماء کے درمیان چند عباداتی مسائل میں اختلاف رہا ہے۔ دونوں مکاتب کے ائمہ و فقہاء نے اپنے موقف کی تائید اور دوسرے کی مخالفت میں کتابچے اور رسائل لکھے۔ چند اختلافی مسائل کے ذکر سے اس امر کی وضاحت ہو سکے گی: فاتحہ خلف الامام، سورۂ فاتحہ کے آخر میں آوازِ بلند آمین کہنا، رکوع سے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو کانوں تک لے جانا (رفع یدین) اور مسح علی الخفین، رکعات تراویح وغیرہ۔ ان موضوعات پر اس عہد میں عربی زبان میں جو کتب تصنیف کی گئیں ان میں قابلِ ذکر کتب یہ ہیں بقرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین از فاخر الہ آبادی بن یحییٰ عباسی (م ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ء)، تنقیح الکلام عن قرأۃ خلف الامام، رسالہ وضع الیدین تحت السرۃ اور کشف الرین عن مسائل رفع الیدین از محمد ہاشم سندھی (م ۱۷۶۰ء)، غایۃ الکلام فی قرأۃ خلف الامام از محمد معین لکھنوی (م ۱۸۴۲ء)، رسالہ فی جواز مسح علی الخفین از محمد قلی حسین (م ۱۸۴۴ء)، رسالہ منع قرأۃ الفاتحہ خلف الامام از خرم علی بلہوری (م ۱۸۵۶ء)۔

عہدِ سلطنت کی مانند اس عہد میں فقہی اختلاف وافتراق کے اسباب و کیفیات پر علماء کرام نے بحث و مباحثہ کیا اور انھیں کتابی شکل دی۔ علماء کرام اور فقہاء عظام کے درمیان نیز امتِ مسلمہ کے مابین پائے جانے والے اختلافات کے اسباب پر عالمانہ وفاضلانہ مقالہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۷۶۲ء) نے لکھا جس کا نام "الانصاف فی اسباب الاختلاف" ہے۔ کتاب مذکور میں شاہ صاحب نے اپنے معاصر علماء کو مشورہ دیا ہے کہ چاروں فقہاء کرام حق پر ہیں، قدر کے لائق ہیں، چنانچہ کسی ایک کی برتری وفوقیت اور دوسرے کی تخفیف صحیح طرزِ عمل نہیں ہے۔[۶۵] اسی موضوع پر بعض اور کتابیں تصنیف کی گئیں، مثلاً ایقاف علی سبب الاختلاف از محمد حیات سندھی (م ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء)، ازالۃ الغمہ فی اختلاف الائمہ از محمد حیات غوث مدراسی (م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء) بعض کتابوں میں اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ کیا کسی خاص امام کا مقلد دوسرے امام کی تقلید کر سکتا ہے۔ چنانچہ اقتداء بالمخالفین (از محمد حیات سندھی) اسی قبیل کی

تصنیف ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں اجتہاد وتقلید پر علماء کی مجالس میں زوردار بحثیں ہوئیں، کیونکہ ان دونوں صدیوں میں تقلید کی طرف رجحان بڑھتا رہا اور شریعت کا اجتہادی ذوق گونا گوں مصالح کا شکار رہا۔٦٦ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس موضوع پر "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" جیسی کلیدی تصنیف تحریر فرمائی۔شاہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ معاصر علماء سے درخواست کی کہ مسائلِ شریعت کے استنباط واستخراج میں قرآن وحدیث سے براہِ راست رہنمائی حاصل کریں۔آپ نے شرائطِ اجتہاد اور مجتہدین کی اقسام نیز طریقہ اجتہاد کی وضاحت کی۔٦٧ عقد الجید نے ان دو صدیوں کے ائمہ کرام اور فقہاء عظام کو غور وفکر کے نئے زاویے اور گوشے فراہم کیے۔شاہ صاحب کے اس کارنامہ کا اثر یہ ہوا کہ انیسویں صدی میں علماء کا ایک گروہ اس فکر کا حامل ہوگیا کہ اجتہاد شرعی احکام کی تشریح وتعبیر اور نفاذ وعمل کے لیے ضروری ہے۔چنانچہ اس طرح کے علماء میں دو نام قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے عربی زبان میں اپنی تصانیف کے ذریعہ اس فکر کی تائید وتوثیق کی۔ایک عبدالحق نیوتنوی (م ١٨٦٠ء) جنھوں نے الرسالہ فی ابطال التقلید لکھی، دوسرے عبداللہ صدیقی الہ آبادی، جنھوں نے السیف الحدید فی قطع المذاہب والتقلید حوالۂ قلم کی۔٦٨

دیگر مسالکِ فقہ کی طرح ان دونوں صدیوں میں اہل تشیع نے بھی عربی زبان کے ذریعہ فقہ کی ترقی میں حصہ لیا، خصوصیت کے ساتھ اجتہاد جیسا اہم عنوان اس حلقہ میں گفتگو کا موضوع بنا۔ چنانچہ سید دلدار علی (م ١٨٢٠ء) اور ان کے صاحبزادے محمد بن دلدار علی (م ١٨٦٨ء) نے قیاس کے خلاف اور اجتہاد کے احیاء کی بات کی اور 'اساس الاصول' اور 'احیاء الاجتہاد لارشاد العباد' تحریر کی۔٦٩

علماء ہند کی ان فقہی خدمات کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ خدمات

اپنی وسعت وضخامت کے اعتبار سے کافی وقیع قرار دی جاسکتی ہیں، ان میں سے بیشتر کئی کئی مجلدات میں ہیں۔ لیکن طرزِ تحریر میں قدامت پسندی کا عنصر غالب ہے۔ کام کا بڑا حصہ تشریحات، توضیحات اور مشکل عبارتوں کے حل پر مشتمل ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی بڑی حد تک صحیح ہے کہ ان تمام تصنیفات میں تقلیدی ذوق ابھرا ہوا ہے۔ مسائل کی تشریح کے دوران فقہاء اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ معروف حنفی علماء کی آراء سے استفادہ کریں اور عہدِ قدیم کی معتبر حنفی کتب کے حوالے دیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے براہِ راست اخذ و استفادہ اور استشہاد کی کوششیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اس عہد کے ضخیم فتاویٰ کے مجموعوں میں بہت سے ایسے مسائل پر بھی بحث ملتی ہے جن کا تعلق وقت کے سماجی، معاشی اور حکومتی معاملات سے تھا۔ یہ وہ مسائل تھے جو عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان میں ہندو مسلم تعلقات اور بعد میں برطانوی حکومت کے استحکام کی وجہ سے ابھرے تھے۔ بعض جدید مسائل، جو اس عہد کی فقہی کتب میں پائے جاتے ہیں، یہ ہیں: نماز میں متنِ قرآن کو فارسی میں پڑھنا، نکاح وطلاق کے لیے فارسی جملوں کا استعمال، ہندوؤں کی شرعی حیثیت، موسیقی کا استعمال، نا اہل حکومتی کارندوں کی سرزنش، ہنڈی کا استعمال، بعض مسکر ونشہ آور چیزوں کا استعمال، غیر مسلموں کے ماتحت روزگار حاصل کرنا، انگریزوں سے لین دین، شیعہ واہل سنت کے مابین نکاح، انگریزی اور سائنس کی تعلیم کا حصول وغیرہ۔

حواشی وتعلیقات:

۱ المحامی صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، دار الکشاف، دمشق، ۱۹۵۲ء، ص ص ۳۳، ۳۶، ۳۸، ۴۲، الشیخ محمد الخضری بک، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، ۱۹۳۹ء، ص ص ۱۸۱، ۲۲۹، ۲۳۹، ۲۶۰، ۳۰۴، ۳۰۹۔

۲ ریاست علی ندوی، عہد اسلامی کا ہندوستان، ادارۃ المصنفین، پٹنہ، ۱۹۵۰ء، ص ۵۵

۳ قاضی اطہر مبارک پوری، رجال السند والہند الی القرن السابع، کطلیر کی بازار بمبئی، ۱۹۵۸ء، ص ۵۶

۴ رجال السند والہند، ص ۱۰۴

۵ رجال السند والہند، ص ۲۰۶

۶ القلقشندی، صبح الاعشیٰ، قاہرہ، ۱۹۱۵ء، حصہ پنجم، ص ۶۹، شہاب الدین العمری، مسالک الابصار، انگریزی ترجمہ، علی گڑھ، ۱۹۴۳ء، ص ۲۴، مزید دیکھئے عزیز احمد، این انٹلکچول ہسٹری آف اسلام ان انڈیا، اڈن برگ، ۱۹۶۹ء، حصہ ہشتم، ص ۴

۷ عبدالحئی، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، دمشق، ۱۹۵۸ء، ص ۱۱

۸ حمید قلندر، خیر المجالس، ترجمہ و تصحیح خلیق احمد نظامی، علی گڑھ، ۱۹۵۹ء، ص ص ۱۲، ۳۴

۹ امیر خورد، سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص ۲۵۶

۱۰ فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، نول کشور لکھنؤ، ۱۹۰۶ء، ص ۳۰۵، خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۸ء، ص ۳۸۹

۱۱ منہاج السراج، طبقات ناصری، کابل، ۱۹۶۳ء، ص ۱۷۵، یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ، ۱۹۳۱ء، ص ص ۱۱۵، ۱۱۶، شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ص ۱۲۱، ۱۲۹–۱۳۰

۱۲ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ص ۲۹۰–۲۹۶

۱۳ صبح الاعشیٰ، بحولہ بالا، حصہ پنجم، ص ۹۵

۱۴ ضیاء الدین برنی، بحولہ بالا، ص ص ۲۹۰–۲۹۶، ۵۱۰–۵۱۱

۱۵ ابن بطوطہ، الرحلۃ، قاہرہ، ۱۹۲۸ء، ص ۴۳، مسالک الابصار، بحولہ بالا، ص ص ۹۵–۹۷

۱۶ ضیاء الدین برنی، بحولہ بالا، ص ۵۵۹، عفیف، بحولہ بالا، ص ۱۷۹

۱۷ ضیاء الدین برنی، بحولہ بالا، ص ص ۴۶۴–۴۶۵

۱۸ عفیف، بحولہ بالا، ص ۳۸۳–۳۸۴

۱۹ محمد عبدالقادر، الجواہر المضیئۃ، حیدرآباد، ۱۳۳۲ھ، جلد دوم، ص ۱۵۷ (۴۸)

۲۰ عبدالحئی، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، حیدرآباد، ۱۹۶۲ء، جلد اول، ص ۶۹، محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، لاہور، ۱۹۷۴ء، جلد اول، ص ۱۰۷

۱۔ محمد ظفیر الدین، تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۰ء، جلد اول، ص۲۹۹، نمبر (۲۶) ۱۴۵/ ۳۸۲، پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی، سوشیو اکنامک ڈائمنشن آف فقہ لٹریچر ان میڈیول انڈیا، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۵

۲۔ محمد اسحاق بھٹی، فقہائے ہند، حصہ اول، بحولہ بالا، ص۱۳۵، لاہور، ۱۹۷۴ء

۳۔ پروفیسر ظفر الاسلام، ہمدرد اسلامکس، سہ ماہی، ہمدرد فاؤنڈیشن، پاکستان، ۱۹۹۷ء، XX:1، اوریجن اینڈ ڈیولپمنٹ آف فتاوی کمپائلیشن ان میڈیول انڈیا، جلد ۲۰، شمارہ ۱، ص۸۔ فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، مرتبہ احمد علی خاں شوق رام پوری میں اس فتاویٰ کا انتساب غلطی سے غیاث محمد سلطان بن ملک شاہ سلجوقی کی طرف ہوگیا ہے جس نے شام اور آذربائیجان میں حکمرانی کی تھی۔ دیکھئے: جلد دوم، ص۳۸۲، نمبر ۲۹۶۹/ ۶۸۶۔ فتاویٰ غیاثیہ، المطابع الامیریہ بولاق (مصر) سے ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے جس کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں موجود ہے۔

۴۔ دیکھیے: کتب خانہ ریاست رامپور، جلد اول، بحولہ بالا، ص۲۲۷، مخطوطہ نمبر ۳۹۸، کل اوراق ۴۷

۵۔ ملاحظہ ہو: فہرست کتب عربی و فارسی، مخطوطہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، مرتبہ عبدالحمید، مخطوطہ نمبر ۱۷۴۹، تعارف مخطوطات دارالعلوم بحولہ بالا، مخطوطہ نمبر ۳۰۴/ ۶۸، فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، مخطوطہ نمبر ۵۲-۳۵۱۔ فہرست کتب عربی، فارسی و اردو، مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی عثمانیہ، حیدرآباد، ۱۳۴۷ء، مخطوطہ نمبر ۱۱۷/ ۲

۶۔ خزانۃ الروایات کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، یونیورسٹی، عربیہ مذہب (۲) نمبر ۶۶ کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے کل اوراق ۱۹۵ ہیں۔

۷۔ عبدالحئی، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند (دمشق، ۱۹۸۵ء، ص ص ۱۰۵-۱۰۷

۸۔ فقہائے ہند اول، بحولہ بالا، ص ۲۶۴، رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء، ص۱۶۰

۹۔ غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام حیدرآباد، ۱۹۱۳ء، اول، ص ص ۱۸۰-۱۸۲۔ غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء، ص ص ۲۸-۲۹۔ تذکرہ علمائے ہند، بحولہ بالا، ص ۱۶۲۔ حدائق الحنفیہ، بحولہ بالا، ص ص ۲۵۲-۲۵۵، صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، مطبع صدیقی، بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ص ص ۸۹۰-۸۹۱، نزہۃ الخواطر، اول، بحولہ بالا، ص ۱۰۵، فقہائے ہند، اول، بحولہ بالا، ص ۱۸۴

۳۰۔ محمد نظام الدین، کیٹلاگ آف عربک مینوسکرپٹ ان دی سالار جنگ کلکشن، دائرۃ معارف عثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۷۲ء، مخطوطہ نمبر ۲۱ / ۱۰، نیز دیکھیے محمد ظفیر الدین، تعارف مخطوطات، جلد اول، محولہ بالا، ص ۱۸۸

۳۱۔ عبدالحمید اور اے آر بیدار، کیٹلاگ آف دی عربک اینڈ پرشین مینوسکرپٹس ان دی خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۴ء، جلد ۳۳، ص ۱۲، مخطوطہ نمبر ۱۷۱۴۔ تعارف مخطوطات، دیوبند، محولہ بالا، اول ص ۲۱۰

۳۲۔ اوٹو لوتھ، اے کیٹلاگ آف دی عربک مینوسکرپٹس ان دی لائبریری آف دی انڈیا آفس، لندن، ۱۸۷۷ء، حصہ دوم، ص ۱۸۷۵، کل اوراق ۱۲، ایم مظفر الحق اور ایم اسحاق، کیٹلاگ آف عربک مینوسکرپٹس ان دی کلکشن آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ، ۱۹۵۱ء، نمبر ۴۸۲، نیز ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر، دوم، محولہ بالا، ص ۹۲، زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، (اردو ترجمہ از شاہد حسین رزاقی)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۹۳، شمس تبریز خاں، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۹۳

۳۳۔ تصدق حسین نیشاپوری، فہرست کتب عربی، فارسی و اردو، مخزونہ کتب خانہ آصفیہ، سرکار عالی، دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، حصہ اول، ص ۱۴، حصہ دوم، ص ۱۰۹۶

۳۴۔ ضیاء الدین برنی، محولہ بالا، ص ۲۹۰، صبح الاعشیٰ، محولہ بالا، ص ۶۹، مسالک الابصار، محولہ بالا، ص ۲۷، سوشیوا کنا مک ڈائمنشن آف فقہ لٹریچر ان میڈیول انڈیا، محولہ بالا، ص ص ۱-۵

۳۵۔ عالم بن العلا اندرپتی، الفتاویٰ التاتارخانیہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۴ء، اول ص ص ۱۷۹، ۲۲۱، دوم ۵۷، ۸۲، چہارم ۱۸، ۱۵، ۴، قاضی جگن گجراتی، خزانۃ الروایات، (مخطوطہ)، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ یونیورسٹی، عربیہ مذہب (۲) نمبر ۶۶ ورق ۲۱ ب، ۲۷ ب، ۶۶ الف

۳۶۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص ۲۸۵

۳۷۔ ابن بطوطہ، الرحلۃ، محولہ بالا، ص ص ۸۱-۸۲

۳۸۔ عبدالحمید لاہوری، بادشاہ نامہ، کلکتہ، ۱۸۶۷ء، جلد اول ص ص ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۳۔ دوم، ص ۵۵، محمد کاظم، عالمگیر نامہ، کلکتہ، ۱۹۶۸ء، ص ص ۱۰۸۵-۱۰۸۶، محمد علی خاں، مرأۃ احمدی، مطبع فتح الکریم، بمبئی، ۱۳۰۷ھ، جلد اول، ص ص ۲۷۲، ۳۰۹، ۳۶۳، ۴۰۸، مآثر الکرام جلد اول،

ص ص ۲۲۱-۲۲۲

۳۹ے حوالہ سابق، مزید دیکھئے: عبدالمجید سالک، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص ص ۲۲۵، ۲۸۱

۴۰ے جی ایم ڈی صوفی، المنہاج، ادارہ ادبیات دلی، دہلی، ۱۹۴۱ء، ص ۴۹

۴۱ے شبیر احمد قادری، عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں، نظامی پریس لکھنؤ، ۱۹۸۲ء، ص ۱۲۰

۴۲ے عربی زبان و ادب، بحولہ بالا، ص ۴۷، شبلی نعمانی، درس نظامی، مقالات شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء، جلد سوم، ص ص ۱۰۰، ۱۰۳، مزید دیکھیے: ثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، بحولہ بالا، ص ۱۶، مسلم الثبوت کے مخطوطات کے متعدد نسخے مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ میں موجود ہیں، مثلاً فرنگی محل کلکشن، حبیب گنج کلکشن، سلیمان کلکشن وغیرہ۔ اس کے دیگر نسخے خدا بخش لائبریری، پٹنہ، انڈیا آفس لندن وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ملا احمد جیون کی شرح نور الانوار، افضل المطابع سے ۱۸۸۸ء میں ۲۵۶ صفحات کے اندر شائع ہوچکی ہے۔ اس کے مخطوطات کے متعدد نسخے مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ میں سلیمان کلکشن، یونیورسٹی کلکشن، یونیورسٹی ضمیمہ کلکشن اور عبدالحی کلکشن کے تحت دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے دیگر نسخے انڈیا آفس لندن، خدا بخش لائبریری پٹنہ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، رضا لائبریری رام پور، دار العلوم دیوبند لائبریری اور آصفیہ لائبریری حیدر آباد میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اصول فقہ پر یہ دونوں کتابیں مصر سے بھی شائع ہوچکی ہیں۔

۴۳ے ایم-اے-غنی، اے ہسٹری آف پرشین لینگویج اینڈ لٹریچر ایٹ دی مغل کورٹ، دی انڈین پریس، الہ آباد، ۱۹۲۹ء، ۱/ ۱۰۵، مزید دیکھئے: المنہاج، بحولہ بالا، ص ۴۹، مذکورہ بالا کتاب کو در نقد مبین بھی کہا جاتا ہے۔ زین الدین خوافی (م ۹۴۰ھ/ ۱۵۳۳ء) نے مثنوی مبین کی فارسی میں ایک شرح بھی لکھی ہے۔ اسے مثنوی مبین کا نام بھی دیا گیا۔ مزید دیکھئے: صباح الدین عبدالرحمن، بزم تیموریہ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء، جلد اول، بحولہ بالا، ص ۱۶، ۲۶

۴۴ے عبدالمقتدر خان بہادر، کیٹلاگ آف دی عربک اینڈ پرشین مینوسکرپٹس ان دی اورینٹل پبلک لائبریری ایٹ بانکی پور، پٹنہ، ۱۹۲۸ء، جلد ۱۴، ص ۸۶، مخطوطہ نمبر ۱۲۲۷، مزید دیکھئے: بزم تیموریہ، اول، بحولہ بالا، ص ۲۸

۴۵ے ظفر الاسلام، ہمدرد اسلامکس، بحولہ بالا، ص ۱۰

۴۶ حوالہ سابق ،مزید دیکھئے: کیٹلاگ خدا بخش لائبریری پٹنہ، حصہ چودہ، مخطوطہ نمبر ۱۲۲۶

۴۷ محمد اکرم بادشاہ نامہ، کلکتہ، ۱۹۲۸ء، ص ص ۱۰۶۸-۱۰۸۷، خافی خاں، منتخب اللباب، کلکتہ، ۱۸۷۰ء، ص ص ۲۵۰-۲۵۱، ساقی مستعد خاں، مآثر عالمگیری، کلکتہ، ۱۸۷۱ء، ص ص ۲۲۹-۲۳۰۔

۴۸ یہ ترجمہ فتاویٰ ہندیہ کے نام سے دس جلدوں میں نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۴۹ یہ کتاب شاہ جہان آباد (موجودہ دہلی) میں ۱۰۶۸ء میں تصنیف ہوئی، اس کا ایک مطبوعہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں موجود ہے جس کا نمبر سبحان اللہ کلکشن نمبر ۳۱ / ۲۹۷ ہے، اس کے کل اوراق ۳۷۷ ہیں۔

۵۰ تعارف مخطوطات دارالعلوم دیوبند، جلد اول، بحوالہ بالا، ص ۱۸۳، مخطوطہ نمبر ۵۲ / ۲۸۸

۵۱ رضا لائبریری رام پور میں اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے، ملاحظہ ہو: فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، اول، بحوالہ بالا، ص ۲۳۸، مزید دیکھئے: نزہۃ الخواطر، پنجم، بحوالہ بالا، ص ۱۴۱، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، بحوالہ بالا، ص ۳۰۱

۵۲ فقہاء ہند، جلد چہارم، بحوالہ بالا، ص ۲۵۸

۵۳ عہد مغلیہ کے عدالتی نظام کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لیے ملاحظہ کریں: محمد اللہ، دی ایڈمنسٹریشن آف جسٹس آف مسلم لاء، ادارہ ادبیات دلی، دہلی، ۱۹۷۷ء، ص ص ۶۳-۸۸۔ اشتیاق حسین قریشی، دی ایڈمنسٹریشن آف دی مغل امپائر، کراچی، ۱۹۶۶ء، ص ص ۱۸۷-۲۰۶۔ ایم بشیر احمد، دی ایڈمنسٹریشن آف جسٹس ڈیورنگ دی مسلم رول ان انڈیا، ادارہ ادبیات دلی، دہلی ۱۹۷۷ء، ص ص ۴۱-۵۹۔

۵۴ اے-ڈی-مظفر، شاہ ولی اللہ، اے سینٹ اسکالر آف مسلم انڈیا، اسلام آباد، ۱۹۷۹ء، ص ص ۸۶-۱۲۵۔ مزید دیکھئے: محمد اکرام، رود کوثر، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ص ۵۵۰، ۵۶۰، ۵۶۸

۵۵ اورنگ زیب کے زمانہ میں فرنگی محل لکھنؤ کا ایک محلہ تھا جس میں ایک انگریز رہا کرتا تھا۔ قطب الدین سہالوی (م ۱۶۹۱ء) کو ان کی علمی برتری کے طفیل یہ محلہ عطیہ میں دے دیا گیا تا کہ اپنے علمی کاموں کو یکسوئی سے انجام دے سکیں۔

۵۶ ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، مطبع معارف، دارالمصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۷۱ء، ص ۹۹، رود کوثر، بحوالہ بالا، ص ص ۶۰۵-۶۰۷۔ مزید دیکھئے: عبدالحئی، اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (مترجمہ ابوالعرفان ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۱۸، مسلم الثبوت

پر تحقیقی مطالعہ کے لیے رجوع کریں: محترمہ ڈاکٹر ساجدہ حسین صاحبہ کا مقالہ بعنوان: برصغیر میں اصول فقہ کی ترویج و اشاعت میں قاضی محب اللہ بہاری کی علمی کاوشوں کا جائزہ، پیش کردہ، عالمی سیمنار بعنوان: جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، منعقدہ کیم تا ۳ر اگست ۲۰۰۹ء، زیر اہتمام: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۵۷ے شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی (تصحیح از عبدالاحد) مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ص ۸، ۱۲، ۱۷، ۳۲، ۹۱، ۱۱۴، ۱۱۶

۵۸ے تذکرہ علماء ہند، بحولہ بالا، ص ۵۶، حدائق الحنفیہ بحولہ بالا، ص ۴۷۶

۵۹ے سراج الدین علی خان ۱۸۰۵ء میں کلکتہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت جج کے منصب پر فائز تھے۔ مذکورہ کتاب مطبع عین الاعیان کلکتہ سے ۱۸۲۰ء میں طبع ہوئی۔

۶۰ے محمد ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ص ۱۶۸، ۱۸۷، ۱۹۰، ۲۰۵، ۲۰۸

۶۱ے مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، حیدرآباد دکن، ۱۳۷۱ھ، ص ۲۱۲، نیز دیکھیے: پروفیسر عزیز احمد کی انگریزی کتاب کا ترجمہ از ڈاکٹر جمیل احمد جالبی، ہندو پاک میں اسلامی جدیدیت، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۱۶۸

۶۲ے ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علماء اہل حدیث، برقی پریس، دہلی، ۱۹۳۱ء، جلد اول، ص ۳۳۷

۶۳ے تنویر العینین، مطبع مجتبائی، دہلی سے ۱۲۷۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ تعداد صفحات ۴۸

۶۴ے اسماعیل شہید، تنویر العینین بحولہ بالا، ص ۳۸

۶۵ے الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف (تصحیح عبدالفتاح ابو غدہ) بیروت، ۱۹۷۷ء، ص ص ۱۰۱، ۱۰۵

۶۶ے شاہ ولی اللہ، اے سینٹ اسکالر آف مسلم انڈیا بحولہ بالا، ص ۱۰۴

۶۷ے عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (مترجمہ محمد عبدالاحد) مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۴۴ھ، ص ص ۱۰۴۱ھ مزید دیکھیے: الانصاف فی بیان سبب الاختلاف بحولہ بالا، ص ص ۷۷، ۷۹، ۸۰-۸۱

۶۸ے نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم بحولہ بالا، ص ص ۳۱۲-۳۱۴

۶۹ے اساس الاصول، مطبع محمدیہ، ۱۲۶۴ھ، ص ص ۲۰۴، ۲۲۴، ۲۱۷، ۲۳۰، مزید دیکھیے: نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم بحولہ بالا، ص ۴۲۵، رود کوثر بحولہ بالا، ص ص ۶۱۶-۶۶۰

☆☆☆

باب دوم

عربی مخطوطات ومطبوعات کی موضوعاتی درجہ بندی
فقہاءہند کی خدمات کا مبسوط (الف بائی) اشاریہ

فصل اول: بنیادی کتابیں

۱- عمومی نوعیت کی بنیادی کتب فقہ

۲- ارکان اربعہ اور متعلقات

۳- خاندانی مسائل

۴- کتب برائے اقتصادیات

۵- کتب برائے تعزیرات

۶- مذہبی وسماجی رسم ورواج

۷- علم فقہ اور اصول فقہ

۸- اجتہاد وتقلید

۹- مسالک فقہ اور ان کے اختلافات

۱۰- عدالتی نظام

۱۱- متفرقات

فصل دوم: شروح

۱- عمومی کتب

۲- اصول فقہ

فصل سوم: حواشی وتعلیقات

۱- عمومی کتب

۲- اصول فقہ

فصل چہارم: برصغیر میں اصول فقہ کا ارتقاء

فصل اول:

۱-عمومی نوعیت کی بنیادی کتب فقہ

۱- افتائے ہندی، محمد اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء)(غیر موجود)،
ماخذ: تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۷۸، حدائق الحنفیہ، ص: ۴۷۴، ابجد العلوم، ص ۹۱۶-۹۱۷، نزهة الخواطر، ج ۷، ص: ۵۱-۵۳، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۸

۲- البیاض الجامع فی اقوال الفقہاء، معروف بہ البیاض فی الفقہ، محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء)، (مخطوطہ)، لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ج ۳۳/ ۷۰، مخطوطہ نمبر ۱۸۰۸ اور ۱۸۰۵، اوراق جلد اول: ۴۵۱، اوراق جلد دوم: ۲۹۱

۳- الفتاوی الاشرفیہ، سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی بن ابراہیم (م ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء)(غیر موجود)، ماخذ: اخبار الاخیار: ۲۳، نزهة الخواطر: ۳/ ۲۴، بزم

صوفیہ: ۵۱۶-۵۵۷

۴- الفتاوی التاتارخانیہ، عالم بن العلا الحنفی الاندرپتی الدہلوی (م ۷۸۶ھ/ ۱۳۸۴ء)، مخطوط/مطبوعہ، (۱) مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، ۱۴/۳۳، مخطوطہ نمبر ۱۷۱۵، اوراق ۴۷۵، (۲) کیٹلاگ رامپور، ۱/ ۲۲۲، نمبر ۳۶۰، ۳۶۱، اوراق بالترتیب ۸۵۶ اور ۹۸۲، (۳) آصفیہ حیدرآباد، ۲/ ۱۰۵۲، (۴) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر ۴۰۵، مآخذ: شمس سراج عفیف، تاریخ فیروزشاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء، ص ص ۳۹۱-۳۹۲، فقہاء ہند، ۱/ ۲۳۶، نزہۃ الخواطر، ۲/ ۶۷، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ، ص ص ۱۸۸-۱۸۹، طباعت: دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۸۴-۱۹۸۹ء، (چار جلدیں)۔

۵- الفتاوی الحمادیہ، ابوالفتح رکن الدین حسام الدین الحنفی الناگوری (م ۹۲۰ھ/ ۱۵۱۴ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) مولانا آزاد لائبریری، عبدالحئی نمبر ۱۳/ ۳۰۴، اوراق ۳۱۹، کتابت ۱۰۷۶ھ، (۲) مولانا آزاد لائبریری، حبیب گنج نمبر، ۱۰۱/ ۱۷، اوراق ۴۱۱، (۳) لائبریری دارالعلوم دیوبند، نمبر (۸۵) ۳۰۶/۷۰، اوراق ۲۷۸، (۴) مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، جلد نمبر ۳۳: ۲۰، مخطوطہ نمبر ۱۷۲۳، اوراق ۴۲۸، (۵) مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور لائبریری، جلد اول: ۲۲۲، مخطوطہ نمبر ۳۶۲، ۳۶۳، اوراق بالترتیب: ۵۹۰ اور ۷۱۰، (۶) آصفیہ لائبریری حیدرآباد، نمبر ۱۸، ۱۹، ۱۰۵، ۱۰۶، (۷) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۱۴۱/ ۵۸۴، اوراق: ۴۱۱، (۸) دارالمصنفین لائبریری، اعظم گڑھ، نمبر ۴۹، (۹) کتب خانہ ندوۃ العلماء نمبر ۲۰۸، بحر نمبر ۱۶۲، طباعت: ایشیاٹک لیتھوگرافک کمپنی، کلکتہ، ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء

۶- الفتاوی السراجیہ، ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق الہندی (م ۸۲۹ھ/ ۱۴۲۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: مفید المفتی: ۱۲۳، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۲۹۵، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۲۔

۷- الفتاوی العالمگیریہ، شیخ نظام برہانپوری (م ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء) (مخطوطہ)، لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، ضمیمہ، یونیورسٹی نمبر ۶، اوراق: ۱۰۹، طباعتیں: کلکتہ ۱۹۲۴، ایجوکیشن پریس کلکتہ ۱۹۲۸-۱۹۳۵، قاہرہ ۱۹۶۵، لکھنؤ ۱۸۸۵، بولاق، مصر ۱۹۲۱، بیروت ۱۹۸۰، پاکستان ۶ مجلدات، بدون تاریخ۔

۸- الفتاوی الغیاثیہ، داؤد بن یوسف الخطیب البغدادی (متوفی تیرہویں صدی عیسوی کا آخری نصف) (مخطوطہ)، (۱) آصفیہ لائبریری حیدرآباد، (۲) دارالمصنفین اعظم گڑھ، (۳) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طباعت: بولاق، مصر، ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء، (مطبوعہ نسخہ حبیب گنج فقہ نمبر ۳۴/ ۱۷ کے تحت مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے) مطبوعہ نسخوں کے حوالے: (۱) مخزونہ کتب خانہ آصفیہ لائبریری حیدرآباد، ج ۲: ۱۱، (۲) فہرست مفصل پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، ص ص ۱۳۸-۱۳۹

۹- الفتاوی النقشبندیہ، معین الدین محمد بن خواجہ محمود النقشبندی، (م ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۴ء) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) کیٹلاگ خدابخش، ۳۳/ ۶۰، نمبر ۱۷۸۵، اوراق: ۳۸۸، (۲) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۵۵۵، آصفیہ حیدرآباد، ۲/ ۱۰۶۲، (۳) مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/ ۲۲۹، نمبر ۴۱۱، اوراق: ۱۰۱۲، ماخذ: مفید المفتی: ۱۱۴، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۳۰۳

۱۰- جامع البرکات معروف بہ مجمع البرکات، ابوالبرکات (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) مطبوعہ کیٹلاگ، خدابخش لائبریری، پٹنہ،

۳۳/۶۹، مخطوطہ نمبر ۱۸۰۰، اوراق: ۳۲۷ (سن کتابت کی تاریخ: ۱۱۱۸ھ/
۱۷۰۶ء)، (۲) مطبوعہ فہرست کتب عربی، کتب خانہ ریاست رامپور، ۱/۲۴۶،
مخطوطہ نمبر ۵۱۵، اوراق: ۶۹۲، (۳) مطبوعہ فہرست لائبریری آف ایشیاٹک سوسائٹی
آف بنگال، مخطوطہ نمبر ۵۳۷

۱۱- فاکہۃ البستان، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی، (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) (مخطوطہ)،
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/۶۹، مخطوطہ
نمبر ۱۸۰۲، اوراق: ۲۵۷، ماٰخذ: تذکرہ علماء ہند، ص: ۲۵۳، نزہۃ الخواطر،
۶/۳۶۳، عربی ادبیات میں پاک وہند، ص: ۹۶

۱۲- فتاوی اخبار شاہی، عتیق اللہ بن اسمٰعیل بن شیخ قاسم، (متوفی سترہویں صدی عیسوی)
(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: فہرست کتب مخزونہ سرکار عالی حیدرآباد، موسوم
بہ آصفیہ لائبریری، ج ۲/۱۳۲، اوراق: ۲۶۷، جلد اول کا سراغ نہیں لگ سکا۔

۱۳- فتاوی اشرفیہ فی الفروع الحنفیہ، مفتی شرف الدین رامپوری، (م ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء)
(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کیٹلاگ رامپور، ۱/۲۲۳، نمبر ۳۰۷،
اوراق: ۳۴۴، ماٰخذ: تذکرہ علمائے ہند: ۸۴، مفید المفتی: ۱۱۴، نزہۃ الخواطر،
۷/۲۱۱

۱۴- فتاوی سراج المنیر، تابع محمد بن محمد سعید لکھنوی، (م: غیر محقق) (مخطوطہ) لائبریری/
مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) مولانا آزاد لائبریری، عبدالحی کلکشن، نمبر ۳۴/۳۲۶، اوراق:
۱۶۹، (۲) مولانا آزاد، ذخیرہ سلیمان کلکشن نمبر ۴/۱۶، (۳) فہرست ندوۃ العلماء،
لکھنو نمبر ۵۸۰، (۴) تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۸۳-۱۸۴، نمبر
۵۱/۲۸۷، ۵۲/۲۸۸، اوراق بالترتیب ۱۵۰ اور ۱۵۲، ماٰخذ: نزہۃ الخواطر، ۶/۵۱

۱۵- فتاویٰ ضیائیہ، عمر بن محمد سُنامی، (م ۷۶۳ھ/۱۳۶۱ء)، (غیر موجود)،
ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۲/۹۷، ۹۸، فقہائے ہند، ۱/۲۵۶، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۸۵-۱۸۷

۱۶- فتاویٰ قاری الہدایہ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق الہندی (م ۸۲۹ھ/۱۴۲۵ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور لائبریری، ۱/۲۲۷، مخطوطہ نمبر ۳۹۸، اوراق ۴۷، ماخذ: مفید المفتی: ۱۲۳، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ، شمس تبریز خان: ۱۹۲

۱۷- فتاویٰ نقشبندیہ، فیض الحسن گجراتی بن نور الحسن (م ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء)(غیر موجود)،
ماخذ: اسلامی علوم وفنون میں ہندوستان کا حصہ، (ترجمہ از ابو العرفان ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء: ۱۶۱

۱۸- فتاویٰ ابراہیم شاہی، معروف بہ ابراہیم شاہی فی الفتاوی الحنفیہ، قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری، (م ۸۷۵ھ/۱۴۷۰ء)، (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) مطبوعہ کیٹلاگ، خدابخش لائبریری، ۳۳/۴۰، مخطوطہ نمبر ۱۷۴۹، اوراق: ۳۵۵، کتابت ۱۱۱۸ھ، کاتب کا نام حافظ عبدالرحیم، (۲) تعارف مخطوطات دارالعلوم دیوبند، مخطوطہ نمبر ۳۰۴/۶۸، اوراق: ۱۳۴، (۳) مطبوعہ کیٹلاگ رامپور، ۱/۲۲۰-۲۲۱، مخطوطہ نمبر ۳۵۱، ۳۵۲، (۴) کیٹلاگ آصفیہ حیدرآباد، ۲/۱۱۷، کتابت ۱۰۸۷ھ، کاتب: سید محمد، اوراق جلد اول: ۴۴۶، اوراق جلد دوم: ۳۵۸

۱۹- مختصر الفتاوی الشافی، عبدالحمید بن عبداللہ ٹھٹھوی (م سترہویں صدی عیسوی) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ کلکشن، نمبر ۲۹۷/۱۳، اوراق: ۳۷۷، کتابت ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء، مقام شاہجہان آباد،
ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۶/۱۴۴۔

۲-ارکان اربعہ اور متعلقات

۱- احتفال بصوم الست من الشوال، ابوفیض محمد بن محمد عبد الرزاق الہندی (م۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۱ء)(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ: ۳۱۰

۲- احکام الایمان، عبد الوحید رامپوری، (متوفی انیسویں صدی عیسوی)(مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبع نظامی کانپور، ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء

۳- اصالۃ الطہارۃ، حسین بن دلدار علی نصیر آبادی (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء)(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نمبر ۶۶۱

۴- الاستقاء فی الاستفتاء، شوکت علی سندیلوی (م ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۸۷-۸۸، اسلامی علوم وفنون میں ہندوستان کا حصہ: ۱۶۸

۵- انوار الہدیٰ فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ، محمد شوکت علی بن موسیٰ علی سندیلوی، (پ ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء)(مطبوعہ)، علوی پریس ۱۲۹۶ھ، مولانا آزاد لائبریری میں اس کتاب کے ۵۲ صفحات موجود ہیں، اس کے مطبوعہ ہونے کا تذکرہ کیٹلاگ رامپور، ۱/۱۶۸ نمبر ۴۰پر موجود ہے۔

۶- ایقاد المصابیح فی صلوٰۃ التراویح، عبد الحمید فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۸۶ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علمائے ہند، ۱۱۲، حدائق الحنفیہ: ۴۸۴

۷- تحفۃ الصائم، مہدی بن ہادی بن مہدی لکھنوی (م ۱۱۷۷ھ/ ۱۷۶۳ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۷/ ۵۰۵، اعلام: ۷/ ۵۳۸

۸- تذکرۃ الموتی والقبور، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۳۸، حدائق: ۴۶۵، نزہۃ الخواطر، ۷/۱۱۵

۹- تصویر التنویر فی سنۃ البشیر النذیر، محبوب علی دہلوی (م ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء)

(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، یونیورسٹی کلکشن، عربیہ مذاہب نمبر ۱۱۸، ماخذ: الاعلام: ۷/۴۴۵-۴۴۶

۱۰- تنقیح الکلام عن قراءۃ خلف الامام، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ آصفیہ حیدرآباد، نمبر ۴/۴۳۴، ماخذ: تذکرہ: ۲۵۳، حدائق: ۴۴۴، عربی ادبیات: ۳۰۸

۱۱- تنویر العینین فی رفع الیدین، محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء)، (مطبوعہ) طباعت: مطبع احمدی، دہلی، ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء، اس کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ میں موجود ہے۔ ماخذ: تذکرہ: ۱۷۹، نزہتہ: ۷/ ۵۸، ابجد العلوم: صدیق حسن خان، مطبع صدیقی، بھوپال، ۱۲۹۵ھ: ۹۱۶، اسلامی علوم وفنون: ۱۷۴

۱۲- جامع المناسک ونفع الناسک، رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی، (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء)، (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کیٹلاگ خدابخش لائبریری، ۴۵/۳۳، نمبر ۱۷۵۹، اوراق: ۲۱۴، کتابت ۱۵۴۳ء

۱۳- خلاصۃ لأحکام بشرائط لإیمان والاسلام، ابوبکر اسحٰق بن تاج الدین ابوحسن، (م ۷۳۶ھ/ ۱۳۳۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۲۹۴

۱۴- خیر الکلام فی مسائل الصیام، عبدالحلیم فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۱۱۲، حدائق الحنفیہ: ۴۸۴، الفوائد البہیہ: ۱۰۴

۱۵- الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید، عنایت احمد کاکوروی بن محمد بخش (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء)، (مطبوعہ: ۱۲۷۲ھ)، ماخذ: نزہتہ الخواطر، ۷/ ۲۵۹، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین، اطہر راہی، (اردو ترجمہ اسلام الحق اسعدی)، سہارنپور،

۱۴۰۰ھ: ۱۹۰

۱۶- ذکر اصلوٰۃ، وحید الحق بہاری (م ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) (غیر موجود)،
مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۵۳۸-۵۳۹

۱۷- الرسالہ فی الاربعہ الاحتیاطیہ بعد الجمعہ، محمد عابد لاہوری (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۲۰، حدائق الحنفیہ، ۴۴۴

۱۸- الرسالہ فی بیان انواع المشروعات وغیر مشروعات، نجیب الدین بن علیم الدین (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، جواہر میوزیم نمبر: ۲۳۳۴، اوراق: ۱۳

۱۹- رسالہ اثبات الجہر بالفاتحہ فی صلوٰۃ الجنازۃ، فقیر اللہ بن فتح اللہ لکھنوی، (متوفی سولہویں صدی نصف اول) (غیر موجود)، مآخذ: اسلامی علوم وفنون: ۱۷۵

۲۰- رسالہ احکام الموتی، سید حسین بن دلدار نصیر الدین (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، ۱۷۷

۲۱- رسالہ تحقیق قضاء الفوائت، برہان الدین بن سرفراز دیوی (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۳، نزھۃ الخواطر، ۷/ ۹۹

۲۲- رسالہ سجدہ سہو، برہان الدین دیوی، (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن نمبر ۱۲ء۱/ ۳ء ۲۹۷، کتابت: ۱۳۶۷ھ، کاتب رجب علی، مآخذ: تذکرہ: ۱۳، نزھۃ: ۷/ ۹۹

۲۳- رسالہ فی اباحۃ لبس المعلین فی المسجد، حسین بن محمد دہلوی (م ۸۱۲ھ/ ۱۴۰۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ الخواطر، ۳/ ۴۶، اسلامی علوم وفنون، ۱۶۷

۲۴- رسالہ فی اثبات الجمعہ والجماعۃ، دلدار علی بن محمد معین (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) (غیر

موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۶۰، نزہۃ الخواطر، ۷/ ۱۶۸-۱۷۱، رودکوثر: ۶۳۲

۲۵- رسالہ فی الاشارۃ بالسبابۃ فی التشہد، عنایت اللہ لاہوری الجہمی (م ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء)(غیر موجود)، ماخذ: حدائق الحنفیہ: ۴۳۹؛ نزہۃ، ۶/ ۱۹۷

۲۶- رسالہ فی التحقیق رفع السبابہ فی التشہد، برہان الدین بن سرفراز علی (متوفی انیسویں صدی کا نصف اول)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۱۳؛ نزہۃ: ۷/ ۹۹

۲۷- رسالہ فی الشک فی الرکعتین الاولین فی الصلوٰۃ، سید حسین بن دلدار علی (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء)(غیر موجود)، ماخذ: اسلامی علوم وفنون: ۱۷۷

۲۸- رسالہ فی الکفارہ، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲، رودکوثر: ۳۹۹

۲۹- رسالہ فی تقدیر الماء الکثیر، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲

۳۰- رسالہ فی جواز امامۃ الفاسق، محمد تقی بن حسین بن دلدار علی (انیسویں صدی عیسوی)(مخطوط/ مطبوعہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/ ۱۹۸، نمبر ۲۱۵، کتابت: ۱۲۵۸ھ، طباعت: علوی پریس لکھنؤ ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء

۳۱- رسالہ فی جواز مسح علی الخفین تقیۃً والمسح علی الجبیرہ فی المرض وبقیۃ الوضوء بعد زوال العذر، محمد قلی حسینی کنتوری، بن محمد (م ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء)(غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۷/ ۴۷۲

۳۲- رسالہ فی غسل الجمعہ، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲، رودکوثر: ۳۹۹

۳۳- رسالہ فی وجوب صلوٰۃ الجمعۃ، مرزا حسن بخش عظیم آبادی (م ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء)

(غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ الخواطر ۷/۱۳۵، اسلامی علوم وفنون: ۱۷۸

۳۴- رسالہ مناسک الحج والعمرہ، سید جلال الدین برہان پوری (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ سلیمان نمبر ۳۶/۶۴، مآخذ: تذکرہ: ۴۲، نزہۃ الخواطر، ۷/۱۲۲-۱۲۳

۳۵- رسالہ منع قرأۃ فاتحہ خلف الامام، خرم علی بلہوری (۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۵۶، نزہۃ: ۷/۱۶۱

۳۶- رسالہ وضع الیدین تحت السرۃ، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۵۳، نزہۃ: ۶/۳۶۳، حدائق الحنفیہ: ۴۴۴، عربی ادبیات: ۳۰۸

۳۷- رسالۃ زیارت القبور، جلال الدین برہانپوری (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۴۲، نزہۃ: ۷/۱۲۲-۱۲۳

۳۸- رسائل الارکان معروف بہ ارکان اربعہ، عبدالعلی بحر العلوم بن نظام الدین (م ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء)، (مخطوطہ/مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۴/۹۵، نمبر ۱۹۴۳، اوراق: ۱۴۰، (۲) ریاست رامپور کیٹلاگ، ۱/۱۹۶، نمبر ۲۱۰ اور ۲۱۱، اوراق: بالترتیب ۶۷۰، ۲۰۸، طباعت: یوسفی پریس لکھنؤ، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، صفحات: ۲۸۶، یہ مطبوعہ کتب خانہ ریاست رامپور میں موجود ہے، دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ، ۲/۸۶۴، نمبر ۸۳۲/۹۸۹۴

۳۹- الزہر الرائق (بابت طہارت)، حسین بن دلدار علی (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۷/۱۴۲-۱۴۳

۴۰- زاد اللبیب فی سفر الحبیب، عبداللبیب عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی سترہویں

صدی عیسوی)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۳

۴۱- زبدۃ الفوائد (بابت سحری رمضان) محمد مبین لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۲۱۱

۴۲- سواطع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلوٰۃ والاسحار، محمد غوث مدراسی (م ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء)(غیر موجود)، ماخذ: فقہاء ہند: ۳/۴ ۲۳۴

۴۳- عدۃ الناسک فی المناسک، ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق ہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء)(غیر موجود)، ماخذ: الفوائد البہیۃ: ۱۲۲، عربی ادبیات: ۲۹۴، عربی ادب ہندوستان میں: ۱۹۳

۴۴- غایۃ الادراک فی مسائل السواک، محمد شوکت علی سندیلوی (م ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۸۷-۸۸، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں: ۱۶۸

۴۵- غایۃ التحقیق ونہایۃ التدقیق (بابت نماز)، احمد اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی، (متوفی سترہویں صدی عیسوی)(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: رامپور، ۱/۲۱۸، نمبر ۳۰۴۰، اوراق: ۵۶، کتابت ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۲ء

۴۶- غایۃ الکلام فی قراءۃ خلف الامام، محمد معین لکھنوی، (م ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۷/۴۷۶

۴۷- فرائض الاسلام، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء)، (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، حبیب گنج کلکشن نمبر ۱۰۲/ ۱۷، اوراق: ۹۰، کتابت بمقام مکہ، سن ۱۱۷۴ھ،

۴۸- القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی، (م ۱۲۸۵ھ/

۱۸٦۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۱۱۲، حدائق الحنفیہ: ۴۸۴، محمد عبدالحیٔ، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبع سعادہ، مصر، ۱۹۰۶ء: ۱۰۴، مسعود انور علوی، عربی ادب میں اودھ کا حصہ، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء: ۹۲، اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں: ۱۷۱۔

۴۹- القول الصحیح فی صلوٰۃ التسبیح، شاہ خوب اللہ الہ آبادی (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۵۸، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ: ۳۰۷

۵۰- القول المسموع فی الفرق بین الکرع والمکروع، سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (م ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۱۰

۵۱- قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین، فاخر بن یحییٰ عباسی الہ آبادی (م ۱۱٦۵ھ/ ۱۷۵۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۰٦، نزہۃ الخواطر، ٦/ ۳۴۰، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ: ۹۸

۵۲- کتاب اوقات الصلوٰۃ، محبوب علی دہلوی بن مصاحب علی (م ۱۲۸۰ھ/ ۱۸٦۳ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، یونیورسٹی کلکشن نمبر ۱۱۷، اوراق: ۱۹، کتابت: ۱۲٦۲ھ/ ۱۸۴۵ء، ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۷/ ۴۴۵-۴۴٦

۵۳- کشف الرین عن مسئلہ رفع الیدین، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷٦۰ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، ذخیرہ سلیمان کلکشن، نمبر ۳۳/ ٦۱، اوراق: ۱۲، کتابت: ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷٦ء، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۵۳-۲۵۴

۵۴- کشف الغطاء عن صلوۃ الوسطیٰ، ابوالفیض محمد عبدالرزاق، (م ۱۲۰٦ھ/ ۱۷۹۱ء)

(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۳۰۱

۵۵- کشف المستور عن وجہ الحور، محمد شوکت علی سندیلوی (م ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۸۷-۸۸

۵۶- کنز الحسنات فی ایتاء الزکوۃ، محمد مبین لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۸۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۱۱

۵۷- لباب المناسک وعباب المسالک، رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/۳۶/۴۶، نمبر ۱۷۶۰، اوراق: ۱۲۸، آصفیہ حیدرآباد، ۲/۱۸۳، ماخذ: تذکرہ، ۶۲، نزہۃ الخواطر، ۴/۹۸

۵۸- اللمعۃ فی صلوٰۃ الجمعۃ، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ، ۲۴۵، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ۳۰۲، رود کوثر، محمد اکرام، تاج کمپنی دہلی، ۱۹۸۹ء: ۳۹۹

۵۹- مجموعۃ المناسک ونفع الناسک، رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند ۶۲، نزہۃ الخواطر، ۴/۹۸، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۳۰۰

۶۰- مجموعۃ ثلاث رسائل (۱- فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور، ۲- ایقاف علی سبب الاختلاف، ۳- الاقتداء بالمخالفین)، محمد حیات بن ابراہیم السندھی المدنی (م ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۴۳/۸/۱۷، نمبر ۳۲۵۷، ماخذ: مآثر الکرام، غلام علی آزاد بلگرامی، ۱/۱۶۴، سبحۃ المرجان: ۲۴۴، تذکرہ علماء ہند: ۱۸۶، ابجد العلوم: ۸۴۹،

نزہۃ الخواطر: ۶/ ۳۰۱

۶۱- مسائل فی مقام طہر المتخلل وفی باب المسح علی الخفین من شرح الوقایہ، برہان الدین دیوجی (متوفی انیسویں صدی کا نصف اول) (غیر موجود)۔ ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۱۳۱، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۹۹

۶۲- المناسک الاوسط، رحمت اللہ سندھی، (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ، ۶۲، نزہۃ الخواطر، ۴/ ۹۸، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ۳۰۰

۶۳- المناسک الصغیر، رحمت اللہ سندھی، (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند، ۶۲، نزہۃ الخواطر، ۴/ ۹۸

۶۴- المناسک الکبیر، رحمت اللہ سندھی، (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۶۲، نزہۃ الخواطر، ۴/ ۹۸، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ۹۴

۶۵- مناسک الحج، ہاشم بن عبدالغفور السندی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۵۳-۲۵۴، اسلامی علوم وفنون: ۱۷۲

۶۶- منتہی الکلام فی غسل الاقدام، محمد ہادی (متوفی اٹھارویں صدی کی ابتدائی چوتھائی) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن نمبر ۱۹/ ۱۸، اوراق: ۳۸، کتابت: ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء

۶۷- وسیلۃ النجاۃ فی احکام الاموات، قاضی سید عبدالکریم رائے بریلوی (م ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۱۳۱

۳- فقہی کتب برائے خاندانی نظام

۱- تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق، مرزا حسن علی صغیر لکھنوی (م ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ: ۷/ ۱۴۳، عربی ادبیات: ۱۱۳، عربی ادب میں

اودھ کا حصہ:۹۱

۲- تحفۃ المشتاق فی أحکام النکاح والانفاق، عبدالقادر بن عبدالاحد (م۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/۲۷۷

۳- تعلیق الافاضل فی مسئلہ الطہر المتخلل، عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی (م۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)(مخطوط/مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ انڈیا آفس نمبر ۱۵۹۷، طباعت: علوی پریس، لکھنؤ، ۱۸۵۳ء، مآخذ: تذکرہ:۱۱۱، حدائق: ۴۸۴، عربی ادب میں اودھ کا حصہ:۹۹

۴- رسالہ تخفیف مہر، سید جلال الدین برہانپوری، (م۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ:۴۲

۵- رسالہ حرمت متعہ، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)(غیر موجود) مآخذ: تذکرہ:۳۸

۶- رسالہ نکاح بنت الزانیۃ، سید باقر بن محمد دلدار علی لکھنوی (م۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء)(غیر موجود) مآخذ: نزھۃ ۷/۹۱، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ،۹۱

۷- کتاب فی مبحث الرضاع، عنایت رسول بن علی اکبر (م۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء)(غیر موجود) مآخذ: تذکرہ:۱۵۲، نزھۃ: ۷/۳۳۴

۴- فقہی کتب برائے اقتصادیات

الف: کتب برائے میراث

۱- خلاصۃ الفرائض، نعیم اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (م۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء)(غیر موجود) مآخذ: نزھۃ: ۷/۵۲۲

۲- الرسالۃ المیراثیہ، سید دلدار علی (م۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء)(مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ

کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۳/ ۱۶۴، نمبر ۱۹۵۷، اوراق: ۸۲
ماخذ: تذکرہ: ۶۰، نزہۃ: ۷/ ۱۶۸

۳- رسالہ المناسخۃ، احمد بن محمد وحید الحق پھلواروی (م ۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۷ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۴/ ۱۶۵، نمبر ۳۲۴۷، اوراق: ۴

۴- رسالہ فی الفرائض الحنفیہ، قاضی احمد علی بن فتح اللہ سنڈیلوی (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء) (غیر موجود) ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۰، نزہۃ: ۶/ ۳۱

۵- رسالہ فی الفرائض معروف بہ منہج الفرائض، (منظوم)، عبدالقادر خیر الدین جونپوری (۱۲۰۲ھ/۱۷۵۸ء)، (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ: ۷/ ۲۹۵، اسلامی علوم وفنون: ۱۸۹

۶- رسالہ فی الفرائض، عبداللہ بن عبد الباقی نقشبندی دہلوی (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) (غیر موجود)، ماخذ: حدائق الحنفیہ: ۳۹۸-۳۹۹، تذکرہ: ۱۰۶-۱۰۷، نزہۃ: ۷/ ۲۶۳

۷- رسالہ فی المواریث، قاضی رکن الدین بن محمد احمد کیرانوی (م ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ: ۷/ ۱۸۹-۱۹۰

۸- رسالہ فی المواریث، قاضی نور الحق کیرانوی بن محمد عاشق (م ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء) (غیر موجود) ماخذ: نزہۃ: ۷/ ۳۸۹-۳۹۰

۹- رسالہ فی المیراث، نامعلوم مصنف (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، قطب الدین کلکشن، عربیہ فقہ فرائض نمبر B-۱۶/ ۲۳، اوراق: ۱۶، کتابت: ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء، کاتب مولی محسن

۱۰- رسالہ منظوم (بابت میراث) عبدالقادر جونپوری بن خیر الدین (م ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ ۷/ ۲۹۱، اسلامی علوم وفنون: ۱۸۹

۱۱- رسالہ منظوم (بابت میراث)، سید اسحٰق رائے بریلوی بن عرفان (م ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزہتہ: ۷/ ۵۴-۵۵، اسلامی علوم وفنون: ۱۸۹

۱۲- زبدۃ الفرائض، عبدالباسط بن رستم علی (م ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۰۸ء)(غیر موجود)، مآخذ: حدائق الحنفیہ: ۴۶۴-۴۶۵، ابجد العلوم: ۱۸۴، نزہتہ: ۷/ ۲۳۹

۱۳- زبدۃ الفرائض، عماد الدین محمد عثمانی البلخی (متوفی انیسویں صدی عیسوی)(مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش پٹنہ، ۳۳/ ۱۶۹، نمبر ۱۹۶۰ء مآخذ: تذکرہ: ۱۵۰، نزہتہ ۷/ ۴۳، ابجد العلوم: ۹۲

۱۴- علم الفرائض، مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء)(مطبوعہ) طباعت: ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء، مآخذ: نزہتہ: ۷/ ۲۵۹، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین، اختر راہی، (ترجمہ: اسلام الحق اسعدی)، سہارنپور، ۱۴۰۰ھ: ۱۹۰، اسلامی علوم وفنون: ۱۸۸

۱۵- عمدۃ الفرائض فی الفرائض، صبغۃ اللہ بن عنایت اللہ مدراسی (م ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہتہ: ۷/ ۲۲۴-۲۲۵

۱۶- الفرائض البرہانیۃ، برہان الدین دیوی (متوفی انیسویں صدی کا نصف اول)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۳، نزہتہ: ۷/ ۹۹

۱۷- کاشف (بابت میراث)، ابوعبدالکریم الہ آبادی بن متھ الحسینی سامانی امالوی (متوفی انیسویں صدی)(مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۴/ ۱۶۳، نمبر ۳۲۴۵، اوراق: ۷۰، کتابت: ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۵ء، کاتب: کوہر علی صدیقی

۱۸- کتاب الفرائض، حسن بن محمد صغانی لاہوری، (م ۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء)(غیر موجود)، مآخذ: مآثر الکرام: ۱/ ۱۸۰-۱۸۲، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء: ۲۸-۲۹، تذکرہ: ۱۶۲، حدائق الحنفیہ: ۲۵۲-۲۵۵، ابجد العلوم:

۸۹۰ -۸۹۱،نزھۃ:۱ /۱۰۵،فقہائے ہند:۱ /۳۴۱

۱۹- نظم الفرائض السراجیہ (منظوم)، سید عبدالاول زید پوری (م۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء) (غیر موجود)، طباعت: اخبار الاخیار، مطبع مجتبائی، ۱۹۱۳ء:۲۵۳- ۲۵۷، مآخذ: تذکرہ:۱۰۶، حدائق الحنفیہ:۳۷۹، نزہۃ:۶ /۱۶۴، عربی ادبیات:۲۹۹

۲۰- نظم الفرائض (منظوم)، جعفر علی کسمندوی بن باقر علی (م۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ:۴۰، نزھۃ الخواطر:۷ /۱۲۰

ب: کتب برائے اراضی

۱- التقریر المعقول فی بحث الحاصل والحصول، خادم احمد فرنگی محلی (م۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ:۵۶، حدائق الحنفیہ:۴۷۶

۲- رسالہ احکام اراضی الہند، قاضی محمد اعلیٰ بن قاضی محمد حامد تھانوی (م۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۷ء) (مخطوطہ) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدابخش، پٹنہ، ۳۴ /۸۵، نمبر ۳۱۵۵، اوراق: ۱۱۴ب تا ۱۲۱ب، مولانا آزاد علی گڑھ، عبدالسلام، تاریخ معقول مغول نمبر ۱۰۱ /۳۳۱، اوراق:۴۹، مآخذ: نزھۃ:۶ /۲۷۸، کشاف اصطلاحات الفنون:۱

۳- رسالہ توریث اراضی، (اٹھارویں صدی کا نامعلوم مصنف) (مخطوطہ) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ، حیدرآباد، ۲ /۱۶۱، نمبر ۶۹۲، سن کتابت ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء، مقام کتابت، کلکتہ، کاتب، قاضی ابراہیم

۴- رسالہ دربار بیع الاراضی الخراجیہ، جلال الدین تھانیسری کابلی (م۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) (مخطوطہ) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ شیفتہ نمبر ۲۴ /۲۶، اوراق:۵۹

۵- فقہی کتب برائے حدود وتعزیرات

۱- جامع التعزیرات من کتب الثقات، سراج الدین علی خان (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کیٹلاگ انڈیا آفس لندن، نمبر ۱۷۱۸، مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/۱۸۱، نمبر ۱۱۸: فات: ۱۱۶، آصفیہ، حیدرآباد، نمبر ۳۶۴۳، ۱۳، طباعت: مطبع عین الاعیان، کلکتہ ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ کے حبیب گنج مطبوعہ فقہ کلکشن نمبر ۱۸/۴ کے تحت اس کی ایک کاپی موجود ہے۔

۲- فتاوی اختیار فی الحدود والقصاص، حذاقت علی خان حکیم سلامت علی بناری (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، ضمیمہ سبحان اللہ، نمبر ۲۹۷/۷، ۱۳، اوراق: ۲۱۰، کاتب: شمس الدین، سن کتابت: ۱۲۷۱ھ/۱۸۰۲ء

۶- مذہبی وسماجی رسم ورواج:

۱- اعتناء فی الغنا، محمد افضل عباسی الہ آبادی (م ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۲۸۰/۶

۲- اعلام الہدی فی تحریم المزامیر والغنا، خادم احمد لکھنوی (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء) (غیر موجود) ماخذ: تذکرہ: ۱۷۷، نزھۃ: ۱۵۸/۷

۳- حد الغنا فی حرمۃ الغنا، عصمت اللہ بن محمد اعظم سہارنپوری (م ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء) (غیر موجود)، ماخذ: سبحۃ المرجان: ۵۲، مآثر الکرام: ۲۰۵-۲۰۶، حدائق الحنفیہ: ۴۰۷، ابجد العلوم: ۹۰۰، نزھۃ: ۱۸۲/۶

۴- رسالہ اباحت السماع، سلیمان بن زکریا قریشی ملتانی (چودہویں صدی عیسوی) (غیر موجود)، ماٰخذ: نزہتہ ۲/ ۴۷، فقہاء: ۱/ ۲۱۸-۲۱۹

۵- رسالہ اباحت السماع، فخر الدین زرادی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: تذکرہ: ۱۶۰، اخبار الاخیار: ۹۱-۹۲، نزہتہ: ۲/ ۱۰۰-۱۰۳

۶- رسالہ تحقیق الحجاب، رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: تذکرہ: ۶۶، حدائق: ۴۶۹، نزہتہ: ۷/ ۱۸۸-۱۸۹، ابجد العلوم: ۹۱۵

۷- رسالہ حرمت واباحت سرود، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: تذکرہ: ۳۸، حدائق: ۴۶۵-۴۶۶، نزہتہ: ۷/ ۱۱۵

۸- رسالہ ذہبیہ (بابت سونے اور چاندی کے برتن)، سید دلدار علی نقوی بن محمد حسین (م ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: نزہتہ: ۷/ ۱۷۰، رود کوثر: ۶۳۲

۹- رسالہ زیارت القبور، جلال الدین برہانپوری (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: تذکرہ: ۴۲، نزہتہ: ۷/ ۱۲۲-۱۲۳

۱۰- رسالہ فی اصول السماع، فخر الدین زرادی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء) (مطبوعہ) طباعت: مسلم پریس، جھجھر، ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء، ماٰخذ: نزہتہ: ۲/ ۱۰۰-۱۰۳، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین: ۱۹۵

۱۱- رسالہ فی تحریم الغناء، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) (غیر موجود)، ماٰخذ: تذکرہ: ۳۸، حدائق: ۴۶۵-۴۶۶، نزہتہ: ۷/ ۱۱۶

۱۲- رسالہ فی جواز استماع الغناء، محمد سلیم دہلوی بن صلاح (متوفی انیسویں صدی کا پہلا نصف حصہ) (غیر موجود)، ماٰخذ: نزہتہ: ۷/ ۴۵۲، اسلامی علوم وفنون، ۱۶۹

۱۳- رسالہ فی جواز الاستغاثۃ والمیلاد، محمد عابد بن محمد احمد السندی (م ۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۴ء)

(مخطوطہ) **لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا** آزاد لائبریری، عبدالحی کلکشن نمبر ۲۶/ ۶۰۲، اوراق: ۵۶، سن تصنیف: ۱۲۴۸ھ، کاتب: عبدالحیٔ، سن کتابت: ۱۲۷۷ھ، ماخذ: تذکرہ: ۲۰۲، حدائق: ۳۷۴، نزھۃ: ۷/ ۴۵۷، ابجد العلوم، ۸۵۰

۱۴- رسالہ فی نجاسۃ الخمر، نوراللہ شوستری (م۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۲۴۹، رود کوثر: ۳۹۹، عربی ادبیات: ۳۰۲

۱۵- سل الصمصام علی من قال ان الخز ہیر لیس بحرام، اکرام الدین دہلوی بن نظام الدین (م۱۱۱۹ھ/۱۷۷۷ء)(غیر موجود)

۱۶- عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر، عبدالعلی بحرالعلوم (م۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۱۲۲، حدائق: ۴۶۷، ابجد العلوم: ۴۲۷

۷- علم فقہ اور اصول فقہ

۱- اساس الاصول، سید دلدار علی (م۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء)، (مخطوطہ/مطبوعہ) **لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا** آزاد لائبریری، علی گڑھ، قطب الدین کلکشن، نمبر ۱۸/ ۱۰، اوراق: ۳۴۴، کتابت: ۱۲۵۷ھ، مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۵/۳۴، نمبر ۳۱۳۰، اوراق: ۱۲۶، آصفیہ حیدرآباد، نمبر ۴۵/ ۴، رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۶۷۳، طباعت: مطبع محمد لکھنؤ، ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء: صفحات: ۲۲۸، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، مطبوعہ، فقہ نمبر ۳۶/ ۱۹ پر مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔

۲- اساس الاصول، عبدالدائم بن عبدالحیٔ العباسی گوالیاری (متوفی پندھویں صدی عیسوی)(غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۱۵

۳- افادۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار، سعد الدین محمود دہلوی (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء)

(غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ: ۲/ ۴۶، فقہاء ہند: ۱/ ۲۹۹

۴- تنویر الحق (اصول فقہ)، قطب الدین دہلوی بن محبّ الدین (م ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزہۃ: ۵/ ۳۲۱، اسلام علوم وفنون: ۱۸۳

۵- الرسالۃ السبعیۃ (اصول فقہ) صفی الدین محمد بن عبدالرحیم ارموی ہندی (م ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: فقہاء ہند: ۱/ ۲۸۲

۶- الرسالۃ فی اصول الفقہ، محمد اسماعیل شہید (م ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء)، (مخطوطہ/ مطبوعہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۶۰۷، مطبوعہ فہرست کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ۱/ ۱۶، نمبر ۲۴۵/ ۱۲، فہرست مخطوطات مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور، لاہور ۱۹۷۵، ۲/ ۸۳-۸۵، نمبر ۳۲۲، طباعت: مطبع صدیقی، بدون تاریخ، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ میں حبیب گنج، مطبوعہ فقہ نمبر ۲۷/ ۱۹ کے تحت ایک کاپی موجود ہے۔

۷- عماد الاسلام الشہیر بمعرفۃ العقول فی الاصول، سید دلدار علی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۱۲، تذکرہ: ۶۰، رود کوثر: ۶۳۲

۸- الفائق فی اصول الدین، محمد بن عبدالرحیم الارموی الہندی (م ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: فقہاء ہند، ۱/ ۲۸۲، عربی ادبیات: ۲۹۳

۹- القول المعمول فی فن الاصول، محمد بن علی بن سید علی (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مطبوعہ) طباعت: مطبع فاروقی، ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۶۲ء: صفحات: ۱۴۶، ریاست رامپور لائبریری، نمبر ۹۴ کے تحت مطبوعہ نسخہ موجود ہے، دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ رامپور لائبریری، ۱/ ۲۷۷

۱۰- کتاب المفسر فی الاصول، امان اللہ بن نور اللہ (م ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۱ء) (غیر موجود)،

مآخذ: تذکرہ: ۱۱۹ مفید المفتی والمستفتی، عبد الاول زید پوری، آسی پریس، لکھنؤ، ۱۹۰۸ء: ۱۳۵، ابجد العلوم: ۹۰۶

۱۱- کتاب فی الفروع، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۱۱۶، اسلامی علوم وفنون: ۱۶۴

۱۲- محکم الاصول، امان اللہ بن نور اللہ بنارسی (م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۱۰ء)(مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۶۰۵ مآخذ: ابجد العلوم، ۹۰۶، عربی ادبیات: ۳۰۶

۱۳- المختصر فی الفروع، حبیب اللہ قنوجی (م ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۱۷ء)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۴۶، حدائق الحنفیہ: ۴۳۷-۴۳۸، نزھۃ: ۶/ ۶۴

۱۴- مسلم الثبوت، محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء)(مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: (۱) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۱۰۰۴/ ۲۰/ ۲۳، سن کتابت: ۱۱۸۷ھ، (۲) مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۱۹/ ۳۰، نمبر ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، اوراق بالترتیب: ۲۳۵، ۱۴۹، ۲۱۱، سن کتابت ۱۱۴۴ھ، (۳) انڈیا آفس لندن، نمبر ۳۳۲، اوراق: ۲۳۱، سن کتابت: ۱۱۰۹ھ، (۴) آصفیہ حیدرآباد، نمبر ۴/ ۴۳، (۵) مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج، فقہ عربیہ، نمبر ۴۳/ ۱۹، اوراق: ۱۴۷، (۶) مولانا آزاد لائبریری، سلیمان فقہ عربیہ، نمبر ۲۹/ ۲۹۷ء۳۲، اوراق: ۲۸۴، (۷) مولانا آزاد لائبریری، فرنگی محل فقہ عربیہ، نمبر ۶۶/ ۱۰۷۸، اوراق: ۴۱، (۸) مولانا آزاد لائبریری، ذخیرہ فرنگی محل، فقہ عربیہ، نمبر ۱۰۳/ ۱۴۴، اوراق: ۵۷، مآخذ: مآثر الکرام: ۱/ ۲۱۱-۲۱۲، حدائق الحنفیہ: ۴۳۱، مفید المفتی والمستفتی: ۱۳۲، ابجد العلوم: ۹۰۵

۱۵- مناہج التدقیق ومعارج التحقیق (اصول فقہ)، ابوعبداللہ حسین بن دلدار (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۴۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۳،عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۱

۱۶- منتہی الافکار، سید دلدار علی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء)، (مطبوعہ)
طباعت: تصویر عالم پریس، لکھنؤ، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء: فحات: ۴۰۰

۱۷- مُثِبّات مسلم الثبوت محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء)، (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج فقہ کلکشن، نمبر ۲۵/ ۱۹، اوراق: ۸۸، وہی لائبریری، عبدالحیٔ کلکشن، فقہ عربیہ، نمبر ۱۹ /۵۹۸، اوراق: ۶۴، مطبوعہ کیٹلاگ رامپور، ۱/ ۲۷۹، نمبر ۱۱۲، اوراق: ۱۰۸، کتابت: ۱۸۷۸ء، مآخذ: حدائق: ۴۳۱، مفید المفتی والمستفتی: ۱۳۲، ابجد العلوم: ۹۰۵

۱۸- نہایۃ الاصول الی علم الاصول، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم بن محمد الارموی معروف بہ صفی الدین ہندی (۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۲/ ۱۳۷، فقہاء ہند، ۱/ ۲۸۲

۱۹- الوصول الی علم الاصول: صفی الدین محمد بن عبدالرحیم (م ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۲۹۳

۸- اجتہاد و تقلید

۱- الابتداء فی الاقتداء، میر کلاں اکبرآبادی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۵۰۴

۲- احیاء الاجتہاد لارشاد العباد، محمد بن سید دلدار علی (م ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدابخش، پٹنہ، ۱۹/ ۸۸

۳- ہدایۃ الانام فی اثبات تقلید الائمۃ الکرام، خادم احمد لکھنوی بن حیدر (م ۱۲۷۱ھ/

۱۸۵۵ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۵٦، حدائق: ۴۷، نزهۃ: ۷/ ۱۵۸

۴- دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب، محمد معین سندھی بن محمد امین (م ۱۱٦۱ھ/ ۱۷۴۸ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۲۱٦، نزهۃ: ٦/ ۳۵۲-۳۵۵

۵- الدر الفرید فی المنع عن التقلید، عبدالحق نیوتنوی بن فضل اللہ بنارسی (م ۱۲۸٦ھ/ ۱۸۷۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۱۱۰، نزهۃ: ۷/ ۲۴۵، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۲

٦- السیف الحدید فی قطع المذاہب والتقلید، عبداللہ صدیقی الہ آبادی، (متوفی انیسویں صدی نصف ثانی)(غیر موجود)، ماخذ: نزهۃ: ۷/ ۳۱۳

۷- السیف المسلول فی ضم التقلید المخذول، عبداللہ صدیقی الہ آبادی، (متوفی انیسویں صدی نصف ثانی)(غیر موجود)، ماخذ: نزهۃ: ۷/ ۳۱۲-۳۱۴، اسلامی علوم وفنون: ۱۸۴

۸- عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷٦ھ/ ۱۷٦۲ء)، (مخطوطہ/مطبوعہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدابخش، پٹنہ، ۱۹/ ۴۰، نمبر ۱۵۳۹، اوراق: ۳۳، آصفیہ، حیدرآباد، ۴/ ۷۳، مطبوعہ کیٹلاگ رامپور ۱/ ٦۷۲، نمبر ۸۳، طباعت: مجتبائی پریس، دہلی، ۱۳۱۰ھ

۹- القول السدید فی مسائل الاجتہاد والتقلید، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷٦ھ/ ۱۷٦۲ء)(مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدابخش، پٹنہ، ۳۴/ ۲۲، نمبر ۳۱۱٦، اوراق: ۷، ماخذ: تذکرہ: ۲۵۱، نزهۃ: ٦/ ۴۰۹

۹- مسالک فقہ اوران کے اختلافات

۱- لأثمار الجنیۃ فی اسماء الحنفیہ، میر کلاں محدث اکبرآبادی (م ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء)(غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۲۳۰، حدائق الحنفیہ: ۳۸۵، ابجد العلوم: ۹۰۴

۲- ازالۃ الغمہ فی اختلاف الائمہ: صبغت اللہ بن محمد غوث مدراسی (۱۲۶۶ھ/ ۱۸۴۹ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۲۲۴، اسلام علوم وفنون: ۱۸۳

۳- الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)، (مخطوطہ/مطبوعہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدابخش، پٹنہ، ۱۹/ ۳۸، نمبر ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، اوراق بالترتیب: ۲۴، ۳۹، رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۲۰۶، آصفیہ، حیدرآباد، نمبر ۱/ ۳۷، طباعت: دارالنفائس، بیروت، ۱۹۷۷ء، مآخذ: تذکرہ: ۲۵۱، نزھۃ: ۶/ ۴۰۹

۴- الجواہر المنیفہ فی اصول ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ، سید مرتضی زبیدی بلگرامی (م ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۱ء)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۲۴، حدائق الحنفیہ: ۴۵۸-۴۶۱، عربی ادبیات: ۱۱۹، نزھۃ: ۷/ ۴۸۴، ۴۹۲، ابجد العلوم: ۷۰۸، ۷۱۵، ۲۶۵، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۰

۵- الحد الوسیط فی الافراط والتفریط، محمد باقر مدراسی (م ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۸۸، ابجد العلوم، ۹۲۴-۹۲۵

۶- رسالہ فی اقتداء بالشافعیہ والخلاف بذالک، رحمت اللہ سندھی (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء)(غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۶۲، نزھۃ: ۶/ ۹۸، عربی ادبیات: ۳۰۰

۷- زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الأعلام، سراج الدین عمر بن اسحٰق الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء)(مخطوطہ/مطبوعہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۴۸۲، انڈیا آفس لندن، نمبر ۱۸۷۵/ ۱۱، اوراق: ۱۹۸-۲۰۹ الف، طباعت: دہلی، ۱۹۵۱ء، مآخذ: نزھۃ: ۲/ ۹۲، عربی ادبیات: ۹۳، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۳

۸- فتح المذاہب الاربعہ، فتح محمد محدث بن عیسیٰ برہانپوری (متوفی سترہویں صدی عیسیٰ کا اول نصف) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۵/ ۳۱۴، عربی ادبیات: ۳۱۵

۹- فتح المنان فی تائید النعمان، عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: فقہاء ہند، ۴/ ۲۵۸

۱۰- الفوائد الصبغیہ فی الفقہ الشافعیہ، عبداللہ بن صبغت اللہ مداری (م ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۷/ ۳۰۸، فقہاء ہند: ۳/ ۲۳۴

۱۱- الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحٰق (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء)، (مخطوط/مطبوع) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ حیدرآباد، ۱/ ۱۴، نمبر ۱۱۳، اور ۲/ ۱۰۹۶، طباعت: کراچی، بدون تاریخ، ماخذ: عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ، شمس تبریز خان، نظامی پریس لکھنؤ، ۱۹۸۹ء: ۱۹۳

۱۲- القول الحسن فی جواز اقتداء بالامام الشافعی فی النوافل والصوم، حامد بن ابراہیم السندی (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) (مخطوط) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ماخذ: نزھۃ: ۵/ ۱۴۱، عربی ادبیات: ۳۰۱

۱۳- کفایۃ المبتدی فی فقہ الشافعی، محمد غوث بن نصیر الدین مدراسی (م ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۷/ ۴۱۷، فقہاء ہند: ۳/ ۲۳۴

۱۰- عدالتی نظام: قضاء، افتاء اور حسبہ

۱- ادب الحسبۃ، عصمت اللہ سہارنپوری (م ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء) (غیر موجود)، ماخذ: سبحۃ المرجان: ۱/ ۵۳، مآثر الکرام: ۲۰۵-۲۰۶، حدائق الحنفیہ: ۴۰۷، ابجد العلوم: ۹۰۰

۲- زاد التقوی فی آداب الفتوی، خادم احمد لکھنوی (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) (غیر موجود)،

مآخذ: تذکرہ علماء ہند: ۵۶، حدائق الحنفیہ: ۲۷۶

۳- صنوان القضاء وعنوان الافتاء، ابوالحامد محمد بن اسمٰعیل استرقانی (م ۶۴۶ھ/ ۱۲۴۸ء) (مخطوط) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ، حیدرآباد، (۱۰) ۱۲۶/ ۲، اوراق: ۳۶۹، ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱/ ۱۸۸، نمبر ۶۳/ ۲۹۹، اوراق: ۴۷، سن تصنیف ۶۴۲ھ/ ۱۲۴۴ء، سن کتابت ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء

۴- نصاب الاحتساب، قاضی ضیاء الدین عمر بن عوض الجہنی (متوفی چودہویں صدی عیسوی) (مخطوط/مطبوعہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ۱-مطبوعہ کیٹلاگ خدابخش، پٹنہ، ۳۳/ ۱۲، نمبر ۱۷۱۴، اوراق: ۲۳۵، ۲-آصفیہ، حیدرآباد، نمبر ۱۲۲، ۱۵۱، ۳۹۶، ۳-ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۵۱۱، ۴-انڈیا آفس، لندن، نمبر ۲۷۷، ۵-ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱/ ۲۱۰، نمبر ۳۴۵/ ۱۰۸، ۶-مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ شیفتہ، نمبر ۱۳/ ۳۵، اوراق: ۱۴۴، مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ فقہ عربی گلگلشن، نمبر ۵۴/ ۲۹۷، ۳، اوراق: ۸۱، سن کتابت: ۱۰۸۶ھ/ ۱۶۷۵ء، طباعت: کلکتہ، بدون تاریخ، رامپور لائبریری، ۲/ ۱۹۴، نمبر ۲۷۷/ ۳۵۳۰ کے تحت مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ کل صفحات: ۲۲۲۔

۱۱-متفرق موضوعاتِ فقہ

۱- البحار الزاخرہ معروف بہ البحر الزاخر، (یہ کتاب السراج الوہاج مؤلفہ احمد بن محمد بن اقبال کا خلاصہ ہے) حسام الدین دہلوی (متوفی تیرہویں صدی عیسوی) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۲۹۴۔

۲- تبعید العلماء عن تقریب الامراء، میر کلاں محدث اکبرآبادی (م ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۳۰-۲۳۱، حدائق: ۳۸۵

۳- الجواہر المضیئة، محمد ناصر بن محمد یحییٰ الہ آبادی (م ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۶/ ۳۵۸،۳۵۷، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۸۹

۴- جوہر النظام (منظوم)، شجاع الدین حیدرآبادی بن کریم اللہ (م ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۷/ ۲۱۰، اسلامی علوم وفنون: ۱۶۵

۵- خزانۃ الروایات، قاضی جگن گجراتی (م ۹۲۰ھ/ ۱۵۱۴ء)(مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۳/ ۳۱، نمبر ۱۷۳۶، اوراق: ۴۴۴، مطبوعہ کیٹلاگ رامپور، ۱/ ۱۹۰، نمبر ۱۷۲، اوراق: ۴۳۴، آصفیہ حیدرآباد، نمبر ۸۴، ۴۱۱، اوراق بالترتیب: ۲۱۶ اور ۳۶۲، سن کتابت: ۱۱۱۴ھ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۵۰۲، انڈیا آفس لندن، نمبر ۲۷۶، ندوۃ لکھنؤ/ ۱۷۷، نمبر (۱۰۹)، ۲۷۸/ ۴۲، اوراق: ۳۵۴، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، یونیورسٹی عربیہ مذہب (۲) نمبر ۶۶، اوراق: ۱۹۵

۶- خلاصۃ الفقہ، عبداللطیف بن عبدالعزیز لاہوری (م ۸۳۰ھ/ ۱۴۲۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبع سعادہ مصر، ۱۹۰۶: ۱۰۷

۷- درک المآرب فی آداب الاکل والشوارب، تراب علی لکھنوی (م ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۳۵، نزہۃ: ۷/ ۱۰۸

۸- الدرر الکامنہ، شیخ صفی الدین محمد بن عبدالرحیم الہندی (م ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: فقہاء ہند: ۱/ ۲۸۲، عربی ادبیات: ۲۹۳

۹- دستور الحقائق، فخر الدین ہنسوی (متوفی چودھویں صدی عیسوی)(غیر موجود)، مآخذ: اخبار الاخیار: ۹۱، تذکرہ علماء ہند: ۲۷۲، نزہۃ: ۲/ ۱۰۴، فقہاء ہند: ۱/ ۲۶۴

۱۰- رسالہ فی اباحۃ ربح القرض من المقرض، اشرف الدین رامپوری (م ۱۲۶۸ھ/

۱۸۵۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۲۱۲، ابجد العلوم: ۹۲۸، احمد علی خان، تذکرہ کاملان رامپور: ۱۹۳۳ء: ۱۷۰

۱۱- زبدۃ الروایات، سید علی جالندھری بن عتیق اللہ (م ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۳۴۶

۱۲- شامل فی الفقہ، سراج الدین عمر بن اسحٰق (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ: ۱۲۲، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۳

۱۳- شرائع الاسلام، نجم الدین ابو القاسم جعفر بن سعید (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مطبوعہ) طباعت: علوی پریس، لکھنؤ، ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء صفحات: ۳۱۲

۱۴- علم الیقین فی مسائل اربعین، شوکت علی سندیلوی (م ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ علمائے ہند: ۸۷، اسلامی علوم وفنون: ۱۶۸

۱۵- غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان، محمد معین لکھنوی (م ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ علمائے ہند: ۲۲۸، نزھۃ: ۷/ ۴۷۶

۱۶- الفاضل فی الفقہ، حبیب اللہ قنوجی (م ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ علماء ہند: ۴۶، حدائق الحنفیہ: ۴۳۷، نزھۃ: ۷/ ۶۲، عربی ادبیات: ۳۰۶

۱۷- فقہ مخدومی، علاء الدین علی بن احمد المہائمی (م ۸۳۵ھ/ ۱۴۳۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ علمائے ہند: ۱۴۷، نزھۃ: ۳/ ۹۷-۸۰، عربی ادبیات: ۹۸

۱۸- الفوائد الغوثیہ، عبد اللہ بن صبغۃ اللہ بن محمد غوث مدراسی (م ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۳۰۳

۱۹- کتاب التقوی ورسالہ اہل الحسنی، نور الدین اسمٰعیل رامپوری (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۱۳

۲۰- کتاب الفقہ، ابو الوفا کاشمیری (م ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۵۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۱۹

۲۱- کشف الخلاصۃ، شجاع الدین حیدرآبادی (م ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۲۱۰

۲۲- کشف الغمہ، الہ داد سلطانپوری (م ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۶، نزھۃ: ۵/ ۸۵، فقہاء ہند: ۴/ ۱۲۵

۲۳- کفایۃ المبتدی، محمد غوث شفیع مدراسی بن نصیر الدین (متوفی اٹھارویں صدی کا نصف آخر) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۱۷۴، فقہاء ہند: ۳/ ۴ ۲۳

۲۴- کنز السعادہ، معین الدین بن خواجہ نقشبندی کشمیری (م ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۲۹، نزھۃ: ۵/ ۴۱۸-۴۱۹

۲۵- مأۃ المحمدیہ، نور محمد لاہوری (متوفی اٹھارویں صدی عیسوی) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش، پٹنہ: ۱۹/ ۲۶، نمبر ۱۵۲۵ء، اوراق: ۵۷، مآخذ: نزھۃ: ۶/ ۳۹۶

۲۶- مأۃ المسائل الشرعیہ، محمد اسحٰق بن محمد افضل دہلوی (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ علماء ہند: ۱۷۸، حدائق الحنفیہ: ۴۷۴، ابجد العلوم: ۹۱۶، نزھۃ الخواطر: ۷/ ۵۱

۲۷- مثل السائر، محمد اسلم سندیلوی (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۸۰، عربی ادبیات: ۳۰۹

۲۸- مسائل الاربعین، محمد اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۷۸، حدائق الحنفیہ: ۴۷۴

۲۹- مطالب المؤمنین، بدر بن تاج بن عبد الرحیم لاہوری (متوفی چودھویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش، پٹنہ، ۳۳/۱۷/۱، نمبر ۱۷۲۰، اوراق: ۲۶۹، مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/۲۵۱، نمبر ۵۵۵ اور ۵۵۶، اوراق بالترتیب ۵۸۲ اور ۳۲۴، ماخذ: عربی ادبیات: ۲۹۶

۳۰- مفید فیما یوکل وما لا یوکل، محمد شمس الدین (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبد الحیٔ عربیہ فقہ، نمبر ۱۰۳/۳۹۵، اوراق: ۱۲، سن کتابت: ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء

۳۱- ملہم الغیب، محمد شریف کھمبوہی (متوفی سترہویں صدی کا نصف اول) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ: ۳۳/۵۴، نمبر ۱۷۷۹، اوراق: ۶۴، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲، شوکت علی خان، قصر علم، ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، ۱۹۸۰ء: ۲۲۷

۳۲- الوجیز، سید احمد ہرگاموی بن مسعود (م ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۲۵/۶

فصل دوم: شروح

۱- عمومی کتب

۱- تکملہ شرح تحریر الاصول لابن ہمام، عبد العلی فرنگی محل بن نظام الدین (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: حدائق الحنفیہ: ۴۶۷، ابجد العلوم: ۹۲۷، نزھۃ: ۷/۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۴، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین: ۱۵۲

۲- خزانۃ الشروح، محمد مبین بن محب اللہ لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش، پٹنہ ۱۹/۳۶، نمبر ۱۵۳۶، اوراق: ۱۲۴، سن

کتابت: ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء، مآخذ: تذکرہ علما فرنگی محل: ۱۷۲-۱۷۴

۳- زبدۃ الالباب، (فاتحہ الثواب فی قرأۃ فاتحہ الکتاب کی شرح ہے) جلال الدین احمد بناری (م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء)، (مطبوعہ) طباعت: سعید المطابع، دارانگر، (بدون تاریخ)، مآخذ: تذکرہ علمائے ہند: ۱۴

۴- السعادات العبادیۃ فی تحقیق الدائرۃ الہندیۃ (شرح وقایہ کے ایک حصہ کی شرح جس کا تعلق ہندوستان میں غروب آفتاب سے ہے)، خادم احمد لکھنوی بن فرنگی محلی (م ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۲ء) (مخطوطہ) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: خدابخش، پٹنہ ۳۴/۹۷، نمبر ۳۱۹۶، اوراق: ۱۲، مآخذ: تذکرہ: ۵۶، حدائق الحنفیہ: ۴۷۶

۵- السقایۃ لعطشان الہدایۃ، عبدالحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن عربیہ فقہ، نمبر ۸۴/ ۳۷۶، مآخذ: تذکرہ: ۱۱۲، حدائق الحنفیہ: ۴۸۴، نزہۃ: ۷/ ۲۵۳

۶- الشرح البسیط فی الفرائض، وجیہ الدین گجراتی (م ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدابخش، پٹنہ: ۳۳/ ۱۶۲، نمبر ۱۹۵۴، اوراق: ۸۳، مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/ ۲۶۳، نمبر ۱۴، اوراق: ۲۲۰، مآخذ: ماثر الکرام: ۱/ ۱۹۶-۱۹۷، حدائق: ۳۸۸-۳۸۹، نزہۃ: ۴/ ۳۴۳-۳۴۴

۷- شرح الفرائض السراجیہ (منظوم)، عبدالاول زیدپوری (م ۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۶۰، حدائق الحنفیہ: ۳۷۹، اخبار الاخیار: ۲۵۳، نزہۃ: ۴/ ۱۴۶-۱۴۷

۸- شرح المختصر، ابوحفص سراج الدین عمر الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: الفوائد البہیۃ: ۱۴۲، عربی ادبیات: ۲۹۴، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۳

۹- شرح المغنی، عمر بن اسحٰق الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۵۱، الفوائد البہیہ: ۱۴۲، عربی ادبیات: ۸۹

۱۰- شرح الہدایہ: الہ داد جونپوری (م ۹۳۳ھ/ ۱۵۲۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: سبحۃ المرجان: ۱۰۵، عربی ادبیات: ۲۹۸

۱۱- شرح الہدایہ معروف بہ ہدایۃ الفقہ، قاضی حمید اللہ مخلص بن عبداللہ دہلوی (م ۷۶۴ھ/ ۱۳۶۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: سبحۃ المرجان: ۴۷، تذکرہ: ۵۴، ابجد العلوم: ۸۹۱، عربی ادبیات: ۲۹۴

۱۲- شرح باب الزکوٰۃ من حدائق المتقین، سید دلدار علی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۶۰، نزہۃ: ۷/ ۱۶۸-۱۷۱، عربی ادبیات: ۳۱۲، رود کوثر: ۶۳۲

۱۳- شرح باب الصوم من حدائق المتقین، سید دلدار علی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۱۲

۱۴- شرح جامع الصغیر، ابوحفص سراج الدین عمر الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۵۱، عربی ادبیات: ۲۹۴

۱۵- شرح زیادات، ابوحفص سراج الدین عمر الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۵۱، عربی ادبیات: ۲۹۴

۱۶- شرح کنز الدقائق، محمود بن محمد دہلوی (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۲/ ۱۵۴، فقہاء ہند، ۱/ ۲۹۹

۱۷- شرح کنز الدقائق، ابو الفضیل سعد الدین بن عبداللہ بن عبدالکریم دہلوی (م ۷۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۷۶، عربی ادبیات: ۲۹۷

۱۸- شرح لباب المناسک، رحمت اللہ سندھی (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ حیدرآباد، ۲/ ۱۶۵، نمبر ۵۳۷، اوراق: ۳۲۱، سن کتابت: ۱۲۷۰ھ، مآخذ: تذکرہ: ۶۲، نزہۃ: ۲/ ۹۸

۱۹- شرح مختصر الفرائض، حبیب اللہ قنوجی (م ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء) (مخطوطہ)، خدابخش، پٹنہ: ۳۳/ ۱۶۸، نمبر ۱۹۶۰، اوراق: ۲۴، مآخذ: تذکرہ: ۴۶، حدائق الحنفیہ: ۴۳۷-۴۳۸، نزہۃ: ۶/ ۶۴

۲۰- شرح مختصر الفرائض، عبدالباسط بن رستم علی قنوجی (م ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۰۸ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ خدابخش، پٹنہ: ۳۳/ ۱۶۸، نمبر ۱۹۶۰، اوراق: ۲۴، سن تصنیف ۱۸۰۴ء، کاتب: حمید الدین قنوجی، مآخذ: تذکرہ: ۱۰۷، حدائق الحنفیہ: ۴۶۴-۴۶۵، نزہۃ: ۷/ ۲۳۹

۲۱- شرح وجیز فی الفرائض، سید احمد بن مسعود ہرگاموی (م ۱۱۷۵ھ/ ۱۷۶۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۸۹

۲۲- شرح ہدایۃ الکبیر معروف بہ توشیح، ابوحفص سراج الدین عمر الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۵۱، نزہۃ: ۲/ ۹۵-۹۶، الفوائد البہیہ: ۱۲۲، فقہاء ہند، ۱/ ۲۲۴، عربی ادبیات: ۲۹۵، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۰

۲۳- فتح القدیر شرح الہدایۃ، قاضی محمد عیسیٰ جوناگڑھی (م ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۱۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۵

۲۴- فتح المعین (اسی مصنف کی قرۃ العین کی شرح)، ضیاء الدین بن عبدالعزیز (متوفی سولہویں صدی کا آخری عشرہ) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۹۸

۲۵- الفوائد الصبغیۃ فی شرح السراجیہ، محمد غوث بن نصیر الدین (م ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء)

(غیر موجود)، مآخذ: اسلامی علوم وفنون: ۱۸۹، فقہاء ہند: ۳/ ۲۳۴

۲۶- ملتقط الحقائق فی شرح کنز الدقائق، عنایت اللہ قادر لاہوری (م ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۶/ ۱۹۸، عربی ادبیات: ۳۰۶

۲۷- مناہج الفرائض شرح عقد الفرائض، عبد القادر جونپوری بن خیر الدین (م ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۷/ ۲۹۱

۲- اصول فقہ

۱- الشرح علی اصول البزدوی، سعد الدین بن قاضی بڈھن خیر آبادی (م ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: ابجد العلوم: ۱۸۰، نزہۃ: ۲/ ۵۹، عربی ادبیات: ۲۹۶

۲- الشرح علی المنار معروف بہ الشراحات المعالیہ، عبد السلام دیوی (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش پٹنہ، ۱۹/ ۱۶، نمبر ۱۵۰۸، اوراق: ۲۴۰، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲، تذکرہ: ۲۶۹

۳- شرح البزدوی، شہاب الدین دولت آبادی جونپوری (م ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: اسلامی علوم وفنون: ۱۸۰

۴- شرح الحسامی، سعد الدین خیر آبادی (م ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: سبحۃ المرجان، ۱۰۳، عربی ادبیات: ۲۹۷

۵- شرح الحسامی، ابو یوسف بنانی لاہوری (م ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، سبحان اللہ، عربیہ فقہ نمبر ۲/ ۳۲، ۲۹۷، اوراق: ۲۳۳، مآخذ: نزہۃ: ۵/ ۴۵۴

۶- شرح الحسامی، معین الدین عمرانی دہلوی (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: اخبار الاخیار: ۱۴۰، نزہۃ: ۲/ ۱۶۱، فقہاء ہند، ۱/ ۳۰۵، عربی ادب میں ہندوستان:

۷- شرح المنار معروف بہ اضافات الانوار، سعد الدین محمود بن محمد دہلوی (۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ حیدر آباد، ۲/۸، نمبر ۶۳/۱، ماخذ: عربی ادبیات: ۲۹۷

۸- شرح المنار معروف بہ توجیہ الکلام، یوسف بن جمال الدین ملتانی (م ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: اخبار الاخیار: ۱۵۰، تذکرہ علماء ہند: ۲۵۶، نزھۃ: ۲/۴/۱۷۴، عربی ادبیات: ۲۹

۹- شرح المنار، ابوحفص سراج الدین الہندی (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۲۹۳

۱۰- شرح المنار، رستم علی بن علی اصغر قنوجی (م ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۸، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۸۹

۱۱- شرح تحریر فی اصول الدین، نظام الدین فرنگی محلی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۵۳۶/۱، ماخذ: عربی ادبیات: ۳۰۸

۱۲- شرح دائر الاصول، محمد عالم بن محمد شاکر (۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۶/۲۷۸، عربی ادبیات: ۳۰۹

۱۳- شرح زبدۃ الاصول، جواد کاظمی (تاریخ پیدائش ووفات نامعلوم) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ضمیمہ یونیورسٹی نمبر ۶/۳، اوراق: ۳۶۶، کتابت ماقبل ۱۸۵۷ء

۱۴- شرح زبدۃ الاصول، حمد اللہ بن شکر اللہ سنڈیلوی (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) (مخطوطہ)،

لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدابخش کیٹلاگ ۱۹/ ۸۰، نمبر ۱۵۸۳، اوراق: ۱۵۴، سن کتابت: ۱۲۱۹ھ، کاتب: سید صفدر علی الموسوی، ماخذ: عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۸۹

۱۵- شرح زبدۃ الاصول، سید ابوحسن کشمیری لکھنوی نقشبندی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات: ۲۸۲

۱۶- شرح علی اصول البز دوی، الہ داد جونپوری (م ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کیٹلاگ خدابخش، پٹنہ، ۱۹/ ۵، نمبر ۱۴۹۴، اوراق: ۵۴۴، ماخذ: تذکرہ: ۱۱۵، ابجد العلوم: ۸۹۵، نزھۃ: ۴/ ۳۶

۱۷- شرح علی اصول البز دوی، شیخ احمد تھانیسری (م ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء) (غیر موجود)، ماخذ: ابجد: ۸۹۲

۱۸- شرح علی اصول البز دوی، وجیہ الدین گجراتی بن نوراللہ (م ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ: ۴/ ۳۴۴

۱۹- شرح علی بدیع الاصول، سراج الدین عمر بن اسحٰق (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: الفوائد البہیہ: ۱۲۲، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۳

۲۰- شرح مسلم الثبوت معروف بہ نفائس الملکوت، ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) (غیر موجود)، ماخذ: تذکرہ: ۲۵۲، نزھۃ: ۷/ ۵۴۳، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۱، عربی ادبیات: ۳۱۳

۲۱- شرح مسلم الثبوت معروف فواتح الرحموت، عبدالعلی بحرالعلوم (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) (مخطوط/ مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ خدابخش پٹنہ، ۱۹/ ۳۵، نمبر ۱۵۳۴، اوراق جلد اول: ۲۰۷، جلد دوم: ۲۱۱، دوسرا نسخہ نمبر ۱۵۳۵، اوراق: ۴۳۵، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، نمبر ۶۰۴، انڈیا آفس لندن نمبر ۱۴۱۶،

اشاعت: نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۷۸ء، نسخہ موجود: رامپور کیٹلاگ ۱/۲۷۷، نمبر ۹۲/۸، مولانا آزاد علی گڑھ، حبیب گنج نمبر ۵۳/۱۹، کل صفحات جلد اول: ۳۰۵، جلد دوم: ۲۹۶، یہ کتاب مصر میں امام غزالی کی المصطفیٰ کے ساتھ شائع ہوئی ہے جس کا نسخہ رامپور میں موجود ہے، دیکھیے: کیٹلاگ ۲/۵۳۶ نمبر ۳۲۸۳/۱۴۱

۲۲- شرح مسلم الثبوت، احمد عبد الحق بن محمد سعید (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۶/ ۱۳۰

۲۳- شرح مسلم الثبوت، محمد حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی (۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش، پٹنہ: ۳۴/۱۴، نمبر ۳۱۰۵، اوراق: ۱۲۸، انڈیا آفس لندن نمبر ۱۴۹۶، مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، ۱/۲۷۵، نمبر ۴۲، اوراق: ۲۰۵، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۱۰، تذکرۃ المصنفین: ۲۳۹

۲۴- شرح مسلم الثبوت، محمد مبین بن محب اللہ فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: رامپور کیٹلاگ ۱/۲۷۴ نمبر ۱۷، اوراق: ۴۰۶، مولانا آزاد لائبریری، یونیورسٹی کلکشن، عربیہ مذہب (۲) نمبر ۱۱۵، اوراق: ۱۱۱

۲۵- شرح مسلم الثبوت، نظام الدین فرنگی محلی سہالوی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء)، (مخطوطہ/مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش، پٹنہ، ۳۴/۱۳، نمبر ۱۳۰۴، اوراق: ۳۵۰، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال: ۶۰۳، مولانا آزاد، علی گڑھ، ذخیرہ فرنگی محل نمبر ۳/۴۵۸، اشاعت: کانپور ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء، مآخذ: سبحۃ المرجان: ۲۴۳، تذکرہ علماء ہند: ۲۴۱، ابجد العلوم: ۹۱۲، عربی ادبیات: ۳۰۸

۲۶- اصح الصادق لشرح المنار، نظام الدین فرنگی محلی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) (مخطوطہ)، کتب خانہ انواریہ، کاکوری (فقہ) نمبر ۱/۷، مآخذ: سبحۃ المرجان: ۲۴۳، تذکرہ علماء ہند: ۲۴۱، ابجد العلوم: ۹۱۲

۲۷- کشف المبہم معانی المسلم، قاضی محمد بشیر الدین بن محمد کریم قنوجی (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۷۹ء) (مطبوعہ) طباعت: کانپور، ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء، مطبوعہ نسخہ کی ایک کاپی رامپور لائبریری میں موجود ہے، دیکھیے: کیٹلاگ رامپور، ۱/۸۲۷، نمبر ۹۸- ایک نسخہ دارالعلوم دیوبند میں ہے، مطبوعہ کیٹلاگ، ۱/۱۶۳، نمبر (۱۰) ۱۸/۲۵۱ کے تحت ملاحظہ کیجیے، مآخذ: خان نوشہروی، تراجم علمائے اہل حدیث برقی پریس، دہلی، ۱۹۳۱ء: ۳۲۹، ۳۳۰

۲۸- نورالانوار فی شرح المنار، احمد جیون امیٹھوی (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء) (مخطوطہ/ مطبوعہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن، نمبر ۷/۳۲ء، ۲۹۳، اوراق: ۲۲۶، مولانا آزاد لائبریری، یونیورسٹی کلکشن مع ضمیمہ نمبر ۳۴، مولانا آزاد لائبریری، عبدالحئی عربیہ کلکشن، ۱۸/۵۹۷، خدا بخش کیٹلاگ ۱۹/۱۹، نمبر ۳۱۶، رامپور کیٹلاگ ۱/۲۷۹، نمبر ۱۱۳، اوراق: ۲۵۷، دارالعلوم دیوبند کیٹلاگ ۱/۱۶۶ نمبر (۱۹) ۲۴/۲۵۷، آصفیہ حیدرآباد، ۱۶/۴، اشاعت: افضل المطابع، ۱۸۸۸ء، کل صفحات: ۲۵۶، مآخذ: مآثر الکرام: ۱/۲۱۶، سبحۃ المرجان: ۷۹، حدائق الحنفیہ: ۴۳۶

فصل دوم، ب: حواشی وتعلیقات

۱- عمومی کتب

۱- تعلیقات علی الشریفیۃ، شاہی بیگ بن ذی النون قندھی (م ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۴/۱۲۰

۲- تعلیقات علی الشریفیۃ، قاضی عبدالنبی احمد نگری بن عبدالرسول (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ: ۶/۱۷۴

۳- تعلیقات علی الشریفیۃ، معین الدین عمرانی (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) (غیر موجود)،

مآخذ: فقہاء ہند: ۱/ ۳۰۵،۲۹۹

۴- تعلیقات علی شرح الوقایہ، خادم احمد لکھنوی بن حیدر (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ علماء ہند: ۵۶، نزہۃ: ۷/ ۱۵۸، عربی ادبیات: ۳۱۴، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۱

۵- تعلیقات مختصر ابی شجاع، محمد غوث مدراسی بن نصیر الدین (م ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزہۃ الخواطر: ۷/ ۱۷۴، فقہاء ہند: ۳/ ۲۳۴

۶- حاشیہ شرح الوقایۃ، خادم احمد لکھنوی بن حیدر (م ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) (غیر موجود) مآخذ: تذکرہ: ۵۶، حدائق الحنفیہ: ۴۷۴، نزہۃ: ۷/ ۱۵۸

۷- حاشیہ شرح الوقایۃ، شاہ امان اللہ پھلواروی (م ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف پٹنہ، اوراق: ۱۵۰، مآخذ: شاہ محمد شعیب، آثار ات پھلواری شریف، دار الاشاعت، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، غیر مورخہ

۸- حاشیہ شرح الوقایۃ، محمد وارث بنارسی (م ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۱۸، نزہۃ: ۶/ ۳۶۱، عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۸۹

۹- حاشیہ شرح وقایۃ، محمد خازن (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ رامپور، ۲/ ۲۶۴، نمبر ۴۳۵/ ۸۰۴، اوراق: ۷۷

۱۰- حاشیہ علی الفرائض السراجیہ، عبد النبی بن قاضی عبد الرسول عثمانی احمد نگری (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۱۳۵، عربی ادبیات: ۳۰۷

۱۱- حاشیہ علی الہدایہ، الہ داد بن عبد اللہ جونپوری (۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) (مخطوطہ)، لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، عبد الحی کلکشن، نمبر ۱۱۶/ ۴۰۸،

اوراق: ۳۶۷، مآخذ: ماثر الکرام، ۱/ ۱۹۲، سبحۃ المرجان: ۱۰۵، تذکرہ: ۲۵، حدائق: ۲۶۴-۲۶۵، ابجد العلوم: ۸۹۴، ۸۹۵، نزھۃ: ۴/ ۳۵-۳۶

۱۲- حاشیہ علی الہدایہ، حسین بن عمر غیاث پوری (م ۷۹۷ھ/ ۱۳۹۴ء) (غیر موجود)
مآخذ: فقہاء ہند، ۱/ ۲۰۹، عبدالحیٔ الحسنی، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، دمشق، ۱۹۸۵ء: ۱۰۵، ظفر الاسلام، بلیٹن آف انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، اے ایم یو، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء: ۳۱-۳۴

۱۳- حاشیہ علی الہدایہ، عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) (غیر موجود)، مآخذ: ماثر الکرام: ۱/ ۲۰۴-۲۰۵، سبحۃ المرجان: ۱۷۰، تذکرہ: ۱۱۰، حدائق: ۴۱۴، ابجد العلوم: ۹۰۲، عربی ادبیات: ۳۰۲-۳۰۳

۱۴- حاشیہ علی الہدایہ، نور اللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۲۴۵، عربی ادبیات: ۳۰۲-۳۰۳

۱۵- حاشیہ علی الہدایہ، ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) (غیر موجود)
مآخذ: تذکرہ: ۲۵۲، عربی ادبیات: ۳۱۳

۱۶- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، امین اللہ فرنگی محلی بن محمد اکبر (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۳۰، نزھۃ: ۷/ ۸۳

۱۷- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، سعد الدین خیر آبادی (م ۸۷۴ھ/ ۱۴۶۹ء) (غیر موجود)
مآخذ: اخبار الاخیار: ۱۹۳-۱۹۴، تذکرہ: ۷۵، حدائق الحنفیہ: ۳۳۶، مآثر الکرام: ۱/ ۱۹۰-۱۹۱، سبحۃ المرجان: ۱۰۲، نزھۃ: ۳/ ۵۹، ابجد العلوم: ۸۹۴

۱۸- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، قاضی عصمت اللہ سہارنپوری (م ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: آصفیہ حیدر آباد، ۱/ ۱۵۵، نمبر ۳۹۹، اوراق: ۱۳۷، سن کتابت: ۱۰۵۹ھ، بمقام لاہور، کاتب: موسیٰ بن عبدالرشید، مآخذ: تذکرہ:

۱۴۰، حدائق: ۴۰۷، مآثر الکرام: ۱/۲۰۵-۲۰۶، سبحۃ المرجان: ۳۸، ۱۴۰،
ابجد العلوم: ۹۰۰، نزہۃ: ۶/۱۸۲

۱۹- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، نورالدین احمدآبادی بن شیخ محمد (م ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۲ء) (غیر موجود) مآخذ: تذکرہ: ۲۴۷، حدائق: ۴۴۴، مآثر الکرام: ۱/۲۱۹-۲۲۰، سبحۃ المرجان: ۹۴، ابجد العلوم: ۹۱۱، نزہۃ: ۶/۳۹۰

۲۰- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) (غیر موجود) مآخذ: تذکرہ: ۲۴۵

۲۱- حاشیہ علی شرح الوقایۃ، وجیہ الدین گجراتی (۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، ذخیرہ سلیمان نمبر، ۳۲/۲۰، اوراق: ۲۷۶، کتابت: ماقبل ۱۱۹۰ھ، مآخذ: تذکرہ: ۲۴۹، ماثر الکرام ۱/۱۹۶-۱۹۷، حدائق الحنفیہ: ۳۸۸-۳۸۹، نزہۃ: ۴/۳۴۳

۲۲- حاشیہ علی کنز الدقائق، معین الدین عمرانی دہلوی (م ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) (غیر موجود) مآخذ: اخبار الاخیار: ۱۴۴، تذکرہ: ۲۲۸، حدائق الحنفیہ: ۳۰۳- ۳۰۵، مآثر الکرام: ۱/۱۸۴-۱۸۵، سبحۃ المرجان: ۹۰، ابجد العلوم: ۸۹۲، نزہۃ: ۲/۱۶۱، عربی ادبیات: ۲۹۳، عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۸۴

۲۳- حاشیہ ہدایۃ الفقہ: وجیہ الدین گجراتی (۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: حدائق: ۳۸۸-۳۸۹، ماثر الکرام: ۱/۱۹۶-۱۹۷، ابجد العلوم: ۸۹۶-۸۹۷، نزہۃ: ۴/۳۴۳، رودکوثر: ۳۹۳

۲۴- حواشی علی الحواشی الہندیہ، الہ داد جونپوری، (م ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵ء) (غیر موجود)، مآخذ: ابجد العلوم: ۸۹۵، نزہۃ: ۴/۳۵

۲۵- طوالع الانوار علی الدر المختار، محمد عابد سندھی (م ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء) (غیر موجود)،

مآخذ: تذکرہ: ۲۰۲، حدائق الحنفیہ: ۴۷۳، ابجد العلوم: ۸۵۰، نزھۃ: ۷/ ۴۵۷،
عربی ادبیات: ۳۱۳

۲۶- غایۃ الحواشی علی الشرح الفوائد، ابو المعارف عنایت اللہ قادر لاہوری (م ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء) (غیر موجود)، مآخذ: حدائق الحنفیہ: ۴۳۹، عربی ادبیات: ۳۰۶

۲۷- الفوائد العارفیہ (الوقایہ پر جامع حاشیہ)، سید مہدی (م اٹھارویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش کیٹلاگ، ۱۹ /۱۵۱، نمبر ۱۶۶۳، اوراق: ۱۷۴، سن تالیف: ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء، اٹھارویں صدی کے نواب معز الدین محمد عارف کے نام معنون ہے۔

۲۸- قرۃ العینین، ضیاء الدین بن عبد العزیز (م ۹۹۱ھ/ ۱۵۸۳ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۹۸

۲۹- مختصر الہدایۃ، اہل اللہ دہلوی بن عبد الرحیم پھلتی (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر ۱۱۸ /۱۷، اوراق: ۸۲، مآخذ: اعلام: ۶ /۴۶-۴۷

۳۰- ہدایۃ الفقہ (الوقایہ کا تفصیلی حاشیہ)، سید مہدی (متوفی اٹھارہویں صدی عیسوی) (مخطوطہ) لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش، پٹنہ ۱۹ / ۱۵۲، نمبر ۱۶۶۴، اوراق: ۲۰۰

فصل سوم: حواشی و تعلقات: اصول فقہ

۱- التصریح لغوامض التلویح، عبد اللبیب عبد اللہ بن عبد الحکیم (متوفی سترہویں صدی عیسوی) (مطبوعہ) اشاعت مطبع پنجابی، ۱۸۶۲ء، ایک نسخہ رامپور لائبریری میں موجود ہے۔ دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ ۱ /۲۶۸، نمبر ۱۷، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۳

۲- حاشیہ الدائر شرح المنار (یہ حاشیہ المنار کے دوسرے حاشیہ قمر الاقمار کے حاشیہ کی

حیثیت میں موجود ہے)، قاضی خلیل الرحمٰن بن عرفان رامپوری (متوفی انیسویں صدی عیسوی)، مآخذ: تصرعلم: ۲۳۰

۳- حاشیہ حسامی، قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ الخواطر: ۶/ ۱۷۴

۴- حاشیہ حسامی، معین الدین عمرانی دہلوی (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: ابجد العلوم: ۸۹۲،عربی ادبیات: ۲۹۳

۵- حاشیہ شرح الحسامی، مولوی جون ملک الوہاب (متوفی انیسویں صدی عیسوی)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، ذخیرہ سلیمان، اصول فقہ عربیہ، نمبر ۳/ ۴۳،سن کتابت: ۱۲۷۷ھ، اوراق: ۶۰

۶- حاشیہ علی اصول البزدوی، وجیہ الدین گجراتی (م ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۴/ ۳۴۴،عربی ادبیات: ۳۰۱

۷- حاشیہ علی التلویح، امان اللہ بنارسی (م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۴/ ۴۱

۸- حاشیہ علی التلویح، جمال الدین گجراتی (م ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۶/ ۶۰

۹- حاشیہ علی التلویح، سعدالدین خیرآبادی (م ۸۷۴ھ/ ۱۴۶۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: ابجد العلوم: ۸۹۴

۱۰- حاشیہ علی التلویح، شیخ یعقوب بن الحسن کشمیری (م ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۴ء)(غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۵/ ۴۵۲

۱۱- حاشیہ علی التلویح، معین الدین عمرانی دہلوی (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۲۹۳

۱۲- حاشیہ علی التلویح، نورالدین بن محمد احمد آبادی (م ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۲ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۷

۱۳- حاشیہ علی التلویح، وجیہ الدین گجراتی (م ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۴/ ۳۴۴

۱۴- حاشیہ علی التوضیح والتلویح، امین اللہ بن مفتی محمد اکبر (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۱

۱۵- حاشیہ علی التوضیح والتلویح، عبدالحکیم سیالکوٹی، (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کیٹیلاگ رامپور، ۱/ ۲۰۷ نمبر ۱۳۰، آصفیہ، حیدرآباد، ۴/ ۲۲

۱۶- حاشیہ علی قواعد الاحکام الفقہیہ، نوراللہ شوستری (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۰۲

۱۷- حاشیہ علی المنار، معین الدین عمرانی دہلوی (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) (غیر موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۲۹۳

۱۸- حاشیہ علی شرح المنار، عبدالعلی قنوجی بن علی اصغر (متوفی انیسویں صدی عیسوی) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۲۸۸

۱۹- حاشیہ علی شرح مسلم الثبوت، امین اللہ بن محمد اکبر (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ: ۷/ ۸۷، عربی ادبیات: ۳۱۲

۲۰- حاشیہ علی شرح مسلم الثبوت، امین اللہ بن محمد اکبر (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) (غیر موجود)، مآخذ: تذکرہ: ۳۰

۲۱- فصول الحواشی لاصول الشاشی، الہ داد جونپوری (م ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: انڈیا آفس لندن، ۲/ ۲۰۶ نمبر ۱۴۴۱

۲۲- قرۃ الانظار حاشیہ علی تنویر المنار، ابوالطیب سندھی (م سترہویں صدی عیسوی) (غیر

موجود)، مآخذ: عربی ادبیات: ۳۱۰

۲۳- قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، عبد الحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مولانا آزاد، علی گڑھ، فرنگی محل کلکشن، نمبر ۴/۴۵۹، اوراق: ۲۱۵، سن تالیف: ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء، مطبوعہ کیٹلاگ رامپور، ۲/۵۲۸، نمبر ۶۳۰

۲۴- مختصر نور الانوار، رستم علی قنوجی بن علی اصغر (م ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء) (غیر موجود)، مآخذ: نزھۃ الخواطر: ۶/۸۹، اسلامی علوم: ۱۸۱

فصل چہارم: برِصغیر میں اصولِ فقہ کا ارتقاء (عہد سلطنت، عہد مغلیہ اور مابعد کی تخلیقات کا تعارفی اشاریہ)

جنوبی ایشیا کے خطہ برصغیر میں اصول فقہ اور قواعد فقہ کی نشو و نما فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ ہوئی۔ چنانچہ فقہاء ہند نے عہد وسطی اور عصر جدید میں عربی اور اردو زبانوں میں وافر سرمایہ حوالہ تاریخ کیا ہے۔ اول الذکر زبان میں خدمات انجام دینے والے فقہاء میں ایک تعداد ایسے حضرات کی ہے جنھوں نے بیرون ہند کے فقہاء احناف کی کتب اصول فقہ پر کام کیا، ان کے شروح و حواشی اور خلاصے تیار کیے۔ چنانچہ ان کی خدمات کی وجہ سے اصل کتاب کو اعتبار و شہرت نصیب ہوئی۔ ان حضرات نے بے شمار اضافے فرمائے اور بعضوں کی شروح/حواشی کو مستقل کتاب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ چنانچہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی (م ۴۸۲ھ/۱۰۸۹ء) کی کنز الاصول الی معرفۃ الاصول کی شرحیں بہت سارے ہندوستانی فقہاء نے تیار کی ہیں جن میں مشہور نام قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء)، شیخ سعد الدین خیرآبادی (م ۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء)، شیخ الہ داد جونپوری (م ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵ء)، شیخ وجیہ الدین گجراتی (م ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء) اور شیخ معین الدین دہلوی (م ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) شامل ہیں۔

اسلامی دنیا کے دوسرے معتبر فقیہ حسام الملۃ محمد بن محمد (م ۶۴۳ھ/ ۱۲۴۵ء) ہیں۔ آپ کی الحسامی کی بے شمار شرحیں تیار کی گئیں جن میں معروف ہندوستانی فقیہ سعدالدین خیرآبادی (م ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷ء) اور شیخ یعقوب ابو یوسف لاہوری (م ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء) ہیں جنھوں نے شروح لکھیں اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء) اور قاضی عبدالنبی احمدنگری (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء) نے اس کتاب پر حواشی لکھے ہیں۔

تیسرے امام فقہ عبداللہ ابو البرکات النسفی (م ۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء) ہیں۔ ان کی کتاب ''منارالانوار'' کی متعدد شروح وحواشی ہندوستانی علماء نے تیار کیں جن میں سب سے عمدہ شرح شیخ احمد معروف بہ ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) کی نورالانوار ہے۔ ملا جیون کی کوشش سے المنار زندۂ جاوید ہوگئی۔ دوسری طرف ملا جیون کی شرح نورالانوار نے اصل کتاب کی حیثیت حاصل کرلی ہے۔

چوتھے امام اصول فقہ صدر الشریعہ (م ۷۴۷ھ/ ۱۳۴۶ء) ہیں۔ آپ کی اہم کتاب کا نام التنقیح اور التوضیح ہے، ان کتابوں میں فلسفیانہ رنگ کا غلبہ ہے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے التوضیح علی التلویح پر قیمتی علمی اضافے کیے ہیں۔ اصول فقہ پر بعض مستقل کتب بھی ہندوستانی علماء کے قلم کی مرہون منت ہیں۔ اس ضمن میں صفی الدین بن عبدالرحیم ہندی (م ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء) کو اقدمیت حاصل ہے۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول آپ کی اہم تصنیف ہے۔ دوسری اہم کتاب محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مسلم الثبوت ہے۔ ملک وبیرون ملک میں یہ کتاب مقبول ومتداول ہوئی اور منتہی طلبہ کے لیے یہ کتاب لازمی کورس کا حصہ ہے۔ اس کتاب میں اصولی مباحث کو فلسفیانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح زبدۃ المقول فی علم الاصول، تیسیر الاصول اور تلخیص الاصول مولانا ثناء اللہ زاہدی (پاکستان) کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔[۲۷]

سطور ذیل میں اصول فقہ پر تصنیف شدہ مخطوطات بزبان عربی کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا

ہے۔ اس انڈکس کے ذریعہ عہد سلطنت، عہد مغلیہ اور مابعد مغلیہ کے ادوار میں شروح وحواشی کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ گذشتہ صفحات میں ان کتابوں کا ذکر آچکا ہے تاہم بعض اضافوں کے ساتھ یکجا طور پر اس کی دستیابی باحثین کے لیے اطمینان کا باعث ہوگا۔

عہد سلطنت میں کتب اصول فقہ پر شروح:

۱- افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار، سعد الدین احمد بن محمد دہلوی، (م ۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء)، ص:۲۵۶، مآخذ: نزھۃ الخواطر: ۲/ ۴۶، فقہاء ہند: ۱/ ۲۹۹
مخطوطات: تصدق حسامی نیساپوری، فہرست کتب عربی و فارسی و اردو، مخزونہ کتب خانہ، حیدرآباد، آصفیہ، سرکار عالیہ، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، ۱۳۴۷، جلد دوم: ۸، نمبر ۶۳/ ۱، ماخذ: زبید احمد: ۲۹۷

۲- توجیہ الکلام، شرح المنار، یوسف بن جمال الدین ملتانی، (م ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) مآخذ: اخبار الاخیار، ص: ۱۵۰، رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، ۲/ ۴۷، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۹

۳- شرح الحسامی، سعد الدین خیرآبادی، (م ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷)، مآخذ: غلام آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان: ۱۰۳، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۹۷

۴- شرح الحسامی، معین الدین عمرانی دہلوی، (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء)، مآخذ: عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۹۱۳ء: ۱۴۰، نزھۃ الخواطر، ج ۲: ۱۶۱

۵- شرح المنار، سراج الدین ابو حفص معروف بہ سراج ہندی، (م ۷۷۳ھ/ ۱۳۷۱ء)، مآخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۹۳

۶- الشرح علی اصول البزدوی (سعد الدین بن قاضی بڈھن خیرآبادی (م ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷ء) (غیر موجو)، مآخذ: صدیق حسن خان، ابجد العلوم، ص: ۱۸۰، نزھۃ

الخواطر، ۲/۵۹

۷- شرح علی اصول البزدوی (الہ داد (اللہ داد) جونپوری (م ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۳ء)، (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ دیکھیے: مطبوعہ فہرست مخطوطات، جلد ۱۹، نمبر ۱۴۹۵۔ (نوٹ: مولوی رحمان علی نے الہ داد کی سن وفات ۹۳۲ھ جب کہ فقیر محمد جھیلمی نے ۹۲۳ھ بتایا ہے)، تذکرہ علماء ہند، ص: ۱۱۶، حدائق الحنفیہ: ۳۸۹۔

۸- شرح علی اصول البزدوی، شیخ احمد تھانیسری، (م ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء)، ماخذ: ابجد العلوم: ۸۹۲

عہد سلطنت میں کتب اصول فقہ پر حواشی

۱- حاشیہ علی التلویح، سعد الدین خیرآبادی، (م ۸۷۴ھ/ ۱۴۶۹ء)، (غیر موجود)، ماخذ: ابجد العلوم، ص: ۸۹۴

۲- حاشیہ علی التلویح، معین الدین عمرانی (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۹۴

۳- حاشیہ علی الحسامی، مولانا معین الدین عمرانی دہلوی، (غیر موجود)، ماخذ: ابجد العلوم: ۸۹۲، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۹۴

۴- حاشیہ علی المنار، معین الدین عمرانی دہلوی، (م ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء)، ماخذ: زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، حوالہ سابق: ۲۹۴

۵- فصول الحواشی لاصول الشاشی، الہ داد جونپوری، (م ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، اوٹولوتھ انڈیا آفس، لندن، ۱۸۷۷ء، جلد دوم: ۲۰۶، نمبر ۱۴۴۱

عہد مغلیہ (اورنگ زیب تک) میں کتب اصول فقہ پر شروح

۱- الشراحات المعالیہ: الشرح علی المنار، عبدالسلام دیوی اعظمی، (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: خدا بخش، پٹنہ محولہ بالا، جلد ۱۱۹، نمبر ۱۶، ۲۴۰ اوراق

۲- شرح الحسامی، ابو یوسف بنانی لاہوری، (م ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء) (مخطوطہ)، لائبریری /مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، سبحان اللہ کلکشن، عربیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، محولہ بالا، نمبر ۲ / ۳۲ / ۲۹۷، اوراق: ۲۳۳

۳- شرح دائر الاصول، محمد عالم بن محمد شاکر، (م ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء)، مآخذ: رحمان علی، ص: ۱۸۰، نزھۃ الخواطر، جلد ششم: ۲۷۸، زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ترجمہ شاہد حسین رزاقی، ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء: ۳۰۹

۴- شرح علی المنار، رستم علی بن اصغر قنوجی، (م ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء)، مآخذ: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص: ۳۰۸، مسعود انور کاکوروی، عربی ادب میں اودھ کا حصہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۹۰ء: ۸۹

۵- نور الانوار فی شرح المنار، ملا احمد جیون امیٹھوی، (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء)، مخطوطہ، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ۱- سبحان اللہ کلکشن، عربیہ، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، نمبر ۲۹۳۔ ۲- یونیورسٹی، عربیہ مع ضمیمہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، نمبر ۳۴۔ ۳- عبدالحیٔ کلکشن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، نمبر ۵۹۷۔ ۴- خدا بخش لائبریری نمبر ۱۵۱۱۔ ۵- اشرف علی، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ، ۱۸۹۹ء، ۱۰۶۰ / ۸۷ / ۵۔ ۶- اوٹولوتھ، انڈیا آفس، محولہ بالا، نمبر ۳۱۶۔ ۷- محمد ظفیر الدین، تعارف مخطوطات، کتب خانہ دار العلوم، دیوبند، ۱۹۷۰ء، جلد اول: ۱۶۶،

نمبر ۲۴/ ۲۵۷، مطبوعہ: افضل المطابع، ۱۸۸۸ء صفحات: ۲۵۶

عہد مغلیہ (اورنگ زیبؒ تک) میں کتب اصول پر حواشی

۱- التصریح بغوامض التلویح، عبداللطیب بن عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی، (م ۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۳

۲- حاشیہ الحسامی، قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، (م ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۶/ ۱۷۴

۳- حاشیہ تلویح، مولانا قطب الدین سہالوی، (م ۱۱۰۳ھ/ ۱۴۹۱ء) (غیر موجود)، ماخذ: علماء ہند، ص: ۳۹۰

۴- حاشیہ علی اصول البزدوی، وجیہ الدین گجراتی، (م ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۸ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۴/ ۳۴۴، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۱

۵- حاشیہ علی التلویح، امان اللہ بن نور اللہ بنارسی، (م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۶/ ۴۱

۶- حاشیہ علی التلویح، جمال الدین گجراتی، (م ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۶/ ۶۰

۷- حاشیہ علی التلویح، شیخ یعقوب بن حسن کاشمیری، (م ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۴ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۵/ ۴۵۲

۸- حاشیہ علی التلویح، نور اللہ بن محمد احمد آبادی، (م ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۲ء) (غیر موجود)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۷

۹- حاشیہ علی التلویح، وجیہ الدین گجراتی، (م ۱۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) (غیر موجود)، ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۴/ ۳۴۴

۱۰-	حاشیہ علی التنزیل والتاویل، عبدالحکیم سیالکوٹی، (م ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء)، (مخطوطہ)، لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ، فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، مرتبہ احمد علی خان شوکت رامپوری، جلد اول: ۲۰۷، نمبر ۱۳۱، ماخذ: سبحۃ المرجان: ۱۷۰، علماء ہند، ص: ۱۱۰، حدائق الحنفیہ، ص: ۴۱۴، ابجد العلوم: ۹۰۲، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۲

۱۱-	حاشیہ علی قواعد الاحکام الفقہیہ، نوراللہ شوستری، (م ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۲

۱۲-	قرۃ الأنظار، حاشیہ علی تنویر المنار، ابوطیب سندھی، (متوفی ۱۷ویں صدی)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۱۰

مابعد وفات اورنگ زیب تا حال: کتب اصول فقہ پر شروح

۱-	بغیۃ الفحول فی شرح مختصر الاصول، حافظ محمد گوندلوی، (م ۱۹۸۵ء)، ادارہ اشاعۃ اللہ، لاہور، ۱۹۶۸ء، یہ کتاب شاہ اسماعیل شہید کی المختصر فی اصول الفقہ کی شرح ہے۔
ماخذ: محمد گوندلوی، بحوالہ حافظ محمد شریف شاکر کا مقالہ، محولہ بالا، ص: ۸۴۸

۲-	تکملہ شرح زبدۃ الاصول، عبدالعلی فرنگی محلی بن نظام الدین، (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)
ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۷/ ۲۹۴

۳-	شرح البزدوی، شہاب الدین دولت آبادی، جونپوری، (م ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء)
ماخذ: عبدالحیٔ، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، (مترجم ابوالعرفان ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء: ۱۸۰

۴-	شرح تحریر فی اصول الدین، نظام الدین فرنگی محلی، (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء)، (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، جلد اول، نمبر ۵۳۶

۵- شرح دائر الاصول، محمد عالم بن محمد شاکر، (م ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء)، ماخذ: علماء ہند، ص: ۱۸۰، نزہۃ الخواطر، ۶ /۲۷۸، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۹

۶- شرح زبدۃ الاصول، ابو الحسن لکھنوی بن تقی شاہ، (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء)، ماخذ: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۲۸۲

۷- شرح زبدۃ الاصول، جواد کاظمی، (متوفی انیسویں صدی عیسوی)، (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ ضمیمہ، یونیورسٹی کلکشن، اے ایم یو علی گڑھ، نمبر ۳/ ۶

۸- شرح زبدۃ الاصول، حمید اللہ بن شکر اللہ سندیلوی، (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء)، (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ فہرست کتب، پٹنہ، جلد ۲ / ۸۰، نمبر ۱۵۸۳

۹- شرح مسلم الثبوت، احمد عبد الحق بن محمد سعید، (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۲ء)
ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۶/ ۳۰

۱۰- شرح مسلم الثبوت، محمد حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی، (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) (مخطوطہ)
لائبریری/ مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۴/ ۱۴، نمبر ۳۰۱۵، اوراق ۱۲۸، انڈیا آفس، لندن نمبر ۱۴۹۶ فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، ۱/ ۲۷۵، نمبر ۲۷، اوراق ۲۰۵، ماخذ: تذکرہ علماء ہند، ص: ۱۴۴، ابجد العلوم: ۹۱۲، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۰۸، سبحۃ المرجان، ص: ۲۴۳

۱۱- شرح مسلم الثبوت، ملا مبین بن محب اللہ بن احمد بن سعید بن قطب الدین لکھنوی سہالوی، (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء، ماخذ: نزہۃ الخواطر، ۷/ ۴۴۲

۱۲- شرح مسلم الثبوت، نظام الدین فرنگی محلی سہالوی، (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء)، (مخطوطہ)
لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: فہرست مخطوطات، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، جلد ۳۴: ۱۳، نمبر ۳۰۱۴، اوراق ۳۵۰، اشرف علی، لائبریری، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال،

۱۸۹۹ء، نمبر ۶۰۳، ذخیرۂ فرنگی محل، علی گڑھ، نمبر ۳/ ۵۸/ ۴، مطبوعہ کانپور، ۱۸۹۸ء

۱۳- اصبح الصادق لشرح المنار، نظام الدین فرنگی محلی، (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: کتب خانہ کاکوری لکھنؤ، نمبر ۱/ ۷

۱۴- فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، عبدالعلی بحرالعلوم، (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ، خدابخش لائبریری پٹنہ، ۱۹/ ۵۰۳، جلد اول نمبر ۱۵۳۴، جلد دوم نمبر ۱۵۳۵، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ، نمبر ۶۰۴، انڈیا آفس، لندن، نمبر ۱۴۱۶، طباعت: نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۷۸ء، مطبوعہ نسخہ رامپور لائبریری میں موجود ہے۔ دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ نمبر ۹۲/ ۸، مطبوعہ نسخہ علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن نمبر ۵۳/ ۱۹، جلد اول، صفحات: ۵۰۳، جلد دوم صفحات: ۲۹۶

۱۵- کشف المبہم مما فی المسلم، قاضی محمد بشیر الدین بن محمد کریم قنوجی، (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۷۹ء) (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: مطبوعہ کیٹلاگ ریاست رامپور، جلد اول: ۲۷۸، نمبر ۹۸ فہرست کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، جلد اول: ۱۶۳، نمبر (۱۰) ۱۸/ ۲۵۱

۱۶- نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت، ولی اللہ بن حبیب اللہ فرنگی محلی لکھنوی، (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء)، مآخذ: تذکرہ علماء ہند: ۲۵۲، نزہۃ الخواطر، ۷/ ۵۴۳، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۳۱۴

مابعد وفات اورنگ زیب تا حال: کتب اصول فقہ پر حواشی

۱- حاشیہ التوضیح والتلویح، امین اللہ بن مفتی محمد اکبر، (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) ماخذ: عربی ادب میں اودھ کا حصہ، محولہ بالا: ۹۱

۲- حاشیہ الدائر شرح المنار، قاضی خلیل الرحمن بن عرفان رامپوری، (متوفی انیسویں

صدی عیسوی)، نوٹ: یہ حاشیہ المنار کے دوسرے حاشیہ قمر الاقمار کے فٹ نوٹس کے طور پر تیار کیا گیا ہے۔ ماخذ: شوکت علی خان، قصر العلم، ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، عربی، فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، ۱۹۸۰ء: ۲۳۰

۳- حاشیہ شرح الحسامی، مولوی جون ملک الوہاب، (م انیسویں صدی عیسوی)، (مخطوطہ) لائبریری/مطبوعہ کیٹلاگ: ذخیرہ سلیمان، اے ایم یو، علی گڑھ (اصول فقہ عربیہ)، نمبر ۳/ ۴۳

۴- حاشیہ علی شرح المنار، محمد عبدالعلی قنوجی بن علی اصغر، (م انیسویں صدی عیسوی)
ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۷/ ۲۸۸

۵- حاشیہ علی شرح مسلم الثبوت، امین اللہ بن محمد اکبر، (م ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء)
ماخذ: نزھۃ الخواطر، ۸/ ۸۷، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۱۲۳، تذکرہ علماء ہند، ص: ۳۰

۶- قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، عبدالحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی، (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء)، (مخطوطہ) لائبریری / مطبوعہ کیٹلاگ: فرنگی محل، عربیہ، علی گڑھ، نمبر ۴/ ۵۹ ۴، فہرست کتب خانہ ریاست رامپور، جلد دوم: ۵۲۸، نمبر ۶۳۰، ماخذ: عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۲، حدائق الحنفیہ، ص: ۴۷۵، ابجد العلوم، ص: ۲۶۴

شروح وحواشی کے علاوہ ایک تیسری قسم کتب اصول فقہ کے ضمن میں ہندوستانی علماء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جسے تعلیقات کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ مولانا محمد برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن قطب الدین سہالوی (پیدائش ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ مسلم الثبوت پر تعلیق ہے۔ ۳۶

دوسری کتاب بعنوان تعلیق وتحقیق نور الانوار فی شرح المنار ہے جسے مولانا محمد حافظ ثناء اللہ زاہدی نے تیار کیا ہے۔ [۴]

عصر جدید میں بعض کتب عربی زبان میں کسی اہم کتاب کے خلاصے کے طور پر بھی تالیف کی گئیں مثلاً نواب صدیق حسن قنوجی (متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) نے امام شوکانی (م ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۶۸ء) کی کتاب ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول کا خلاصہ بعنوان حصول المامول کے نام سے تیار کیا۔ جو مصر سے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں ۱۹۰ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ [۵]

حواشی وتعلیقات:

۱۔ اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان: برصغیر میں اصول فقہ کی ترویج واشاعت میں قاضی محب اللہ بہاری کی علمی کاوشوں کا جائزہ، از محترم ڈاکٹر ساجدہ حسین بٹ صاحبہ نے عالمی سیمینار بعنوان جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، منعقدہ یکم تا ۳/ اگست ۲۰۰۹ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں پیش کیا تھا۔ (مجموعہ مقالات بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، محولہ بالا، ص: ۹۰-۵۱)

۲۔ دیکھیے: مولانا محمد شریف شاکر کا مقالہ بعنوان 'فقہ واصول فقہ میں برصغیر کے علمی ورثہ میں کتب اصول فقہ اور حکمت تشریع کا حصہ' پیش کردہ بین الاقوامی سیمینار، محولہ بالا، ص: ۸۳۹۔

۳۔ گنگوہی، محمد حنیف، ظفر المحصلین با حوال المولفین، دار الاشاعت، کراچی، سن ندارد: ۲۱۷، بحوالہ: ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر کا مقالہ بعنوان فقہ اور اصول فقہ میں برصغیر کے علمی ورثہ میں کتب اصول فقہ اور حکمت تشریع کا حصہ، پیش کردہ، عالمی سیمینار، اسلام آباد، محولہ بالا: ۸۴۳۔

۴۔ دیکھیے حافظ محمد شریف شاکر کا مقالہ، محولہ بالا: ۸۳۹

۵۔ برصغیر میں عربی اور فارسی زبانوں کے علاوہ اردو زبان میں گذشتہ صدیوں میں اصول فقہ پر خاطر خواہ توجہ صرف کی گئی ہے، علماء ہند کی اس ضمن میں خدمات کا ذکر راقم سطور کی دوسری کتاب: ''ہندوستان میں علوم فقہ کا ارتقاء- اردو مطبوعات کا تنقیدی جائزہ'' کے باب سوم میں ملاحظہ کریں۔

باب سوم

عہدِ وسطیٰ کی بعض اہم فقہی تصانیف کا اجمالی و تجزیاتی مطالعہ

فصل اول: فتاویٰ لٹریچر (عمومی تصانیفِ فقہ)
فصل دوم: شروح و حواشی (عمومی تصانیفِ فقہ)
فصل سوم: اصول فقہ (شرح وغیر شرح)
فصل چہارم: مسالک فقہ و اختلاف فقہاء اور تقلید اجتہاد
فصل پنجم: ارکان اربعہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ)
فصل ششم: سماجی و مذہبی امور (حلال، حرام، مکروہات و مباحات)
فصل ہفتم: معاشی مسائل

الف: میراث
ب: اراضی و املاک
ج: تجارتی معاملات

فصل ہشتم: حدود و تعزیرات
فصل نہم: عدالتی نظام

فصل اول: فتاویٰ لٹریچر (عمومی تصانیفِ فقہ)

۱-الفتاوی الغیاثیہ، (مطبوعہ)[1]

اس فن میں فتاوی فیروز شاہیہ اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے بعد فتاویٰ عالمگیریہ کی عظمت واعتراف کے بغیر ہندوستان کی فقہی تاریخ نامکمل رہے گی، لیکن ان سب سے پہلے الفتاوی الغیاثیہ کو اولیت کا مقام حاصل ہے۔فتاوی کی یہ کتاب سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۷ء) کے نام معنون ہے۔جن کی توصیف کا خصوصی اہتمام مصنف گرامی داؤد ابن یوسف الخطیب البغدادی نے مقدمہ میں کیا ہے۔مصنف کے کلمات خیر کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غیاث الدین کی دہلی علماء کرام کے لیے ذہنی سکون اور قلبی راحت کا باعث تھی،مورخین کی صراحت یہ ہے کہ منگولوں کے حملوں کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا سے علماء کرام نے دہلی کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا تھا۔[2]

فتاوی غیاثیہ کی تالیف کا کام تیرہویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں انجام پذیر ہوا اور بولاق مصر سے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۹ء میں پہلی بار زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اس کی طبع شدہ ایک کاپی موجود ہے۔[3] اس کے خطی نسخے مکتبہ خدیویہ (مصر)، پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور)، آصفیہ لائبریری (حیدرآباد) اور دارالمصنفین (اعظم گڑھ) میں موجود ہیں۔ اس فتاوی کے بارے میں کشف الظنون کے ضمیمہ کے مؤلف اسمٰعیل پاشا نے تفصیل سے کلام کیا ہے۔[4]

داؤد بن یوسف خطیب بغدادی کی سوانح ہمیں معاصر وغیر معاصر تاریخی کتب اور سوانحی تالیفات میں نظر نہیں آئیں۔دوسری حیرت کی بات یہ ہے کہ فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ کے مقدمہ میں نہ معلوم کن شواہد کی بنیاد پر یہ بات درج کی گئی ہے کہ فتاوی غیاثیہ کی تالیف کا کام

غیاث الدین تغلق کے عہد (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔۵؎ جب کہ خود فتاوی غیاثیہ کے مقدمہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کام غیاث الدین بلبن کے عہد میں مکمل ہوا تھا۔

اس مجموعے کی عظمت کا اعتراف بعد کے ہندوستانی فقہاء کو رہا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کے ثبوت میں یہ بات پیش کی جاسکتی ہے کہ فتاوی غیاثیہ کے بعد کے فتاوی لٹریچر میں اس کو درجہ استناد حاصل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاوی تاتارخانی، فتاوی فیروزشاہی، فتاوی حمادی اور فتاوی عالمگیری میں بہ کثرت فتاوی غیاثیہ کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں اور مسائل کو مبرہن و مستند بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز فقہ حنفی کے معتبر اور مفتی بہ مسائل کو ترجیح دی گئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ فتاوی غیاثیہ میں قدیم فقہاء احناف سے اخذ و استفادہ کیا گیا ہے اور عالم اسلام کے معروف کتب فقہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا۔ جن کتب کو اس مجموعے میں ماٰخذ کے طور پر استعمال کیا گیا وہ یہ ہیں: فتاوی ذخیرہ، فتاوی سمرقندی، جامع الفتاوی، مختصر الطحاوی، الہدایہ، آداب القاضی، منتقٰی، فتاوی ناصری مختصر الفتاوی، النوازل، حسامی وغیرہ۔

فتاوی غیاثیہ عام فقہی کتب کے طرز پر تالیف کی گئی ہے جس میں فتوی اور استفتاء کی زبان نہیں استعمال کی گئی بلکہ مسائل کو ابواب، فصول اور انواع کے درمیان الگ الگ تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں عام فقہی کتب میں پائے جانے والے مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں عبادات، خاندانی احوال، مذہبی و سماجی آداب و روایات، معاشی اقدامات و معاملات، بالخصوص حق ملکیتِ زمین، اوقاف اور شفعہ پر تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مجموعہ محض ماضی کے مسائل کا اعادہ نہیں ہے بلکہ اس عہد کے بہت سارے معاملات و مسائل پر اعتدال کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً عقدِ نکاح و فسخ طلاق میں فارسی جملوں کا استعمال، نماز میں عربی کی جگہ فارسی جملوں کی ادائیگی، حکمران وقت کے سامنے سجدہ تعظیمی، شاہان وقت کی دعوت کی قبولیت اور ان کے تحائف کو قبول کرنا، اسلامی علوم مثلاً قرآن، حدیث

اورفقہ کی تعلیم پر مامور اساتذہ کی تنخواہ بیت المال سے دینا، عیسائی اور یہودی کی خاطر مدارات اور مہمان نوازی، ملازم/خادم کوایڈوانس تنخواہ دینا، ہاشمی سید کے لیے زکوٰۃ کی قبولیت کا مسئلہ۔[۶]

اس مجموعے کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں عربی متن کے درمیان فارسی کی طویل عبارتیں بھی شامل کردی گئی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عوام کی زبان فارسی تھی اور فتویٰ کی دنیا میں اس کا استعمال تفہیم مطالب اور ترسیل مفاہیم کے لیے بہتر طور پر کیا جاتا تھا۔ اس مجموعے میں مؤلف نے بعض مخففات کا بھی استعمال کیا ہے مثلاً (م) برائے منتقی، (ح) برائے حسامی، (ن) برائے نوازل، (ذ) برائے ذخیرہ۔ آج کے دور کی تحقیقات میں مخففات (Abbreviations) کا اسلوب بالعموم اختیار کیا جاتا ہے لیکن یہ اسلوب عہد وسطیٰ کی کتابوں میں بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تحقیق کا یہ اسلوب بہت پہلے اسلامی دنیا میں اختیار کیا جاتا رہا ہے۔

سطور ذیل میں چند مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے ذریعہ فتاوی غیاثیہ کی عصری معنویت، مسائل کا استقصاء اور اس کے امتیازات واضح ہوکر ہمارے سامنے آسکیں گے۔

۱- عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں فقہاء کرام کے درمیان نماز کی قرآنی قرأت متنازع مسئلہ رہا ہے۔ چنانچہ فارسی، ترکی، ہندوستانی اور رومن زبانوں میں قرأتِ نماز جائز ہے یا ناجائز اس مسئلہ پر فقہاء کے یہاں بحثیں ملتی ہیں۔ فتاوی غیاثیہ میں نماز میں قرأت قرآن کو عربی کے بجائے فارسی میں جائز قرار دیا گیا ہے اور فارسی کے علاوہ ترکی، ہندوستانی و رومن زبانوں میں بھی قرأت قرآن کی ادائیگی جائز قرار دی گئی۔[۷] فارسی زبان کے استعمال کا مسئلہ نکاح، طلاق اور خلع میں بھی پیش آرہا تھا، چنانچہ مؤلف نے فتاوی غیاثیہ میں مختلف فقہاء کے اقوال کے پس منظر میں ان فقہاء کو ترجیح دی ہے جنھوں نے فارسی زبان کے ان تینوں مواقع پر استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔[۸]

۲- تیرہویں صدی میں منگولوں کے حملوں کی وجہ سے راستے غیر محفوظ ہو گئے تھے ایسی صورت حال میں مؤلف فتاوی غیاثیہ نے یہ فتوی دیا کہ جن مسلمانوں کا گذر مخدوش راستوں سے ہو تو ایسی صورت حال میں حج کی فرضیت ان پر باقی نہیں رہتی اور یہی فتوی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ان تمام مقامات پر لاگو ہوگا جہاں کے راستے خطرات سے پُر ہوں۔ ۹

۳- ایک مسئلہ فقہاء کے درمیان یہ رہا کہ نفل حج کی ادائیگی افضل ہے یا اس حج پر آنے والے صرفہ کو خیرات کے کاموں میں لگانا افضل ہے؟ فتاوی غیاثیہ میں اس مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے اور حج پر آنے والے صرفہ کو خیرات کے کاموں پر لگانے کو ترجیح دی گئی ہے ۱۰، حج کے مسئلہ پر ایک اور زمانی مسئلہ زیر بحث لایا گیا جس کا تذکرہ فقہاء کے یہاں قدیم زمانے سے موجود رہا ہے۔ وہ مسئلہ یہ تھا کہ پیدل حج کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا یا سواری پر جانے میں۔ فتاوی غیاثیہ میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر مکہ قریب ہو تو حجاج کے لیے پیدل جانا زیادہ باعث ثواب ہوگا جب کہ دور والوں کے لیے سواری کے عصری ذرائع کا استعمال کرنا پیدل جانے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور زیادہ ثواب کا باعث ہوگا۔ ۱۱

۴- ذمیوں پر جزیہ کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان تین تقسیمیں ملتی ہیں، یعنی ۴۸ درہم امراء پر ۲۴ درہم متوسطین پر جب کہ ۱۲ درہم ادنیٰ پر سالانہ لاگو ہوگا۔ فتاویٰ غیاثیہ میں یہ بات صراحت سے ملتی ہے کہ یہ تقسیم ہر جگہ کے لیے مناسب نہیں؛ کیونکہ عرف ہر جگہ کا الگ ہوتا ہے اور احتیاج وضرورت کے نتیجہ میں امیر، متوسط اور غریب کی یکساں تعریف ہر جگہ کے لیے مناسب وموزوں نہیں ہے۔ ۱۲

الغرض فتاوی غیاثیہ میں بے شمار عصری مسائل کا ذکر ملتا ہے اور ہر جگہ عرف کا خیال کیا گیا ہے۔ چند مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) بیکری والا اپنے گھر میں ایسی تبدیلی نہیں کرسکتا کہ پڑوسی کو تکلیف ہونے لگے۔

(الفتاوی الغیاثیہ:۱۱۰)۔

(۲) اگر کتوں کی کثرت کی وجہ سے عوامی زندگی میں پریشانی لاحق ہوجائے تو اگر مالکین انھیں قتل نہیں کرتے تو حکومتی کارندے ان کتوں کا صفایا کرنے کے مجاز ہوں گے (الفتاوی الغیاثیہ:۱۰۹-۱۱۰)۔

(۳) اگر شوہر عرصہ دراز سے نان نفقہ کی ادائیگی نہ کر رہا ہو تو عورت کو عدالتی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا (الفتاوی الغیاثیہ:۶۸)۔

(۴) مالک کی ذمہ داری ہے کہ اپنے نوکروں/ملازمین کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرے (الفتاوی الغیاثیہ:۱۰۷)۔

خلاصہ یہ کہ فتاوی غیاثیہ برصغیر کا پہلا عربی مجموعہ ہے جس میں سہل انداز میں مسائل کا تجزیہ بہت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور جن عصری مسائل کا اظہار اس میں کیا گیا ان میں بعض کی اہمیت ہنوز باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس قدیم علمی نسخے پر الگ سے تحقیق کی جائے تاکہ ہندوستان کا قدیم فقہی پس منظر نکھر کر ہمارے سامنے آسکے۔

۲- الفتاوی التاتارخانیہ مطبوعہ:۱۳

فتاوی کا یہ عربی مجموعہ عہد فیروز شاہی (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء) کا تاریخ ساز ہے جسے اس عہد کے ایک معتبر عالم دین عالم بن علا الحنفی الاندرپتی الدہلوی (م۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) نے اس دور کے ایک با اثر امیر خان اعظم تاتارخان (۸۰۰ھ/۱۳۹۷ء) کے گرم جوش علمی تعاون کے ذریعہ مکمل کیا، چنانچہ اس مجموعہ کو اس اعلیٰ حکومتی عہدہ دار کے نام معنون کیا گیا ہے اور اس کا نام اسی کی مناسبت سے تاتارخانی رکھا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اسے تیس جلدوں میں مکمل کیا گیا تھا۔ اس مجموعہ کے ذریعہ خان اعظم تاتارخان کی علم دوستی اور علماء پروری کا واضح ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔۱۴

فتاویٰ تاتار خانیہ عہد سلطنت کا دوسرا شاہکار مجموعہ ہے جسے فقہی انسائیکلوپیڈیا کہنا زیادہ موزوں ہے۔موضوعات کی تفصیل،مواد میں جامعیت اور جزئی مسائل کے استقصاء نے اسے نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ملکوں میں وقیع مقام عطا کیا ہے۔دسویں صدی ہجری کے مشہور شامی عالم شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی (م ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء) نے اس کی ایک تلخیص بعنوان الفوائد المنتخبہ تیار کی جس کی وجہ سے عالم اسلام میں ہندوستان کا علمی مقام روشن ہوگیا اور فقہی وزن محسوس کیا جانے لگا۔۱۵؎

اس مجموعہ کے ابواب کا استقصاء اور موضوعات پر تفصیلی کلام اس کتاب کے ایک باب میں یکجا طور پر الگ سے کیا گیا ہے یہاں صرف ایک اجمالی تعارف مقصود ہے۔

فتاویٰ تاتارخانی کے مخطوطات جن لائبریریوں کی زینت ہیں ان کے نام یہ ہیں:

آصفیہ لائبریری (حیدرآباد)،سالار جنگ میوزیم (حیدرآباد)،خدابخش لائبریری، بانکی پور (پٹنہ)،رضا لائبریری (رامپور)،مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ)،کتب خانہ پیر محمد شاہ (احمد آباد)، ذاتی خزانہ مفتی عبدالشکور (راجستھان)، المکتبہ الخدیویہ (مصر)، برٹش میوزیم (لندن)،ریاست آندھراپردیش آرکائیو (حیدرآباد)۔

اس مجموعہ میں جن فقہی کتب کو مآخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ان کے ناموں میں سے چند نام یہ ہیں: المحیط، البدایہ، ذخیرۃ الفتاوی، فتاوی قاضی خان، فتاوی ظاہریہ، فتاوی سراجیہ، خلاصۃ الفقہ، فتاوی غیاثیہ۔وغیرہ

فتاویٰ تاتارخانی میں مسائل کو ابواب کے تحت بیان کیا گیا۔باریک جزئیے کو بھی شرح وبسط کے ساتھ رقم کیا گیا ہے۔کسی مسئلہ میں اگر فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے تو اسے بھی بیان کیا گیا ہے۔اس مجموعہ کے مقدمہ میں آداب استفتاء اور فتوی پر مبسوط روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلہ میں رہنما اصول بیان کیے گئے۔

جن جدید مسائل کو اس مجموعہ میں بحث ونظر کا موضوع بنایا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

نماز میں فارسی زبان کے ذریعہ قرأت قرآن، نکاح وطلاق کے موقعے پر فارسی الفاظ کا استعمال، ذمیوں سے مسلمان کا نکاح، نفقہ کے قانونی مباحث جب کہ مذہب کی بنیاد پر طرفین میں اختلاف رونما ہو جائے، جانور وکشتی پر نماز کی ادائیگی، خط کے ذریعہ ایجاب وقبول، چار سے زائد بیویاں رکھنے والے کافر کے قبول اسلام کے وقت ان بیویوں کی قانونی حیثیت، مسلم اولاد پر غیر مسلم والدین کی کفالت، زکوٰۃ اور مقامی مستحقین وغیرہ۔[١٦]

٣- فتاوی ابراہیم شاہیہ، مخطوطہ [١٧]

اس فقہی مجموعہ کی تدوین کا کام نویں/ پندرہویں صدی کے مشہور عالم شہاب الدین احمد بن محمد (م ۸۷۵ھ/ ۱۴۶۸ء) نے انجام دیا، جنھیں نظام الجیلانی جونپوری دولت آبادی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ فتاوی ابراہیم شاہیہ کو جونپور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی (دورحکمرانی ۸۰۳-۸۴۴ھ/ ۱۴۰۱-۱۴۴۰ء) کے نام معنون کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اس مجموعہ کے مؤلف کی عالمانہ شان کی توقیر وتعظیم کی اور انھیں ان کی صلاحیت کی بنیاد پر جونپور کا قاضی مقرر کیا۔ مؤلف کی پیدائش گجرات میں ہوئی تھی لیکن بعد میں جونپور میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔[١٨] قضاء کے عہدے پر فائز ہونے کے نتیجہ میں مؤلف کی فقہی قابلیت میں زبردست اضافہ ہوا۔ اس عہدے کے نتیجہ میں انھیں فتوی دینے اور متنازع مسائل میں فیصلہ دینے کی مشق حاصل ہوگئی۔ مؤلف نے محمود شاہ مندوی کے دور میں مندو کی سیاحت کی جو مالوہ کا دارالسلطنت تھا اور محمود شاہ مندو کی خدمت میں مالوہ کی تاریخ بعنوان محمود شاہی پیش کی۔ شیخ شہاب الدین نے اصول فقہ کے موضوع پر اصول ابراہیم شاہی تصنیف کی جس کا تذکرہ اصول بزدوی مؤلفہ شیخ الہ داد میں حوالہ کے طور پر کیا گیا ہے۔[١٩] قاضی صاحب نے تفسیر قرآن پر بحر مواج کے نام کی تفسیر لکھی ہے جو اپنے موضوع پر اہم تفسیری خدمت ہے۔

فتاوی ابراہیم شاہیہ کی تدوین وتالیف کے زمانہ کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے،معروف رائے یہی ہے،جس کا تذکرہ کیا گیا کہ اس مجموعہ کا دورسلطان ابراہیم شرقی کا دورحکمرانی ہے۔لیکن بانکی پور(پٹنہ) کے کیٹلاگر کی تحقیق یہ ہے کہ شہاب الدین دولت آبادی دراصل بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ (۹۴۱-۹۶۵ھ/ ۱۵۳۵-۱۵۵۷ء) کے ہم عصر تھے اور یہ کہ یہ مجموعہ انھیں کے نام معنون ہے۔[۲۰] بہر حال محقق کے لیے تحقیق کرنا باقی ہے کہ اصل تاریخی امر واقعہ کیا ہے۔

خدابخش کے مخطوطہ کے کاتب کا نام حافظ عبدالرحیم ہے، اس نے اس مخطوطہ کے آغاز میں تفصیلی انڈکس کے ذریعہ ابراہیم شاہیہ کے موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔اس مجموعہ میں عبادات، معاملات اورعقوبات پر سیر حاصل بحثیں اس مجموعہ میں مندرج ہیں۔اس مجموعہ کے مخطوطات ذیل کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں: رضالائبریری، رامپور، ۲۴۶/۳،نمبر ۲۴۶۳۔خدابخش، پٹنہ، ۱۹/۴۰،نمبر ۱۷۴۹،بحورلائبریری، کلکتہ، ۱۹۵/۲-۱۶۰، انڈیا آفس،لندن،نمبر ۱۷۰۴۔

۴- فتاوی حمادیہ،مخطوطہ[۲۱]

اس مجموعہ کے مؤلف ابوالفتح رکن الدین الجہی ناگوری (م ۹۲۰ھ/ ۱۵۱۴ء) ہیں۔ ان کا شمارناگور(موجودہ راجستھان) کے جلیل القدر مفتیوں میں ہوتا ہے۔انھوں نے اس مجموعہ فتاوی کونہروالہ (موجودہ گجرات) میں مدون کیا۔گجرات کے قاضی القضاۃ حماد الدین بن محمد اکرم کے ایماء پر یہ مجموعہ تیار کیا گیا تھا۔ اس مجموعہ کی تدوین میں مؤلف گرامی کے صاحب زادے داؤد نے حمادیہ کی تحقیق وتسوید میں والدگرامی کی بھرپور معاونت کی اورپھر اس مجموعہ کوحماد الدین کے نام معنون کردیا گیا۔[۲۲] شیخ رکن الدین،سلطان قطب الدین بن علاء الدین کے دورمیں ملتان سے دہلی منتقل ہوگئے تھے۔سلطان نے خودحوض خاص علائی کے مقام پر شیخ ابوالفتح رکن الدین کا پرتپاک استقبال کیا،شیخ کی دہلی آمدکا دومقصد تھا: اول یہ کہ دہلی کے فقہاء اورذخائر

ٹھیہ سے اپنے علم کو جلا بخشنا، دوم یہ کہ شیخ نظام الدین اولیاء سے قرب اور روحانی استفادہ کا موقع نکالنا۔ ۲۴۳

فتاوی حمادیہ میں مختلف ابواب وفصول کے تحت فقہی موضوعات کو سلیقے کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مجموعہ میں عبادات، معاملات، معاشی سرگرمیاں، خاندانی احوال، سماجی رشتے اور کیفیات، تعزیری قوانین، میراث کے مسائل اور عدالتی احکام پر تفصیلی بحثیں ملتی ہیں۔ اس مجموعے کی امتیازی شان یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ پر فقہاء کی آراء اور ان کے اختلافات کی نشان دہی کے ساتھ مذکورہ قضیہ کو ان کے ماخذ کے ساتھ ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی کے ساتھ ساتھ جگہ بہ جگہ فارسی جملوں کا استعمال تقریب فہم کے لیے کیا گیا ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ فتاوی حمادیہ محض ماضی کے اقوال کا اعادہ نہیں ہے بلکہ جا بجا مؤلف گرامی نے قیاس واجتہاد سے کام لے کر مسائل کا بہتر تصفیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ چوتھی بات یہ کہ حنفی المسلک ہونے کے باوجود مؤلف گرامی شوافع اور دیگر فقہاء کی آراء کو اختیار کرتے ہیں۔ پانچویں بات یہ کہ وہ محض فقہاء کی آراء اور ان کی کتب کی نشان دہی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ بسا اوقات حسب ضرورت احادیث شریفہ سے استدلال کرتے ہیں۔ خدا بخش کیٹلاگر کا خیال ہے کہ اس مجموعہ کی تیاری میں مؤلف گرامی اور ان کے صاحب زادے نے تقریباً دوسو فقہی وحدیثی مجامیع سے استفادہ کیا ہے، بعض اہم مجموعے یہ ہیں: السراجیہ، الفتاوی الحسامی، الفتاوی التاتارخانیہ، منیۃ المصلی، مجمع البحرین۔

اس مخطوطے کے دیگر نسخوں کے لیے دیکھیے: اس کتاب کا باب دوم: الف: عربی مخطوطات ومطبوعات کی موضوعاتی درجہ بندی۔

۵- الفتاوی العالمگیریہ معروف بہ فتاوی ہندیہ مطبوعہ ۲۴۴

عہد مغلیہ کی یہ آخری فقہی یادگار ہے۔ برصغیر کی فقہی تاریخ میں فتاوی عالمگیری کو مختلف

امتیازات کے باعث خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ فتاوی فیروزشاہی، فتاوی غیاثیہ اور فتاوی تاتارخانیہ کے بعد جس مجموعہ کو علماء کی منتخب کمیٹی نے ۸ سالوں میں مدون کیا وہ فتاوی عالمگیری ہے۔ فتاوی عالمگیری کی تالیف کا کام ۱۶۶۷ء میں شروع ہوا تھا اور اس کی تکمیل ۱۶۷۵ء میں ہوئی۔[۲۵] اس کی تکمیل پر ایک محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ روپے صرف ہوئے۔[۲۶]

علماء کے بورڈ کے ذریعہ انجام پذیر ہونے والا یہ مدونہ شیخ نظام برہانپوری (م ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء) کی نگرانی میں تیار ہوا جسے اورنگ زیب عالمگیر (عہد حکمرانی: ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) کی ذاتی سرپرستی بھی حاصل رہی؛ کیونکہ اورنگ زیب روزانہ پابندی کے ساتھ ایک خاص وقت میں تیار شدہ مواد کو سنتے اور حسب ضرورت حذف و اضافہ بھی کرتے تھے۔[۲۷]

فتاوی عالمگیری کو اسلامی دنیا اور خاص طور پر ہندوستان میں، قانون اسلامی کے واحد ترجمان کی حیثیت حاصل رہی ہے، چنانچہ عہد برطانیہ کے عدالتی نظام میں اور عصر جدید میں وکلاء اور جج صاحبان اس مجموعہ سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اس ضرورت کے تحت ۱۸۵۰ء میں این-بی-اے بیلی کے ذریعہ اس کے بعض اجزاء کو انگریزی زبان میں منتقل کر دیا گیا۔ البتہ اس ترجمہ میں بعض خامیاں ہیں، جن کے اظہار کا یہاں موقع نہیں۔ اس مجموعہ کی تدوین کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی قانون کو ایک مجموعہ میں مدون کر دیا جائے اور فقہ حنفی کی قدیم کتابوں کو ماخذ بناتے ہوئے مسائل کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے تا کہ یہ مجموعہ مفتی و قاضی اور فقہاء کے لیے ایک مستند مرجع کا کام دیتا رہے۔[۲۸]

فتاوی عالمگیری کی تدوین کے لیے علماء کرام کی جو کمیٹیاں بنائی گئی تھیں ان میں علماء کی کل تعداد چالیس بیالیس کے آس پاس بیان کی جاتی ہے۔ نمائندہ ناموں کی ایک فہرست یہاں بیان کی جاتی ہے:

شاہ عبدالرحیم (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء)، قاضی محمد حسین جونپوری (م ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء)،

محمد اکرم لاہوری (م ۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۲ء)، شیخ وجیہ الدین گوپاموی (م ۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء)، شیخ رضی الدین بھاگلپوری (م ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء)، محمد جمیل صدیقی (م ۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء)، سید جلال الدین محمد مچھلی شہری، مرزا زاہد، سید علی اکبر وغیرہ۔[۲۹]

فتاوی کا یہ مجموعہ چھ جلدوں میں عربی زبان میں مدون ہوا تھا، اورنگ زیب کی زندگی ہی میں اسے فارسی زبان میں منتقل کر دیا گیا۔ مولانا عبداللہ رومی چلپی نے اورنگ زیب کی زندگی میں جو ترجمہ کیا آج کسی لائبریری میں دستیاب نہیں ہے، جب کہ دوسرا فارسی ترجمہ قاضی القضاۃ نجم الدین ثاقب کاکوروی نے کیا جو کلکتہ اور لکھنؤ سے متعدد بار طباعت کے مرحلہ سے گذر چکا ہے۔ عصر جدید میں اسے مزید مفید عام بنانے کے لیے ہندوستانی علماء کرام نے اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ مولانا احتشام الدین اور سید امیر علی نے اس کے دو تراجم کیے ہیں جب کہ تیسرا ترجمہ دیوبند کے چند فضلاء نے کیا ہے، البتہ ہنوز اس ضرورت کا احساس ہوتا ہے کہ جدید تحقیق کے اسلوب پر اس کی تدوین نو کا کام کسی تحقیقی پروجیکٹ کے تحت کرایا جائے تاکہ ذخائر، مخارج، اسلوب اور زبان کو اور زیادہ بامعنی بنالیا جائے۔[۳۰]

فتاوی کا یہ مجموعہ جن موضوعات پر مشتمل ہے اختصار کے ساتھ انھیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

اسلام کے ارکان اربعہ، خاندانی قوانین، حدود وتعزیرات، خرید فروخت، ذبیحہ، ٹیکس و محاصل، بین الاقوامی قوانین، عدالتی نظام وغیرہ۔ ان موضوعات پر گفتگو کرنے کے سلسلہ میں اسلوب یہ اختیار کیا گیا کہ سب سے پہلے متعلقہ مضمون کا بھرپور تعارف کرایا گیا ہے اس کے بعد فقہاء کی آراء کے ساتھ مسائل کا تفصیلی ذکر ہے اور یہ اسلوب تمام مجلدات میں پایا جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ تمام جلدیں تکرار سے پاک ہیں۔ تیسری بات یہ کہ ہر جلد کے آخر میں متفرقات کے نام سے ایک عنوان قائم کیا گیا ہے جس میں مسئلہ زیر بحث کے علاوہ بے شمار

جہات کو مفصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں عصری مسائل بھی زیر بحث لائے گئے ہیں جس کا اندازہ ذیل کے بعض مسائل سے لگایا جا سکتا ہے:

ذمیوں کے ہدایا وتحائف مسلمان اور بادشاہ قبول کر سکتے ہیں یا نہیں، تبدیلی مذہب کی بنیاد پر والدین کے حقوق کا مسئلہ، دارالاسلام میں حربی کے سکونت اختیار کرنے کا مسئلہ، رحم مادر میں بچے کی پرورش اور قتل کا مسئلہ، تعویذ گنڈوں کا مختلف منافع کی خاطر استعمال وغیرہ۔

فتاوی عالمگیریہ میں تقریباً ایک سو پچاس کتابوں کا ذکر بطور ماخذ ملتا ہے۔ بعض نمائندہ کتابیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:

البدایہ، الوقایہ، الذخیرہ، البدائع والصنائع، المحیط، السراج الوہاج، البحر الرائق، فتاوی ماوراءالنہر، مجموعہ النوازل، السراجیہ، الفتوی البرہانیہ، الکافی، الفتاوی الکبری، الجامع الصغیر، قدوری، طحاوی، منیۃ المصلی، محیط السرخسی، خزانۃ الفتاوی، الفتاوی الغیاثیہ، فتاوی حمادیہ، الفتاوی التاتارخانیہ وغیرہ مؤخر الذکر تینوں فتاوی جنھیں بطور ماخذ کے فتاوی عالمگیری میں ذکر کیا گیا ہے، ہندوستانی علماء کی کاوشوں کی مرہونِ منت ہیں۔

۶ - الفتاوی النقشبندیہ، مخطوطہ ۱۳ھ

عہد عالمگیری کا دوسرا اہم فقہی مجموعہ ہے، جو انفرادی کوشش اور بادشاہ کی علماء پروری کا نتیجہ ہے۔ معین الدین محمد خواجہ محمود النقشبندی (۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۴ء) سترہویں صدی عیسوی کے معروف ماہر اسلامیات نیز مشہور کشمیری صوفی تھے۔ اس مجموعے میں قدیم عربی و فارسی مجامیع سے حوالے پیش کیے گئے ہیں اور یہی حوالے اس مجموعہ کا متن بھی ہیں، جنھیں ابواب وفصول کے اندر سلیقے سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کو بادشاہ کے نام معنون کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کے اہم ماخذ میں فتاوی ذخیرہ، فتاوی سراجیہ، ہدایہ، فتاوی قاضی خان، فتاوی تاتارخانیہ، فتاوی ابراہیم شاہیہ، جواہر الفتاوی، خزانۃ الروایات اور تحفۃ الفقہاء خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ فتاوی نقشبندیہ کے مخطوطات خدا بخش لائبریری پٹنہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، آصفیہ لائبریری حیدرآباد اور رضا لائبریری رامپور میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۷ - فتاوی مجمع البرکات، مخطوطہ ۴۲

عہد عالمگیری کا تیسرا اہم مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ کو اس دور کے معتبر عالم و فقیہ ابو البرکات بن حسام الدین دہلوی (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) نے ترتیب دیا ہے۔ مفتی ابو البرکات نے اورنگ زیب کے زمانہ میں دہلی کے مفتی اور قاضی کی حیثیتوں میں خدمات انجام دیں۔ انھوں نے اس مجموعہ کو ۱۱۱۶ھ/ ۱۷۰۴ء میں مکمل کرلیا تھا۔ ۴۳

اس مجموعہ کو مؤلف گرامی نے پچاس ابواب میں منقسم کیا ہے اور ہر باب کو ذیلی فصلوں میں پھیلا دیا ہے۔ ۳۲۷ اوراق یعنی ۷۵۴ صفحات پر مشتمل یہ فقہی ذخیرہ مسائل کو بہت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ مؤلف کا انداز تحریر یہ ہے کہ ہر باب کے آغاز میں بعض مصطلحات کا تعارف کراتے ہیں جن کی ضرورت اس باب میں پیش آتی ہے، اس کے بعد اس باب سے متعلق مسائل کو قرآنی اور حدیثی نظائر کے جلو میں پیش کرتے ہیں۔ مؤلف نے فقہ حنفی کے مسلک کے مطابق مسائل کو مستقل کیا ہے۔ جن حنفی کتب کو بطور ماخذ اس میں اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

الھدایہ، الکفایہ، النہایہ، فتاوی عالمگیری، فتاوی سراجیہ، فتاوی ذخیرہ، خزانۃ الروایات، بحر الرائق، الحاوی، فتاوی قاضی خان، فتاوی تاتارخانیہ، اور محیط البرہانی وغیرہ۔

اس مجموعہ کے نام کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ آصفیہ کے کیٹلاگر نے اس کا نام عجائب البرکات لکھا ہے، ڈاکٹر زبید احمد نے اس کو فتاوی جامع البرکات کہا ہے لیکن خدا بخش میں یہ مجموعہ مجمع البرکات کے نام سے موجود ہے، جو بایں قیاس زیادہ قابل فہم معلوم ہوتا ہے۔

۸ - مختصر الفتاوی الشافی، مخطوطہ ۴۴

فتاوی شافی کے مؤلف کا نام قاضی عبد الحمید بن عبد اللہ ٹھٹھوی ہے، جن کا تعلق

سترہویں اوراٹھارویں صدی عیسوی سے تھا۔معاصر تاریخی کتب میں پیدائش ووفات کی تاریخیں دستیاب نہیں ہیں۔البتہ اس مخطوطہ کے ایک نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ اس مجموعے کی تالیف کا دور ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء ہے۔عبدالحمید اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ ومفتی تھے۔فقہی صلاحیت اور افتاء و قضاء میں درک ومہارت کی بنا پر آپ کو شاہ عالم بن اورنگ زیب عالمگیر (۱۷۰۷-۱۲ ۱۷ء) نے قاضی مقرر کیا اور گجرات میں شعبہ محاصل (Revenue) کا انچارج بنایا۔ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے آپ ہندوستان کے قاضی القضاۃ کے مقام بلند پر فائز کیے گئے۔۵؎

اس مجموعے کو ابواب وفصول کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔کتاب کافی طویل ہے، اس کے خاص ابواب یہ ہیں:

طہارت، اسلام کے ارکان اربعہ، جزیہ، اضحیہ، خاندانی معاملات، معاشی مسائل، سزائیں اور عدالتی نظام، وغیرہ۔کتاب میں معرکہ آراء بحثوں کے علاوہ جزئیات پر بھی سیر حاصل گفتگو ملتی ہے مثلاً آداب نوم کیا ہیں، معانقہ اور مصافحہ کس طرح اور کب کیا جائے، ناخن اور بال کاٹنے کی کیفیت اور صورت کیا ہوگی۔۶؎

اس کتاب کی ایک سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ مختلف مقامات پر فتوی اور استفتا کے الفاظ کے ساتھ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے البتہ مستفتی کا نام وپتہ درج نہیں کیا گیا ہے۔دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جوابات عربی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی بقدر ضرورت دیے گئے ہیں، تیسری بات یہ کہ اس مجموعہ میں مارجینل نوٹس بھی لگا دیے گئے ہیں جس سے متن کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔چوتھی خوبی یہ ہے کہ اس مجموعہ میں فقہاء کے اقوال کے ساتھ ساتھ اقوال رسول اکرم ﷺ اور آثار تابعین مثلاً ابواللیث رحمہ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور فقہاء کی کتابوں کے حوالے پیش کیے گئے ہیں۔اسی طرح اس دور کے قضاۃ کے فیصلے اور آراء کو بطور حوالہ پیش کرنے کا اہتمام پایا جاتا ہے۔۷؎ کتاب کے مآخذ حسب ذیل ہیں:

جامع الصغیر، سراج الہدایہ، قدوری، تہذیب، ذخیرہ، فتاوی قاضی خان، فتاوی تاتارخانیہ اور نصاب الاحتساب۔

۹- فتاوی سراج المنیر مخطوطہ ۸ [۳۸]

اس مجموعہ کے مؤلف تابع محمد بن محمد سعید لکھنوی ہیں، جن کی تاریخ پیدائش و وفات کا اندراج معاصر تاریخی کتابوں میں نہیں ملتا ہے، البتہ اس مجموعہ کے مقدمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مخطوطہ کی تالیف کا زمانہ ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء ہے۔ مؤلف گرامی نے وقت کے جید علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ان کے ابتدائی اساتذہ میں والد گرامی شیخ احمد بن ابی سعید صالحی امیٹھوی کو خاص مقام حاصل ہے۔ فراغت کے بعد انھوں نے تدریس اور فتوی نویسی سے رشتہ برقرار رکھا اور والد گرامی کے انتقال کے بعد لکھنؤ کے مفتی اعظم کی حیثیت میں دین کی خدمت انجام دی۔ [۳۹]

کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں فتاوی سراج المنیر کے دو الگ الگ مخطوطات ہیں۔ پہلے مخطوطہ پر تاریخ کتابت ۱۱۲۸ھ/ ۱۷۱۵ء کندہ ہے جس کے کاتب کا نام عصمت اللہ بن رحمت اللہ قاضی فیض اللہ امیٹھوی ہے جب کہ دوسرے نسخے پر تاریخ کتابت ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء کندہ ہے۔ [۴۰] دیگر نسخوں کی تفصیلات اس کتاب کے باب دوم کی ’’عمومی نوعیت کی بنیادی کتابیں‘‘ ملاحظہ کریں۔

اس مجموعہ میں فقہی مسائل کو کتاب، فصل اور باب کے تحت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصہ میں قرآن و حدیث کے حوالے سے نیت کی پاکیزگی اور علمی رہنمائی پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس مجموعہ کے موضوعات میں طہارت، ارکان اسلام، نکاح، طلاق، تعزیراتی احکام، میراث، معاشی مسائل، بین الاقوامی اور سلطان کا مدد معاش کے ضمن میں صوفیاء اور اسکالرس کو زمین کا عطیہ دینا وغیرہ مسائل خاص طور پر زیر بحث لائے گئے ہیں۔ ان مسائل

سے متعلق باریک اور جزئی مسائل کو بھی احاطہ میں لے لیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ مسائل کی تفہیم میں عربی اور فارسی دونوں زبانوں کا برمحل استعمال کیا گیا ہے۔ دوم یہ کہ تمام مسائل حنفی نقطۂ نگاہ سے بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کے مآخذ: سراجیہ، نہایہ، کنزالعباد، جامع الرموز، فتاوی ابراہیم شاہی، فتاوی غیاثیہ، خزانۃ المفتیین۔

فصل دوم: شروح وحواشی: عمومی تصانیف

عہد وسطی کے ہندوستان میں دیگر ممالک اسلامیہ کی مانند فقہاء کرام نے شروح وحواشی پر سارا زور صرف کر دیا، چنانچہ ناقدین فقہ وفقہاء نے یہاں تک کہہ دیا کہ شروح وحواشی میں حد درجہ انہماک نے فقہاء کے اندر سے اجتہادی ذوق چھین لیا، راقم سطور کا احساس ہے کہ بالعموم فقہاء کرام اپنے دور کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کے براہ راست حل کرنے والے نہ ثابت ہو سکے؛ کیوں کہ علم ادوار میں ان میدانوں میں اپنی مخصوص پالیسی کے نتیجہ میں قوانین وضع کئے گئے اور خلفاء نے انہیں اپنے طور پر نافذ بھی کیا؛ چنانچہ قدماء کے فقہی دبستانوں کے علمی خزانوں کو باقی رکھنا ان کا شیوہ وشعار قرار پایا اور یہ ان کے شایان شان بھی تھا۔ اس عہد میں فقہاء کرام کی خاطر خواہ توجہ اور افتائی وقضائی ضرورتوں کی تکمیل میں جس نئے باب نے تاریخ سازی کی داستان رقم کی وہ شروح وحواشی اور تعلیقات کا روشن باب ہے۔ چنانچہ جزوی طور پر خیال بالا کے اعتراف کے ساتھ اس تاریخی حقیقت سے صرف نظر کرنا علمی دیانت کے خلاف ہوگا اگر فقہاء کرام کی فضیلت اور ان کی علمی دانش وری کی روایت کو شروح وحواشی میں ہم تلاش نہ کرسکیں۔ اقوام عالم کی علمی وراثت میں ہر جگہ قدماء کی بازیافتوں کی نگہبانی متاخرین نے شروح وحواشی اور تعلیقات کے ذریعہ کی ہے چنانچہ فقہ اسلامی کا باب بھی اس تاریخی تسلسل سے کوئی استثناء نہیں رکھتا۔ خاص طور پر عصر جدید میں ملکی وغیر ملکی یونیورسٹیز میں قدماء کی کتابوں/آراء پر شرح وحاشیہ

لگانے اور تعلیقات چڑھانے کا ایک سیلاب آ گیا ہے جنھیں خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا کر عصر جدید یں دانش وری کا تمغہ حاصل کیا جاتا ہے۔ Analitical Study اور Care Study وغیرہ اصطلاحات آج وہی فرض انجادے رہے ہیں جو عہد وسطیٰ میں شروح وحواشی نے انجام دیا ہے ا۴؎۔

اس فصل میں چند شروح وحواشی کا مطالعہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جب کہ اس کتاب میں ۱۰۶ شروح وحواشی کی ضروری تفصیلات باب دوم ''بنیادی کتابیں'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۱۰-حاشیہ علی کنز الدقائق ۴۲؎

فقہ حنفی کی معروف کتاب کنز الدقائق کے شارح معین الدین عمرانی دولت آبادی تیرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ محمد شاہ تغلق کے دور (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) کے مقتدر فقیہ تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں انھیں دستگاہ حاصل تھی، اپنی ابتدائی شعوری زندگی میں معین الدین عمرانی کو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے اختلاف تھا وہ انھیں عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے لیکن استاذ گرامی مولانا خواجگی کے اصرار پر وہ چراغ دہلوی کے پاس گئے، ان کی خانقاہ میں کچھ عرصہ قیام کیا اور بالآخر ان کے لطف وکرم سے متاثر ہوکر ایک مرید کی حیثیت میں لوٹے۔ محمد شاہ تغلق مولانا عمرانی کی علمی رفعت وعظمت کا اس قدر معترف ہوا کہ اس نے انھیں قاضی عضد الدین ایجی (م ۷۵۶ھ/ ۱۳۵۵ء) جیسے مایہ ناز فاضل شیراز کو دہلی لانے کے لیے بھیجا، لیکن شیراز کا حکمراں قاضی عضد الدین کو رخصت کرنے پر رضامند نہ تھا، چنانچہ سلطنت دہلی کے علمی وفد کو تزک واحتشام کے ساتھ اس نے واپس ہندوستان بھیج دیا۔ ۴۳؎

مولانا عمرانی کی علمی شوکت کا اعتراف عہد وسطیٰ کے معروف محقق وصاحب قلم شیخ

عبدالحق محدث دہلوی نے ''دانش ورعظیم اور استادشہر'' کے القابات سے کیا ہے۔مولانا آزاد بلگرامی نے انھیں ''مدار افاضل'' کا لقب دیا۔۴۴؎ معین الدین عمرانی کی شرح کنزالدقائق کا تذکرہ ان کے سوانح نگاروں کے یہاں ملتا ہے لیکن کسی لائبریری میں اس کے وجود سے آگاہی حاصل نہیں ہوسکی۔

۱۱- حاشیہ الہدایہ، مخطوطہ ۴۵؎

ہدایہ کے محشی الہ داد جونپوری بن عبداللہ (۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) سولہویں صدی کے ہندوستان میں ایک معروف فقیہ گذرے ہیں۔فقہ سے ان کی دلچسپی کا اظہار مختلف شروح وحواشی میں نظر آتا ہے۔انھوں نے عبداللہ تلانبی (۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) سے کسب فیض کیا اور چشتیہ سلسلہ کے شیخ راجی حامد شاہ مانکپوری سے تصوف وسلوک کی معرفت حاصل کی۔ان کے اساتذہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے جن کی خصوصی عنایت کے طفیل الہ داد جونپوری نے علمی دنیا میں نام روشن کیا۔الہ داد نے مختلف متداول کتب فقہ واصول کی شرحیں تیار کیں جو عام طور پر مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل رہی ہیں۔ مثلاً کفایہ، اصول بزدوی اور الہدایہ۔

مذکورہ حاشیہ میں الہ داد نے البدایہ کے متن کا خلاصہ کیا ہے۔اس کی مشکل عبارتوں کو حل کیا ہے اور اس ضمن میں لغوی، نحوی اور صرفی بحثوں کے ذریعہ البدایہ کو طالب علموں کے لیے آسان بنادیا۔اس حاشیہ میں اپنی بحث کو مدلل بنانے کی غرض سے شیخ الہ داد نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور قدیم فقہاء کرام کی آراء کو نقل کیا ہے۔احادیث کو نقل کرنے میں محشی نے سند نقل کرنے کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔اس حاشیہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ فقہی مسائل کی تفہیم کے دوران محشی نے جگہ جگہ فقہی اصول وآداب بھی بیان کردیے ہیں۔۴۶؎

۱۲ - حاشیہ علی شرح الوقایہ، مخطوطہ ۷ ۷

محشی وجیہ الدین گجراتی علوی (م ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۰ء) کی ولادت سرزمین گجرات کے ایک مقام جاپانیر میں ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء میں ہوئی اور وفات احمد آباد میں ہوئی۔ عمادالدین محمد بن محمود الطارمی کی نگرانی میں علم کے اعلیٰ مدارج طے کیے۔ وہ ایک محقق اور صوفی کی حیثیت میں دنیا والوں کے درمیان معروف ہوئے۔ جم غفیر ان کی دعائیں لینے ان کے پاس آتی تھی اور وقت کے اکابرین اپنی حاجات کی تکمیل کی خاطر انھیں اپنے پاس مدعو کیا کرتے تھے۔ انھیں علم وعرفان کی ترقی سے خصوصی لگاؤ تھا؛ چنانچہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ انھوں نے فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلطان محمود سوم نے گجرات میں اپنے زمانہ اقتدار میں شیخ کو عزت وتوقیر بخشی اور ان کے فتاوی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ انھوں نے فقہی مسائل پر شروح وحواشی کے ساتھ بنیادی کتابیں تصنیف کیں۔ ۸ ۷

زیر نظر حاشیہ میں پچاس ابواب، ایک سو دس ذیلی ابواب اور اٹھارہ فصلیں باندھی گئی ہیں۔ اس حاشیہ کے آخری حصہ میں 'مسائل شتّی منہ' کے زیر عنوان مختلف النوع مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس حاشیہ کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

طہارت، اسلام کے ارکان اربعہ، خاندانی قوانین، معاشی وتجارتی سرگرمیاں، شفعہ، زراعت وبنجر زمین کو قابل کاشت بنانا، جرائم، قسم کھانا اور میراث کے مسائل۔

یہ حاشیہ دراصل وقایہ کے متن کی تفصیلات پر مبنی ہے جس میں محشی نے مشکل الفاظ و اصطلاحات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مسائل فقہیہ کی تشریح بیان کردی ہے۔ طرز تحریر اس طرح ہے کہ وقایہ کے متن کو ہر جگہ پیش کرنے کی بجائے حاشیہ بیان کرتے چلے جاتے ہیں؛ چنانچہ اس حاشیہ سے استفادہ کے لیے ضروری ہے کہ وقایہ کا متن سامنے موجود ہو تاکہ اس حاشیہ سے بھرپور استفادہ ممکن ہو سکے۔ اس حاشیہ کا سقم یہ ہے کہ وہ فقہاء کی آراء تو بیان کر دیتے ہیں لیکن مآخذ بیان

نہیں کرتے۔

۱۳ - حاشیہ شرح وقایہ، مخطوطہ ۴۹

اٹھارہویں صدی عیسوی کا یہ حاشیہ خطہ بہار کے معروف فقیہ شاہ امان اللہ پھلواروی (۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء) نے تحریر کیا ہے۔ پھلواری شریف میں خانقاہ مجیبیہ کی لائبریری میں علم و گہر کی ضو افشانی تو ہے لیکن کتابیں بے ترتیب، گرد وغبار کا انبار اور بدنظمی کی حکمرانی ہے۔ محشی کے والد ماجد شاہ محمد امین اس خطہ کے مشہور عالم دین تھے ان کی زیرسرپرستی شاہ امان اللہ کی تربیت ہوئی۔ صاحب کتاب نے اپنی دلچسپی کے لیے فقہ کے میدان کو منتخب کیا، بڑی تحقیق پر سیکڑوں صفحات میں شرح وقایہ پر حاشیہ لگا کر متن وقایہ اور اس کے شرح کی مزید تشریح و تفہیم کی گئی ہے، اس حاشیہ میں بھی مختلف فقہی ماخذ کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہے۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں: فتاوی ذخیرہ، فتاوی چلپی اور فتح القدیر۔ ۵۰

۱۴ - مختصر الہدایہ، مخطوطہ ۵۱

اس مخطوطہ کے مصنف عہد مغلیہ کے آخری زمانے میں ایک دانش ور محقق اور صوفی کی حیثیت میں معروف ہوئے۔ شاہ اہل اللہ بن عبدالرحیم پھلتی (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بھائی تھے، جنھوں نے اہل اللہ کی تعلیم وتربیت میں خصوصی دلچسپی لی۔ شاہ اہل اللہ نے مختصر الہدایہ کے علاوہ تفسیر و حدیث اور طب میں مختلف کتابیں/ کتابچے عربی وفارسی زبانوں میں تحریر کیے ہیں۔

مختصر الہدایہ دراصل علامہ برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ/۱۱۹۶ء) کی الہدایہ کا ایک خلاصہ ہے جسے ہدایہ کی ترتیب سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں عبادات اور معاملات کے جملہ احکام کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ ہدایہ کی دو ضخیم جلدوں کو شاہ اہل اللہ نے ایک جلد میں سمونے کی کوشش کی ہے اور ایک سو چار (۱۰۴) صفحات کے اندر اپنے خیالات کو منضبط کرلیا ہے اور اس سلیقہ سے

اسے پیش کیا ہے کہ صاحب ہدایہ نے جہاں جہاں قرآن وحدیث سے حوالات پیش کیے ہیں وہ مقامات اپنا مفہوم اسی طرح ادا کررہے ہیں جیسا کہ علامہ مرغینانی نے ان سے استدلال کرنا چاہا تھا۔ اس اختصاریہ کا یہ سقم بھی قابل توجہ ہے کہ صاحبان امام ابوحنیفہ کی آراء اس میں شامل نہیں ہوسکی ہیں۔ غالباً ایسا اختصار کے پیش نظر کیا گیا ہوگا تاہم شیخ اہل اللہ کی یہ علمی کوشش ہدایہ کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔

۱۵ - السقایۃ لعطشان الہدایہ، مخطوطہ ۵۲

اس کتاب کے مؤلف عبدالحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی لکھنؤ میں ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ان کی وفات (۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) میں ہوئی۔ وہ اپنے علاقہ کے صاحب فضل وکمال تھے۔ ان کا علمی رابطہ قطب الدین سہالوی (م ۱۱۰۳ھ/ ۱۷۱۷ء) سے کافی گہرا تھا۔ انھوں نے علم کی پیاس اپنے والد مفتی محمد اصغر نعمت اللہ، مفتی یوسف اور مولوی عبدالولی تادر فرنگی محلی وغیرہ حضرات فکروفن سے بجھائی۔ جون پور اور باندہ میں تدریسی پیشے سے جڑنے کے بعد وہ حیدرآباد منتقل ہوگئے جہاں تراب علی معروف بہ خان سالار جنگ کے واسطے سے مدرسہ نظامیہ میں بحیثیت مدرس ملازمت کرنے لگے۔ ۱۹۶۲ء میں تدریس کے مقام سے اٹھ کر وہ قاضی کے عہدے پر فائز کیے گئے اور دیگر قاضیوں کی تقرری کے ذمہ دار بھی بنادیے گئے۔ انھوں نے منطق، فلسفہ، اور اسلامی فقہ کے متعلق متعدد تحقیقی رسائل اور کتابیں تیار کیں اور مختلف کتابوں پر حاشیے اور شروح تیار کیں، فقہ اسلامی پر ان کی یہ کتابیں ہیں: غایۃ البیان فی بیان الحلال والحرام، خیرالکلام فی مسائل الصیام، عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر اور قمر الاقمار۔ ۵۳

زیرنظر مخطوطہ ہدایہ کی شرح ہے۔ مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکمل ہدایہ کی شرح نہیں ہے، بلکہ مخصوص اجزاء کی شرح بیان کی گئی ہے جن میں بیوع، شفعہ، اضحیہ، وغیرہ کو خاص طور پر محل شرح بنایا گیا ہے۔ ہر باب کو مزید ذیلی سرخیوں مثلاً فصول اور فروع وغیرہ میں مربوط کردیا

گیا ہے۔ شرح کی زبان عربی ہے البتہ تفہیم مطالب کی غرض سے شارح نے فارسی زبان کا بھی استعمال کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس شرح کے اندر شارح نے مزید تشریح کی خاطر فٹ نوٹس بھی تحریر کر دیے ہیں جس سے متن ہدایہ کی مزید تشریح ہوجاتی ہے۔ شارح نے دو ابواب کے درمیان پائے جانے والے رشتوں کی وضاحت بھی کی ہے۔ اسی طرح ہدایہ کے متون میں مشتمل اصطلاحات کی تشریح کی ہے اور علم الاشتقاق کی بعض کتابوں کے حوالے بھی پیش کرتے چلے گئے ہیں۔ اس شرح میں خاص طور پر مختلف فقہاء کی آراء درج کردی گئی ہیں مثلاً کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے علاوہ امام شافعی، امام محمد، امام ابو یوسف، امام ابن حجر عسقلانی اور امام زیلعی کی رائیں کیا ہیں۔ اس شرح میں جن کتب کو حوالے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے وہ یہ ہیں مختصر القدوری، خزانۃ المفتیین، غایۃ البیان، خلاصۃ الفتاویٰ، الکفایہ، البنایہ۔

فصل سوم - اصول فقہ: شرح و غیر شرح

اصول فقہ سے متعلق بیشتر کتب جو عہد وسطی میں تیار ہوئیں ان کا تعلق شروح وحواشی سے ہے کیونکہ اصول فقہ جیسا اہتم گوشۂ فقہ، بنیادی اور اصل تحریروں سے محروم رہا ہے؛ چنانچہ اس حقیقت کے اظہار میں کوئی حجاب بھی نہیں کہ برصغیر کا عربی فقہی ذخیرہ شروح وحواشی کے بغیر نامکمل رہے گا۔ محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۹ء) کی مسلم الثبوت نے علم کے اس باب میں کلیدی رول ادا کیا ہے اور یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تنہا مسلم الثبوت نے اصول فقہ کی دنیا میں ہندوستانی فقہاء کی طرف سے فرض کفایہ ادا کردیا ہے۔ سطور ذیل میں شروح وحواشی کے تعلق سے بعض کتب اصول فقہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۶ - شرح علی اصول البزدوی، مخطوطہ ۵۴

عہد مغلیہ کی ابتدائی ساعتوں سے تعلق رکھنے والے الہ داد بن عبداللہ جونپوری

(م ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء) اس کتاب کے شارح ہیں۔(شارح کے احوال کے لیے اس باب میں حاشیہ علی الہدایہ دیکھیے)

زیر نظر مخطوطہ فقہ حنفی کے معروف ترجمان ابو الحسن علی بن محمد البز دوی (م ۴۸۲ھ/ ۱۰۸۹ء) کی اصول البز دوی کی شرح ہے۔ اصول بزدوی اپنے زمانہ تخلیق سے آج تک حنفی مسلک کے مدارس و دار الافتاء میں داخل نصاب درس ہے، اس میں امام بزدوی نے تین سو سے زائد کتب فقہ و اصول فقہ کے حوالے پیش کیے ہیں۔خدا بخش کا یہ مخطوطہ کافی ضخیم ہے۔اس کے اوراق کی کل تعداد: ۵۴۴ ہے یعنی ۱۰۸۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اصول البز دوی کی انتہائی مبسوط اور علمی شرح ہے۔ اللہ داد جونپوری نے اصول البز دوی کی گونا گوں اہمیت کے پیش نظر شرح کے لیے اس کا انتخاب کیا تھا۔

۱۷- الشرح علی المنار

عبدالسلام بن ابوسعید دیوی (م ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) نے المنار کی یہ شرح پیش کی ہے۔عبدالسلام معقولات ومنقولات کے بڑے عالم تصور کیے جاتے تھے۔بارہ بنکی (دیوہ) سے ان کا تعلق تھا۔علماء دیوہ سے علم کے حصول کے بعد وہ لاہور منتقل ہو گئے جہاں انھوں نے لاہور کے بڑے عالم دین عبدالسلام لاہوری (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) سے مزید علمی اکتشافات حاصل کیے اور وہیں عرصہ تک شعبہ تدریس سے وابستہ رہے۔سلطان ہند شاہجہاں نے ان کا انتخاب بحیثیت مفتی کیا لیکن حالات کی ناسازگاری کے سبب انھوں نے جلد ہی اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا، وہ شریعت پر سختی سے عمل کرنے والوں میں تھے اور بلاخوف لومۃ لائم اپنی آراء کا اظہار کرتے تھے جو اس دور کے علماء کے مزاج کے خلاف تھا، وہ آخری عمر میں تدریس وتالیف سے وابستہ ہو گئے۔۵۵

زیر بحث کتاب منار الانوار مؤلفہ ابو البرکات النسفی (م ۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء) کی شرح

ہے۔منار الانوار فقہ حنفی کی کتب اصول فقہ میں وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور برصغیر میں اس کے داخل نصاب درس ہونے کا علم فقہ کی تاریخی کتب میں ملتا ہے۔

۱۸- شرح الحسامی، مخطوطہ ۵٦

اس مخطوطہ کے شارح ابو یوسف یعقوب البنانی الملاہوری (م ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸٦ء) سترہویں صدی کے ہندوستان میں قد آور فقیہ اور محقق دانش ور تھے۔ لاہور کے اساتذہ سے علمی پیاس بجھائی، وہ سلطان ہند شاہجہاں (۱۶۲۸-۱۶۵۸ء) اور اورنگ زیب (۱۶۵۹-۱۷۰۷ء) کے ہم عصر تھے۔ شاہجہاں نے ابو یوسف کو دہلی کے مدرسہ شاہجہانیہ میں استاد مقرر کیا، اورنگ زیب کے عہد میں ان کا تقرر بحیثیت ناظر ہوا جو اس دور میں دربار کا سپر وائزر ہوا کرتا تھا۔ ان کا مقبرہ دہلی میں ہے۔۵۷

زیر نظر (مخطوطہ) فقہ حنفی کی معروف کتاب حسامی کی شرح ہے۔ اس شرح میں ماخذ اصول فقہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے باریکی کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کے دوران شارح نے بعض مشکل مصطلحات کی تشریحات پیش کی ہیں مثلاً محکم، مخصوص، متشابہ، مجاز، مرسل وغیرہ (ورق ۲۲)، اس مخطوطہ میں متن حسامی کی تفصیلی بحث موجود ہے اور بوقت ضرورت علم اشتقاق اور صرف پر گفتگو بھی کی گئی ہے۔ جس سے مطلب واضح ہوجاتا ہے۔ شارح نے گفتگو کے دوران علماء ماوراء النہر کے حوالے بھی پیش کیے ہیں مثلاً شیخ ابو منصور اور علماء عراق میں امام ابوحنیفہ کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ (ورق: ۲۷ب، ۵۷ب)

۱۹- مسلم الثبوت، مخطوطہ ۵۸

محبّ اللہ بہاری اپنے دور کے عظیم فقیہ تھے۔ ان کا تعلق الہ آباد کے علاقہ کڑہ (حیدر گنج) سے تھا جہاں ان کی پیدائش اور وفات ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں سب سے اہم نام

ملا قطب الدین اینٹھوی شمس آبادی (۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء) کا ہے۔ جو ملا الٰہالوی کے شاگرد ارجمند تھے۔ اس زمانہ میں مدرسہ ملا قطب الدین اینٹھوی شمس آبادی کا ہر طرف چرچا تھا، یہاں سے فراغت اور آپ کی خداداد صلاحیت نے محبّ اللہ بہاری کی شخصیت میں چار چاند لگادیے۔ محبّ اللہ بہاری جب سلطان ہندوستان اورنگ زیب عالمگیر سے ملے تو عالمگیر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے ملا محبّ اللہ کو سب سے پہلے اودھ کا قاضی بنایا اور اس کے بعد حیدرآباد کے عہدہ قضا پر انھیں متمکن کیا، اس دور میں عہد قضا کے لیے سب سے زیادہ مفید وہ ہوتا جو فقہ واصول فقہ میں مہارت رکھتا تھا۔

محبّ اللہ بہاری کو اصول فقہ اور منطق پر کامل دستگاہ حاصل تھی؛ چنانچہ ان کی معروف تصنیفات مثلاً سلم العلوم، الجوہر الفرد اور مسلم الثبوت نے ہندوستان کا علمی قد بلند کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جنھیں آج بھی نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں سند کا درجہ حاصل ہے۔ مسلم الثبوت کے مقدمہ میں صاحب کتاب نے علم فقہ کی ترقی کے تاریخی مدارج بیان کیے ہیں اور یہ کہ فقہ اور اصول فقہ کے مابین کیا فرق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مآخذ شریعت سے حاصل ہونے والے احکام کو فقہ کہا جاتا ہے جب کہ جن اصولوں پر یہ احکامات دیے جاتے ہیں انھیں اصول فقہ کہا جاتا ہے۔ مسلم الثبوت کا ابتدائی حصہ مبادی کہلاتا ہے، اس میں احکامات کی کیفیت اور ان کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی اقسام مثلاً فرض، واجب، مستحب، مکروہ اور حرام کی وضاحت کی گئی ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ مقاصد کہلاتا ہے۔ اس حصے میں مآخذ ومصادر شریعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ صاحب کتاب نے فقہی مسائل کے درمیان فقہاء اربعہ کے اقوال کی وضاحت کے ساتھ ساتھ عصر عباسیہ کے بعض فرقوں کے اقوال بھی نقل کیے ہیں مثلاً جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ وغیرہ۔

مسلم الثبوت میں قاضی صاحب نے فقہاء احناف کے اقوال کو ترجیح دی ہے، حنفی

مسلک کے کمزور دلائل کے مقابلہ میں قوی دلائل کو فوقیت دی ہے، شوافع وحنابلہ کے درمیان ہم آہنگی تلاش کرتے ہیں، مسالک شافعی وحنفی میں تطبیق دیتے ہیں۔ ۵۹؎

قاضی صاحب کی مسلم الثبوت کو اصول فقہ کی دنیا میں وہی مقام حاصل ہے جو عالم عرب میں فخر الاسلام بزدوی کی اصول بزدوی کو، امام غزالی کی المستصفی کو اور ملا جیون کی نور الانوار کو۔ قاضی صاحب کی مسلم الثبوت کا مذکورہ تینوں کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تقدم زمانی کے باعث البزدوی کا مقام بلند ہے جب کہ اصول وضوابط کی مختلف جہات پر حکیمانہ، فلسفیانہ اور منطقیانہ رنگ میں ڈوب کر توفیق وتطبیق پیش کرنا آپ کا تنہا کارنامہ ہے۔ المستصفی اور مسلم الثبوت میں کامل یکسانی وہم آہنگی نظر آتی ہے۔ نور الانوار اور مسلم الثبوت میں اپنے زمانوں کا علمی مذاق نظر آتا ہے؛ البتہ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ملا جیون کی نور الانوار شرح ہے جب کہ قاضی صاحب کی مسلم الثبوت طبع زاد علمی سرمایہ، دونوں کا مقابلہ کسی طور پر صحیح نہیں۔ ۶۰؎

مسلم الثبوت اپنے زمانہ تصنیف سے آج تک مدارس اسلامیہ کے نصاب کا اہم حصہ رہی ہے؛ چنانچہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کی متعدد شرحیں اور ان پر حواشی کا کام ہو چکا ہے۔ یہاں چند قابل ذکر شارحین کے اسماء گرامی تحریر کیے جاتے ہیں:

ملا نظام الدین فرنگی محلی (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء)، احمد عبد الحق بن محمد سعید (م ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء)، محمد حسن بن غلام مصطفی لکھنوی (م ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۴ء)، محمد مبین فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)، عبد العلی بحر العلوم (م ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)، فضل حق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) وغیرہ۔

۲۰- منہیات مسلم الثبوت، مخطوطہ ۶۱؎

مسلم الثبوت کی خود نوشت شرح ہے۔ علماء کے اصرار پر مصنف گرامی نے تحریر کیا اور

مسلم الثبوت کی مشکل عبارتوں کی توضیح فرمادی جیسا کہ محبّ اللہ بہاری نے اس کے مقدمہ میں وضاحت فرمادی ہے۔ اس شرح میں موضوعات کی کوئی فہرست نہیں فراہم کی گئی ہے اور نہ کہیں واضح اشارے ملتے ہیں کہ اصل متن کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ تاہم پوری مسلم الثبوت کی وضاحت اجمال کے ساتھ کردی گئی ہے چنانچہ اس سے استفادہ اس وقت بہتر طور پر کیا جاسکتا ہے جب کہ اصل متنِ مسلم الثبوت سامنے رکھ لیا جائے۔ البتہ اس شرح میں شارح کے 'قولہٗ' کے لفظ نے متن اور شرح میں فرق کردیا ہے۔ دوسری طرف مسلم الثبوت کے بعض ناقص جملوں کی نشان دہی کردی گئی ہے اور اس سے استفادہ وہی کرسکتا ہے جو مسلم الثبوت کی عبارتوں کا واقف کار ہو۔ محبّ اللہ نے اس شرح میں معروف و معتبر فقہاء کی کتب کا تذکرہ کردیا ہے مثلاً بزدوی، کشف المنار، التوضیح والتلویح، المحصول، الاحکام للعمادی، المختصر للقاضی اور شرح تفتازانی۔

۲۱ - نورالانوار فی شرح المنار مخطوطہ ۶۲

اس مخطوطہ کے شارح احمد جیون امیٹھوی بن ابوسعید (۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) ہیں جو ملا جیون کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ اپنے عہد کے نامور مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ اعلیٰ علوم کی تحصیل میں ملا جیون نے لطف اللہ جہان آبادی سے بھرپور استفادہ کیا۔ ملا جیون کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے وہ استاذ تھے، چنانچہ عالمگیر ان کی بہت توقیر کرتا تھا۔ عالمگیر کے جانشین شاہ عالم (۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) بھی ملا جیون کا شیدائی تھا۔ ملا جیون نے تدریس اور تصنیف میں زندگی گذاردی، خاص طور پر علم فقہ پر انھوں نے اہم کتابیں تحریر کیں۔ فقہ سے ان کی دلچسپی کا اظہار ان کی تفسیر 'تفسیرات احمدیہ' میں خاص طور پر نمایاں ہوتا ہے، اس تفسیر کا امتیاز یہ ہے کہ ملا جیون نے احکام قرآنی پر فقیہانہ بحثیں کی ہیں۔ ان کا انتقال دہلی میں ہوا اور امیٹھی میں مدفون ہوئے۔

نورالانوار ایک ٹھوس اور مبسوط شرح ہے، اس سے اشکال و ابہام رفع ہوجاتے ہیں۔

اسی بنا پر اصل کتاب کی نسبت زیادہ مقبول ہے اور برصغیر کے دینی مدارس میں خاص طور پر شامل نصاب درس ہے۔ نور الانوار میں ماحول کی بھرپور عکاسی ہے، شرح ہونے کے باوجود نصاب میں اس کا داخل رہنا اس کے علمی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ ملا جیون نے شرح میں صاحب المنار سے اختلاف بھی کیا ہے اور فقہ حنفی کی پرزور وکالت کی ہے، البتہ صاحب المنار نے احناف وشوافع کے جن اختلافات کو ذکر کیا ملا جیون نے تطبیق کی کوشش نہیں کی ہے۔ (ورق ۸ ب)

ملا جیون نے اس شرح میں مشکل الفاظ و اصطلاحات کی وضاحت کی ہے مثلاً خاص، عام، متشابہ، حقیقت، مجاز، استعارہ، دلالۃ النص، اقتضاء النص، اجتہاد وغیرہ۔ ملا جیون نے شرح میں قرآنی آیات و احادیث سے استدلال بھی کیا ہے جو نور الانوار پر اضافہ ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مسائل کی تفہیم کے لیے انھوں نے جا بجا اپنی تفسیر کا حوالہ پیش کیا ہے۔ (اوراق: ۹ ب، ۱۲ ب)

۲۲- شرح زبدۃ الاصول مخطوطہ [۶۳]

زبدۃ الاصول کے شارح حمد اللہ بن شکر اللہ سنڈیلوی (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کے تلمیذ رشید تھے۔ وہ طبیب حاذق اور محقق اسکالر تھے، انھوں نے سنڈیلہ میں لکھنؤ سے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کی مالی ضرورتوں کی تکمیل نواب اودھ ابو منصور نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ صاحب کتاب کی علمی لیاقت سے متاثر ہو کر ابو منصور نے انھیں فضل اللہ کا لقب دیا۔ اس مخطوطہ کے شارح نے اپنی پوری شعوری زندگی تصنیف و تدریس میں کھپا دی، اور ۱۸ ویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں شاگردوں کی ایک پود تیار کر دی جن میں چند کے نام لیے جاتے ہیں: قاضی احمد علی سنڈیلوی (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء)، مولوی احمد حسین لکھنوی، قطب الدین جونپوری، مولوی محمد اعظم زادہ سنڈیلوی اور مولوی عبد اللہ بن زین العابدین۔ [۶۴]

یہ مخطوطہ، بہاء الدین محمد بن حسن العاملی (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء) کی زبدۃ الاصول کی مبسوط شرح ہے۔ فقہ حنفی کی اس کتاب پر حاشیہ، شرح اور تعلیق لکھنے کا اشتیاق بہتوں کو ہوا جن میں نمایاں نام حمد اللہ بن شکر اللہ کا ہے، اس شرح کو لکھنؤ کے نواب ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ (م ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۳ء) کے نام معنون کیا گیا ہے۔

۲۳۔ شرح مسلم الثبوت، مخطوطہ ۶۵

مسلم الثبوت کی اس شرح کی تصنیف نظام الدین سہالوی فرنگی محلی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ شارح ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ملا قطب الدین سہالوی (م ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء) کے فرزند ارجمند تھے۔ اساتذہ کرام میں قطب الدین شمس آبادی (م ۱۷۱۰ء) اور حافظ امان اللہ بنارسی (م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء) خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ بعد میں آپ خود ایک لائق استاذ ثابت ہوئے اور دور دراز کے طلبہ آپ کے درس میں شرکت کی غرض سے آنے لگے۔ آپ شیخ عبدالرزاق القادری (م ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء) کے خلیفہ تھے اور درس نظامیہ کے بانی کے طور پر متعارف ہوئے۔ شہنشاہ ہندوستان اورنگ زیب عالمگیر نے شارح محترم کو اراضی انعام میں دیے تاکہ مدرسہ نظامیہ کا نظام و انصرام بہتر طور پر ہوسکے۔ انھیں فقہ، منطق اور عقائد پر گہری بصیرت حاصل تھی چنانچہ ان تینوں موضوعات پر آپ نے کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ ۶۶

مسلم الثبوت کی یہ شرح علمی استناد پر پوری اترتی ہے، مسلم الثبوت کی ترتیب کے ساتھ تحریر کی گئی یہ تصنیف مسلم الثبوت کی مشکل عبارتوں کی تفہیم میں معاون ہے۔ اس حاشیہ میں الگ سے فٹ نوٹس بھی ہیں جن کے ذریعہ مطالب کی تفہیم میں مزید سہولت ہوجاتی ہے۔ اس کی طباعت کانپور سے ۱۸۹۸ء میں ہوچکی ہے۔

۲۴- اساس الاصول،مخطوطہ ۶۷

اس کتاب کو برصغیر کے علاوہ ایران اور دیگر شیعہ اداروں میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اصول فقہ پر شیعہ علماء کی طرف سے اس سے عمدہ کتاب برصغیر میں اب تک پیش نہیں کی جاسکی ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید دلدار علی بن محمد نصر آبادی برصغیر کے معروف و مستند مجتہد عالم دین تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت نصیر آباد (جائس) میں ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء میں ہوئی اور وفات ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء میں ہوئی۔ آپ نے حدیث اور فقہ کی تعلیم مشہد کے باقر بہبہانی، سید علی طباطبائی اور سید مہدی بن ہدایت اللہ سے حاصل کی۔ علوم عقلیہ کی تحصیل کے لیے آپ نے غلام حسین دکھنی الہ آبادی اور حیدر علی بن حمید اللہ سہالوی کے لکچرس (دروس) میں شرکت فرمائی۔ سید دلدار علی نے تصنیف وتدریس کے ذریعہ شیعی فقہ کی توسیع کا کام کیا۔ اودھ کے نواب آصف الدولہ (۱۱۷۵ھ/ ۱۷۹۷ء) نے لکھنؤ میں اجتماعی نمازوں کی امامت کے لیے آپ کو بحیثیت امام مقرر کیا۔ اس کتاب کے علاوہ دیگر کتب یہ ہیں: عماد الاسلام، حسام الاسلام، احیاء السنۃ، رسالہ الجمعہ اور رسالہ ذھبیہ۔ ۶۸

زیر مطالعہ مخطوطہ ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب کو مقاصد کا نام دیا گیا ہے، اس کتاب کی تصنیف کا مقصد شیعہ فقہ کی تفہیم وتشریح ہے۔ چنانچہ اس حلقے میں اس کو مقبولیت اور پذیرائی نصیب ہوئی۔ صاحب کتاب نے اجماع، قیاس اور اجتہاد کے تعارف میں شیعہ نقطہ نظر کو سامنے رکھا ہے۔ اجماع کے بارے میں کہتے ہیں کہ اجماع کا حق صرف نبی یا امام معصوم یا وصی کو حاصل ہے۔ ان کا قول ہے کہ مسلم سماج کی اجتماعی رائے اجماع کا مقام نہیں حاصل کرسکتی۔ اجماع میں کشادگی کے سنی نقطۂ نگاہ پر سخت اشکال پیش کرتے ہیں، البتہ حیرت کی بات یہ ہے کہ باوجود شیعہ عالم ہونے کے انھوں نے قیاس پر تقریباً سو صفحات سیاہ کردیے۔ (واضح رہے کہ قیاس شیعہ حضرات کے یہاں ماخذ ومصدر شریعت کی حیثیت نہیں رکھتا) یہی وجہ

ہے کہ شیعہ فقہاء کے نزدیک قیاس کی معنویت محض جزوی طور پر ہی تسلیم کی گئی ہے۔ قیاس پر بحث کرتے ہوئے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ عصری مسائل کی توضیح وتعبیر اور شریعت کا مقصد حاصل کرنے کی غرض سے قیاس ایک معاون مصدر ہے۔ مسئلہ اجتہاد کی اہمیت پر مصنف گرامی نے بھرپور روشنی ڈالی ہے اور ایک فقیہ کے اوصاف وشرائط کو گنایا ہے جو اجتہاد پر عمل کرنا چاہتا ہے، اجتہاد کے حق میں بعض احادیث پیش کی ہیں اور مجتہدین کی اقسام گنائی ہیں ۶۹؎۔ احادیث کے انتخاب کے سلسلہ میں صرف ان مجامیع کا انتخاب کیا گیا ہے، جو شیعہ حضرات کے یہاں مستند و معتبر ہیں مثلاً کفایہ، مجمع البیان، بصائر الدرجات، کتاب النوادر اور تفسیر الصافی۔

۲۵- فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، مخطوطہ ۷۰؎

مسلم الثبوت کی شروح میں اس مبسوط کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) کا نامی اس کے شارحین میں ایک علمی اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شرح کو ابواب اور فصول میں اچھی ترتیب کے ساتھ علم دوست حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ فٹ نوٹس کے اضافوں نے اس شرح کو مزید جامعیت عطا کر دی ہے۔ علم اشتقاق، نحوی وصرفی تحلیل کے ذریعہ مسلم الثبوت کے متن کو زیادہ قابل فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصول فقہ کے مصطلحات مثلاً مطلق، مقید، تخصیص، دلائل اللفظیہ وغیرہ کا معنی، مفہوم اور مدار بیان کیا گیا ہے۔ (اوراق: ۵ الف، ۶ ب، ۲۰ب، ۶۶ب، ۱۰۳ب)۔

حدیث بحیثیت مآخذ شریعت پر گفتگو کے دوران شارح محترم نے خبر آحاد پر عالمانہ بحث کی ہے۔ اصول فقہ کے سلسلہ میں مختلف فقہاء کے نقطہ نظر کی وضاحت ان کی کتب کے حوالہ سے کی گئی ہے اور شافعی نقطہ کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح امام شافعی کے پیروکار ہیں۔

۲۶-الرسالہ فی اصول الفقہ، مطبوعہ[۱]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی خانوادہ کے روشن چراغ شاہ محمد اسمٰعیل شہید (م ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء) اس رسالہ کے مصنف ہیں۔ ان کی پیدائش پھلت، مظفر نگر میں ۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۱ء) میں ہوئی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد شاہ اسمٰعیل کی تربیت وکفالت کی ذمہ داری ان کے چچا شاہ عبدالقادر (م ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) نے انجام دی۔ شاہ اسمٰعیل برصغیر کے علمی حلقوں میں ایک مخلص مجاہد، بیدار مغز اسکالر اور روشن نظر رکھنے والے عالِم دین تھے۔ انھوں نے پوری شعوری زندگی ملت اسلامیہ کی علمی وعملی خدمت میں لگادی خاص طور پر بدعات وخرافات کے خلاف آپ نے سرگرم محاذ قائم کیا۔ دہلی کی جامع مسجد میں جب ان کا خطبہ ہوتا تو ہزاروں کی تعداد میں سامعین گوش برآواز ہوتے تھے، ان کی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں انھیں حجت الاسلام کا خطاب عطا کیا گیا، ان کی گہری نظر فقہ کے علاوہ تفسیر، حدیث، فلسفہ، حساب اور منطق پر تھی۔ عقائد اور فقہ پر ان کی متعدد کتب آج بھی لائق اعتناء سمجھی جاتی ہیں۔[۲]

اصول فقہ پر مبنی یہ رسالہ اگر چہ بہت مختصر ہے لیکن جامعیت اس کا امتیازی وصف ہے۔ فقہ و اصول فقہ کے مباحث کو مصنف گرامی سب سے پہلے زیر بحث لاتے ہیں۔ امہات مآخذ شریعت اسلامیہ (قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس) کے بعد ثانوی مآخذ پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ شارح نے احکام شریعت کی خصوصیت اور امتیازی پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں شریعت کے بعض احکام کا تعلق عموم سے ہے جب کہ کچھ خاص احکام بیان کیے گئے ہیں، ان کا ماننا ہے کہ مطلق اور مقید احکام کے اطلاقات الگ الگ اثرات نمایاں کرتے ہیں۔

۲۷-شرح زبدۃ الاصول، مخطوطہ[۳]

زبدۃ الاصول کے شارح جواد کاظمی (م ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء) انیسویں صدی کے

ہندوستان میں شیعہ فقہ کے بڑے عالم گزرے ہیں۔ ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء میں ان کی ولادت لکھنؤ میں ہوئی۔ انھوں نے سید دلدار علی کی نگرانی میں تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کیے۔ مولانا جواد کاظمی نے علوم عقلیہ اور نقلیہ میں کئی کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس عہد کے مدارس کی بہت سی کتابوں پر حواشی اور شروح انھوں نے تیار کیں۔

زیر بحث کتاب بہاء الدین آملی (م ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء) کی معرکہ آراء فقہی کتاب زبدۃ الاصول کی شرح ہے۔ یہ زبدۃ الاصول کے تمام ابواب وفصول کی تفصیلی شرح ہے۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے متعلق اصولی بحثیں اس میں موجود ہیں۔ مآخذ شریعت، احادیث رسول کے ضمن میں خبر آحاد پر تفصیلی بحث اس کتاب کا اہم حصہ ہے۔ طریقہ شرح یہ ہے کہ سب سے پہلے متنِ زبدہ کو نقل کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کے اغلاق وغوامض کو دور کیا جاتا ہے۔

متعلقہ بحث کا سادہ جواب دیتے ہوئے دیگر مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں، اس طرح شارح قاری کی دماغی الجھنوں کو سامنے رکھ کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس شرح کا بنیادی مقصد اصول فقہ میں شیعی نقطۂ نظر کی وضاحت ہے۔ چنانچہ اس شرح میں حضرت علی، حسن وحسین، فاطمہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے جگہ جگہ استشہاد کیا گیا ہے۔ تاہم شیعی عالم نے دیگر مجامع حدیث مثلاً بخاری، مسلم، مسند احمد ابن حنبل سے بھی خوشہ چینی کی ہے۔ مولانا جواد کاظمی نے مختلف مسائل میں سنی نقطۂ نظر سے اختلاف کیا ہے۔

۲۸ - حاشیہ شرح الحسامی، مخطوطہ [۴۷]

اصول فقہ پر حنفی نقطۂ نظر کی حامل الحسامی محمد حسام الدین (م ۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء) کی معروف کتاب ہے۔ زمانہ قدیم سے آج تک عالمی سطح پر مدارس اسلامیہ کے جزو ہونے کا اسے شرف حاصل ہے۔ مولوی جون ملک الوہاب (انیسویں صدی عیسوی) نے حسامی کی ایک شرح پر حاشیہ لکھا ہے، ملک الوہاب کی سوانح کے بارے میں مورخین کے یہاں خاموشی ہے اور نہ اس کی

تالیف کی تاریخ معلوم ہوسکی؛ البتہ اس حاشیہ کے ایک نوٹ سے اس کی کتابت کی تاریخ کا سراغ لگتا ہے جو ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۵۵ء ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف اس تاریخ سے پیش تر ہوئی ہوگی۔

الحسامی کی علمی اہمیت کی بنا پر مختلف حضرات نے اس کی شروح اور حواشی لکھی ہیں۔ لیکن موجودہ حاشیہ حسامی کی کس شرح پر تحریر کیا گیا، اس کا سراغ نہیں لگ سکا۔ اس حاشیہ میں پوری بحث مآخذ اربعہ کے اردگرد گھومتی ہے؛ البتہ درمیان میں دیگر کتب کی مانند مشکل اصطلاحات مثلاً خاص وعام، ناسخ ومنسوخ، مجمل، اشارۃ النص، مطلق ومقید کی تفصیلی بحث بیان کردی گئی ہے۔ محشی نے اپنی تحریر کو ''قولنا اور قلنا'' کے الفاظ کے ذریعہ متن شرح حسامی سے ممیز کرنے کی کوشش کی ہے۔ محشی نے اپنی تحریر کے اندر قرآنی آیات، احادیث اور معروف کتب فقہ مثلاً توضیح وتلویح کی عبارتیں بغرض استدلال واستشہاد شامل کرلی ہیں۔ (اوراق: ۹۶ الف) اس حاشیہ کو مصنف گرامی کی دوسری کتاب: حاشیہ ملا جیون کے ساتھ ملحق کردیا گیا ہے، جو فقہ کے علاوہ کسی دوسرے فن کا شہ پارہ معلوم ہوتی ہے۔

فصل چہارم: مسالک واختلاف فقہاء اور تقلید واجتہاد

۲۹- زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام۔ مخطوطہ: ۵۷

اس مخطوطہ کے مصنف علامہ سراج الدین عمر بن اسحٰق غزنوی دہلوی (۷۷۳ھ/ ۱۳۷۳ء) دہلی میں ۷۰۴ھ/ ۱۳۰۴ء میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے جن معروف اساتذہ علم وفضل سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں وجیہ الدین دہلوی، شمس الدین دوالی، سراج الدین ستھی اور رکن الدین بدایونی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے حنفی نقطہ نظر کے مطابق بیشتر کتب کی تصنیف کا فریضہ انجام دیا۔ جن کتابوں کو آپ کی بنیادی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے وہ

حسب ذیل ہیں:

فتاویٰ الہدایہ، الفتاوی السراجیہ اور الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ۔ دوسری طرف آپ کی وہ شروح ہیں جو حنفی کتب فقہ پر تیار کی گئی ہیں جنھیں خاص طور پر المنار، المغنی فی اصول الفقہ کا نام لیا جاتا ہے۔ ۶ے

زبدۃ الاحکام میں مصنف نے مختلف اکابرین فقہ کی آراء کو مسائل کے ضمن میں یکجا کردیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اختلاف فقہاء اربعہ اور ان کے درمیان مختلف فیہ امور کو سمجھنے میں رہنما کا کام دے سکتی ہے۔ مثلاً طہارت کے متعلق فقہی کتب میں صراحت ہے کہ وضو میں چار فرائض ہیں، اول: کہنیوں تک ہاتھ دھونا، دوم: منہ کو دھونا، سوم: سر کا مسح اور چہارم: پاؤں کو دھونا، لیکن نیت اور ترتیب کے ضمن میں یہ چاروں مسالک مختلف نظر آتے ہیں۔ احناف کے یہاں نیت وترتیب واجب نہیں جب کہ شوافع کے نزدیک دونوں درجہ وجوب کو پہنچے ہوئے ہیں۔ مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ نیت واجب ہے جب کہ ترتیب واجب نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ۹۴)

۳۰۔ فتح المنان فی تائید النعمان

سترہویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں عبدالحق محدث دہلوی بن سیف الدین (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) سے کون علم دوست واقف نہیں جن کی خدماتِ علوم اسلامیہ نے اس خطہ کو بقعہ نور بنادیا۔ آپ کے والد ماجد شیخ سیف الدین (۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ انھوں نے اپنے ہونہار لڑکے کی تربیت میں خود دلچسپی لی۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے بچپن میں ایک سال کے اندر ہی حفظ قرآن مکمل کیا۔ علم معقولات سے آپ نے آٹھویں سال کی عمر میں فراغت حاصل کرلی۔ احادیث میں بے پناہ شوق کے دوش بدوش آپ کو تصوف کی خشک وادی میں سیر کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ۹۹۶ھ/ ۱۵۸۷ء میں جب آپ راہی حجاز ہوئے تو راستہ میں شیخ

وجیہ الدین گجراتی ملے اور مکہ میں ان کو شیخ عبدالوہاب متقی (م ۹۹۶ھ/ ۱۵۸۷ء) سے فیض رسائی کا موقع میسر آ گیا، یہ دونوں احباب عہد اکبری کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی معیت سے محدث دہلوی نے علوم حدیث کی باریکیاں حل کر لیں۔

شیخ عبدالوہاب متقی سے علمی استفادہ کی تکمیل کے بعد شیخ محدث دہلوی ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء میں عازم ہندوستان ہوئے اور دہلی میں فروکش ہو کر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے۔ شیخ محدث کے سوانح نگاروں کی متفقہ تائید ہے کہ انھوں نے عہد مغلیہ کے چار تاجداروں کے عروج و زوال کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا یعنی ہمایوں (۱۵۳۰-۱۵۵۶ء)، اکبر (۱۵۵۶-۱۶۰۶ء)، جہانگیر (۱۶۰۵-۱۶۲۷ء) اور شاہ جہاں (۱۶۲۸-۱۶۵۸ء)۔

اگرچہ شیخ محدث کی علمی جولانگاہ کا خصوصی دائرہ کار احادیث نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم ہیں تاہم علوم اسلامیہ کے دیگر شعبوں میں بھی آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر، فقہ، تصوف، منطق اور تاریخ کے متنوع میدانوں میں آپ کی پیشوائی مسلم ہے۔ فقہ اسلامی کے میدان میں آپ کی خصوصی تصنیفات میں فقہ المنان فی تائید النعمان، ہدایۃ الناسک الی طریق المناسک اور الفوائد کو شمار کیا جانا چاہیے۔

پیش نظر کتاب فقہ حنفی کے خصوصی مطالعہ پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں امتیازی اوصاف فقہ حنفیہ کا ذکر کرتے ہوئے امام اعظم اور ان کے تلامذہ کی آراء کو جمع کر دیا گیا ہے، خاص طور پر علم فقہ کے مآخذ کے تعلق سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ اس کتاب میں دیگر فقہاء کی آراء کو بھی جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ۷۷ے

۳۱- الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، مطبوعہ ۷۸ے

برصغیر ہند و پاک کے عظیم اسلامی اسکالر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کی علمی بازیافتوں میں دیگر فکر انگیز تصانیف کے جلو میں الانصاف کا اندراج

معنی خیز اور چشم کشا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت مظفر نگر یوپی کے پاس قریہ پھلت میں ۲۱؍ فروری ۱۷۰۳ء میں ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد کے معروف دبستان مدرسہ رحیمیہ سے علوم اسلامیہ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی، والد گرامی کے انتقال کے بعد اس مدرسہ کے مسند درس پر آپ جلوہ افروز ہوئے۔ چنانچہ مدرسہ رحیمہ نے آپ کے زمانہ میں عالمی شہرت حاصل کر لی اور دور ونزدیک کے علم کے پیاسوں نے یہاں آکر خوب خوب سیرابی حاصل کی۔ ۱۷۳۱ء میں حج مبرور کی غرض سے عازم حجاز ہو گئے، جہاں دو مقتدر شخصیات کے حلقہ درس میں بیٹھنے کا سنہرا موقع آپ کو نصیب ہو گیا۔ وفد اللہ مالکی اور شیخ ابو طاہر مدنی کے حلقوں کا اس زمانہ میں چرچا تھا، جن سے استفادہ کا آپ کو موقع ملا۔ حضرت شاہ کو علوم اسلامیہ کے بے شمار گوشوں میں استناد کا مقام حاصل ہے۔ دوسری طرف ہندوستان کی اصلاحی تحریکات میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ رجوع الی القرآن کی آواز لگائی اور قرآن وسنت کی طرف عوام وخواص کو متوجہ کرنے میں تن من دھن سے جٹ گئے۔ ۹ے

اختلاف فقہ وفقہاء کے متعلق زیر بحث کتاب بنیادی طور پر ان کی مرکزی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ایک حصہ ہے جو کتاب ایک علمی وفنی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ فقہاء کرام کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور ان کا اعتماد بحال ہوجاتا ہے۔ اس کتاب میں اختلافات کے آغاز کو عہد صحابہ میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کا اصل دور فقہاء اربعہ کا ثابت کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو چار مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلافات کی نوعیتوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں فقہاء اربعہ کی نشو ونما اور ان کے مابہ الامتیاز فقہی واختلافی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، تیسرے باب میں اہل حدیث اور اہل الرائے کی دو تقسیم کی گئی ہے اور ان کے درمیان

اصولی بحثوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔چوتھے باب میں حضرت محدث نے مسئلہ تقلید پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے اسباب نمو اور اس کا حقیقی محل و مدار طے کیا ہے۔

مختلف حضرات نے اردو زبان میں اسے منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً صدرالدین اصلاحی نے اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ کے عنوان سے جب کہ محمد عبد اللہ بلیاوی نے کشاف کے عنوان سے اور محمد عبدالشکور فاروقی نے وصاف کے نام سے شائع کروایا ہے۔ الانصاف کو عرب دنیا میں عبدالفتاح ابوغدہ نے متعارف کرانے کی خدمت انجام دی۔ انھوں نے الانصاف کے عربی متن کی وضاحت ،قرآنی آیات کی مکمل تفصیل، احادیث کی تخریج، سند کا استیعاب، جرح و تعدیل، متاخرین کی آراء، تاریخی واقعات کا خلاصہ، سنین کا التزام نیز حیات شاہ پر مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔

۳۲- عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ،مطبوعہ ۸۰ھ

حضرت شاہ ولی اللہ نے فقہاء اسلام کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کی علمی شان اور اختلاف و مخالفت کا فرق واضح کیا ہے۔فقہاء اربعہ کے مسائل کو حق و صواب کا پابند پایا اور تقلید کے مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کے ذریعہ تقلید کی شرعی حیثیت واضح فرمائی۔ برصغیر کے تناظر میں آپ کی یہ پہلی کاوش ہے جس کے ذریعہ مسئلہ تقلید پر متوازن انداز میں بحث کی گئی ہے۔ دوسری طرف اجتہاد کے مسئلہ پر پوری دنیا میں ایک بحث چھڑ گئی کہ اس کا دروازہ بند ہو گیا ہے! حضرت شاہ کی اس کتاب کے ذریعہ اس مسئلہ پر عالمانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

عقد الجید کو حضرت محدث نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ اصول فقہ یعنی ماخذ فقہ اسلامی سے بحث کرتا ہے۔دوسرے حصے میں اختلافات فقہاء کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے۔تیسرے باب میں تقلید اور اس سے متعلق بڑے بڑے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ حضرت علام نے پرزور انداز میں اس مفروضے کو رد کیا ہے کہ فقہاء اربعہ کی آمد و ورود کے بعد

اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا، آپ نے ثابت کیا ہے کہ جو شخص بھی اجتہاد کے شرائط پر متمکن ہو اجتہاد کرنے کا حق رکھتا ہے، بعض شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ مثلاً مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ قرآن، حدیث، اجماع وقیاس کے ساتھ ساتھ فقہاء اسلام کی آراء کا اسے گہرا علم ہو۔ عربی زبان پر عبور حاصل ہوتا کہ ماخذ سے استدلال کرنے کی اعلیٰ صلاحیت اس کے اندر موجود ہو۔ انھوں نے تحریر کیا ہے کہ چونکہ تمام لوگوں کے اندر اجتہادی صلاحیت ممکن نہیں ہے لہذا ایک عامی کے لیے واجب ہے کہ فقہاء اربعہ میں سے کسی ایک کے دامن دولت علم وفہم کو اپنا رہنما تصور کرلے۔ آپ نے کہا کہ تقلید جامد اچھی چیز نہیں ہے لیکن اس سے مکمل پرہیز کرنا یا اسے مذموم و قبیح قرار دینا بھی دانشمندانہ عمل نہیں ہوسکتا۔ (عقد الجید: صفحات: ۷، ۱۰، ۱۳، ۶۹، ۷۷، ۸۵)

فصل پنجم- اسلام کے چار ارکان

۳۴۳- الف: رسالہ سجدہ سہو

ب: رسالہ فی تحقیق رفع السبابہ فی التشہد

ج: مسائل فی مقام طہر المتخلل وفی باب المسح علی الخفین من شرح الوقایہ

د: رسالہ تحقیق قضاء الفوائت، مخطوطہ ۱۸ء

ان رسائل کو برہان الدین دیوہی بن سرفراز علی (متوفی انیسویں صدی عیسوی) نے ایک ہی مخطوطہ کے اندر منظم ومرتب کردیا ہے۔ مولانا برہان الدین کی پیدائش اودھ کے مفتی عبدالسلام دیوہی (۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) کے خانوادے میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا ذوالفقار علی دیوہی سے حاصل کی۔ سید محمد عدل نقشبندی سے آپ بیعت تھے۔ برہان الدین دیوہی نے سماج کی اصلاح میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لوگوں کو ان کے ذریعہ راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ آپ نے سماجی ومذہبی امور سے متعلق رسائل اور کتابچے تحریر فرمائے۔ مثلاً رسالہ صدقہ و

مہر، رسالہ نکاح، رسالہ احکام عید الفطر و عید الاضحیٰ، رسالہ تحقیق ربو اور بیع وغیرہ۔ ۸۲؎

مذکورہ رسالہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ یہ رسالہ بنیادی طور پر سجدہ سہو کے متعلق مختلف احکام و مسائل سے متعلق ہے۔ رسالہ میں مصلی کے سجدہ سہو سے متعلق جن کتب کو بطور حوالہ پیش کیا گیا ہے ان میں رسالہ ارکان اور بحر الرائق ہیں۔ مسائل کے بیان کے ضمن میں بعض فقہی اصطلاحات کا ذکر آیا ہے ان کی تشریح بھی صاحب رسالہ نے کر دی ہے مثلاً حکم القاطع، الحکم الظنی، مطلق، اجماع اور قیاس وغیرہ۔

دوسرا رسالہ قعدہ میں تشہد پڑھتے ہوئے انگلی اٹھانے کے مسئلہ سے بحث کرتا ہے۔ مسئلہ زیر بحث پر احادیث کی روشنی میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ پر امام ابو حنیفہ کے علاوہ امام شافعی، امام ابو یوسف اور عبدالحق محدث دہلوی کی آراء کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تیسرا رسالہ حیض اور طہر سے متعلق ہے۔ ضمناً مسح علی الخفین کے مسئلہ کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن مذکورہ مسئلہ کا بالاستیعاب احاطہ کر لیتا ہے، اس رسالہ کی بحث شرح الوقایہ سے مستفاد ہے۔

چوتھا رسالہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا سے متعلق ہے۔ مصنف کی رائے یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کو ان کے اوقات کی ترتیب کے ساتھ ادا کیا جائے گا مثلاً فجر سے عشا کی قضا کے وقت آغاز فجر سے کیا جائے گا۔ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف نے فتاوی عالمگیری کا حوالہ پیش کیا ہے اور قدماء میں ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔

۳۴- فقہ مخدومی

عہد سلطنت کے اس فقہی تصنیف کا سہرا شیخ علاء الدین علی بن احمد المہائمی گجراتی (م ۸۳۴ھ/۱۴۳۱ء) کے سر ہے۔ آپ کوکن کے بڑے تاجر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آبا و اجداد کے بارے میں تاریخوں میں مذکور ہے کہ نوائت کے عرب خاندان سے تعلق رکھتے تھے،

جو حجاج بن یوسف ثقفی (م ۹۵ھ/۷۱۴ء) کی گورنری کے زمانہ میں مدینہ سے ہجرت کر کے بحر عرب کے ساحلی علاقوں میں آباد ہوگیا تھا۔ ان کے والد گرامی خود ایک نیک نام بزرگ تھے جنھوں نے اپنی اولاد کی تربیت خاص نہج پر کی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مہائم کے ایک مدرسہ میں مصنف گرامی نے درس و تدریس سے اپنا رشتہ استوار کرلیا، دوسری طرف سلطان احمد شاہ (م ۱۴۴۱ھ/۱۴۳۹ء) نے آپ کو مہائم کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ اس طرح فقہ کی نظری اور عملی مشق نے آپ کو کہنہ بنادیا تھا، ان کی علمی صلاحیتوں کا دائرہ کافی وسیع تھا، آپ نے تفسیر، فقہ اور فلسفہ پر تحریریں لکھی ہیں۔ فقہ پر ان کی بنیادی تصنیف زیر بحث کتاب فقہ مخدومی ہے۔ ۸۳؎ جو عبادات سے متعلق مختلف مسائل پر بحث کرتی ہے۔ فقہ مخدومی میں بعض تکنیکی کمزوریاں بھی ہیں تاہم اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ہندوستان کی ابتدائی تحریروں میں اس کتاب کا شمار ہوتا ہے؛ البتہ اس کے مخطوطات کا سراغ کہیں نہیں لگ سکا۔ یہ کتاب فقہ شافعی کو بنیاد بنا کر تیار کی گئی تھی۔ ۸۳؎ آپ کی دوسری کتاب کا نام فتاوی مخدومی ہے ۸۴؎۔

۳۵- کتاب المناسک وعباب المسالک

سندھ کے علاقہ میں دریبلا سے تعلق رکھنے والے رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی (۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء) اس عربی تصنیف کے خالق ہیں۔ عہد سلطنت کے علماء میں فاضل مصنف کا نام مشہور و معروف ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے شیخ رحمت اللہ نے مدینہ کا قصد کیا اور وہاں کے محدثین سے حدیث کے دروس لیے۔ اس دوران انھوں نے مدینہ کے علی محمد خطیب مدنی سے خصوصی استفادہ کیا۔ رحمت اللہ اور ان کے دوست شیخ عبداللہ شیخین کے لقب سے اپنے علاقے میں معروف تھے۔ دونوں کا تعلق علی متقی برہان پوری مصنفِ کنز العمال سے شاگردی کا رہا ہے۔ حدیث کی تعلیم مکمل کر کے آپ گجرات واپس تشریف لائے اور وہیں درس و تدریس اور تصنیفی سرگرمیوں سے منسلک ہوگئے۔ زندگی کے آخری ایام آپ نے مدینہ میں صرف کیے جہاں

ان کا انتقال ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۵ء میں ہوگیا۔۸۵

کتاب المناسک دراصل اسلام کے ایک اہم رکن حج سے متعلق ہے۔صاحب کتاب نے بڑی تفصیل کے ساتھ شرائط حج، آداب حج اور اعمال حج پر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کی ایک شرح نورالدین بن علی بن سلطان الہروی نے مسلک المتقسط فی المنسک المتوسط تیار کی ہے۔ مناسک الصغیر نامی ایک دوسری کتاب فقہ کے موضوع پر رحمت اللہ سندھی کی طرف منسوب ہے۔

۳۶- الجنۃ الصوابۃ فی اثبات رفع السبابۃ مخطوطہ ۸۶

علم اللہ بن عبدالرزاق المکی الامیٹھوی (م ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۴ء) اس مخطوطہ کے مؤلف ہیں۔ آپ کا علمی دائرہ تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی ادب کو محیط ہے۔ امیٹھی میں ان کی پیدائش ۹۵۴ھ/ ۱۵۴۷ء میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ والد گرامی کی زیرنگرانی انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور حدیث وفقہ کی اعلیٰ ڈگری کی خاطر عازم حجاز ہوئے جہاں انھوں نے اپنی عمر کے بارہ سال صرف کیے، ان کے اساتذہ میں ہاشم بن برہان العلوی اور شہاب الدین احمد بن حجر المالکی شامل ہیں۔حجاز سے واپسی پر انھوں نے بیجاپور میں قیام کیا جہاں ابراہیم عادل شاہ (۱۵۳۵-۱۵۳۷ء) نے ان کی علمی قابلیت اور اصلاحی مشن کی ستائش کی نیز ہر طرح کا تعاون پیش کیا۔۸۷

یہ مخطوطہ نماز کے ایک جزیئے تشہد میں انگلی اٹھانے سے متعلق ہے، جو دو حصوں میں منقسم ہے۔دونوں کے لیے مقصد کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ایک مقدمہ اور ایک اختتامیہ پر مشتمل یہ مجموعہ سب سے پہلے ان احادیث سے بحث کرتا ہے جو تشہد میں انگلی اٹھانے پر دلالت کرتی ہیں۔دوسرے حصے میں فقہاء کی آراء نقل کرتے ہوئے انگلی اٹھانے کی تائید کی گئی ہے۔ دوران گفتگو صاحب کتاب نے دونوں طرح کے فقہی اقوال کی تائید میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کو پیش نظر رکھا ہے، خاتمہ بحث میں دوران تشہد انگلی اٹھانے کا طریقہ اور کس قدر اٹھانا چاہیے، پر کلام کیا گیا ہے۔اپنی بات ثابت کرتے ہوئے مصنف نے ان لوگوں پر اعتراض کیا ہے

جو اس کے ثبوت کی نکیر کرتے ہیں۔

اس مخطوطہ میں فاضل محقق نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے ان میں کفایہ، فتاوی قاضی خان، خزانۃ المفتیین، فتاوی تاتارخانیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۷-۳- فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور، مخطوطہ ۸۸

سندھ کے علاقہ نے عہد سلطنت میں یکسوئی کے ساتھ اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اس مردم خیز علاقہ میں محمد حیات السندی المدنی (م ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء) کا نام جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ کی خدمات کا اعتراف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ ٹھٹھہ کے علاقہ میں چھچھر نامی قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ نے شیخ محمد میاں بن محمد امین ٹھٹھوی سے اسی علاقہ میں تحصیل علم کیا۔ حج کی ادائیگی کی سعادت اللہ نے نصیب فرمائی اور آپ مدینہ میں ہی ابوحسن بن عبدالہادی السندی کی معیت میں رہنے لگے۔ استاذ گرامی کی وفات کے بعد ٹھٹھہ کے علاقہ میں تقریباً بیس سال تک آپ تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ سندھ کے بے شمار علماء نے آپ سے کسب فیض کیا، ابوالحسن بن محمد صادق سندھی اور احمد بن عبدالرحمٰن سندھی وغیرہ خاص طور پر آپ کے تلامذہ کی فہرست میں نامور گزرے ہیں۔ آپ نے حدیث وفقہ پر متعدد علمی یادگاریں حوالہ تاریخ کی ہیں۔۸۹

اس مخطوطہ میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو قیام کے دوران ہاتھ کے سینہ (صدر) یا ناف (سرہ) پر رکھنے کی تاکید کرتی ہیں، دونوں قسم کی احادیث کو اس مجموعہ میں یکجا کرنے کے بعد ان احادیث کو ترجیح دی گئی ہے جو سینہ پر ہاتھ رکھنے کی قائل ہیں، ان احادیث کی تائید میں امام احمد، امام بیہقی، امام بخاری، ابن عبدالبر، زرقانی اور الطبرانی وغیرہ کے اسماء گرامی بطور سند پیش کیے گئے ہیں۔ صاحب کتاب نے ان احادیث کو بھی صحیح وصواب قرار دیا ہے جو ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی تائید کرتی ہیں اور قائلین میں آپ نے امام سیوطی اور ابن حجر کو پیش کیا ہے۔

۳۸-فرائض اسلام، مخطوطہ ۹۰

سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ میں جن امامان علوم اسلامیہ نے گہرے نقوش چھوڑے ان میں اس کتاب کے مصنف محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی ٹھٹھوی (۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء) کو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے، آپ کو حدیث وفقہ میں یکساں عبور حاصل تھا۔ ان کے اساتذہ میں مخدوم ضیاء الدین سندھی اور عبدالقادر بن ابوبکر حنفی ومکی شامل ہیں۔ تاریخوں میں درج ہے کہ شیخ ہاشم کی اصلاحی کوششوں کے طفیل ہزاروں ہندوستانی غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ نادر شاہ (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) اور احمد شاہ درانی (م ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء) نے ممکن وسائل کے ذریعہ اس جلیل القدر عالم کی قدر اور حوصلہ افزائی کی۔ ان کی فقہی وقانونی آراء کا احترام اور تصدیق اس وقت کے علماء وفقہاء نے بجاطور پر کیا ہے۔۹۱

مقدمہ اور اختتامیہ کے علاوہ اس مخطوطہ میں دو ابواب ہیں۔مصنف علام نے ارکان اربعہ کے فرائض کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور علمی بحثیں کی ہیں۔انھوں نے ان فرائض کی تعداد ایک ہزار دو سو باسٹھ گنائی ہے۔جن میں تین سو تینتیس کا تعلق عقائد سے ہے اور باقی ۹۲۹ کا تعلق اسلام کے عملی پہلو سے ہے۔پوری کتاب میں طرزِ تحریر یہ اختیار کی ہے کہ سب سے پہلے وہ کسی رکن کو لیتے ہیں اور اس سے متعلق فرائض پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں، مثلاً طہارت اور مختلف اوقات کی نماز کا مسئلہ لیجیے۔صاحب کتاب سب سے پہلے فرماتے ہیں کہ طہارت میں بیالیس فرائض ہیں اور مختلف نمازوں میں فرائض کی یہ تعداد تین سو چھبیس تک پہنچتی ہے۔دوسری بات یہ کہ کتاب کی ابتداء میں ہر نماز سے متعلق رکعات کی تعداد واضح فرمادی گئی ہے۔تیسری طرف عقائد کی بحث میں ایمان باللہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالآخرت اور ایمان بالقدر کی بحثوں کو مفصل کیا گیا ہے اور بہت قیمتی علمی مواد کو ہر بحث کے ضمن میں جمع کر دیا گیا ہے۔مثلاً قرآن پر ایمان کی بحث کو مفصل کرتے ہوئے دیگر صحف سماویہ کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں، ان کے

زمانہ نزول اور زبان کی تفصیلات سے بھی ہم کو آگاہ فرماتے ہیں۔(فرائض الاسلام، ورق ۹)
چوتھی بات یہ کہ فرائض پر فقہی انداز میں بحث کرتے ہوئے قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ پانچویں بات یہ کہ کسی بھی مسئلہ میں فقہاء کرام کی آراء بیان کرنے سے گریز نہیں کیا ہے۔ آخری بات یہ کہ ہر مسئلہ میں مآخذ کے ذکر کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ انھوں نے جن مآخذ کا بالعموم استعمال کیا ہے وہ یہ ہیں:

الفتاوی السراجیہ، الذخیرہ، التاتارخانیہ، الدرالمختار، الغیاثیہ، منیۃ المصلی، سراج الوہاج اور فتح المبین۔

۳۹- کشف الرین عن مسئلہ رفع الیدین، مخطوطہ ۹۲

محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی نے اس مختصر رسالہ کو ترتیب دیا ہے۔ یہ رسالہ حالت نماز میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق تحریر کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کو خالص احادیث کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صاحب رسالہ لکھتے ہیں کہ رفع یدین ابتداء کے نماز، قبل رکوع اور بعد رکوع واجب ہے؛ البتہ انھوں نے صرف اپنی رائے کی مؤید احادیث کا ذکر کیا ہے مخالف رائے کی احادیث کے ذکر سے گریز کیا ہے۔ دوسری طرف بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین صرف ابتدائے نماز میں واجب ہے۔ اس رائے کے مویدین میں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رہے ہیں۔ اس اختلاف سے صاحب رسالہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب دونوں طرح کی احادیث کے قائلین معتبر صحابہ ہیں تو امت جس پر چاہے عمل کرے دونوں عمل صحیح ہے۔ صاحب کتاب نے اپنی رائے کی تائید میں جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان کی معتبریت پر انھوں نے اظہار خیال بھی فرمایا ہے۔ انھوں نے اپنے رسالہ میں بعض جگہوں پر فارسی زبان کا استعمال کیا ہے خاص طور پر جب بعض ہندوستانی علماء کے نقطۂ نظر کی وضاحت کا مسئلہ درپیش آیا ہے جیسے شیخ محدث عبدالحق دہلوی کی رائے بیان کرتے وقت

فارسی زبان کا سہارا لیا ہے، جن خاص کتب کو اس رسالہ میں بطور سند استعمال کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

تخریج الہدایہ از عینی، تحریر الاصول، تذکرۃ القاری، تہذیب التہذیب۔

۴۰- رسائل الارکان، مطبوعہ [۹۳]

اس مجموعہ کے مصنف بحر العلوم ملا عبد العلی بن نظام الدین سہالوی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) کی پیدائش لکھنؤ میں ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء میں ہوئی۔ وہ اپنے عصر کے جید عالم تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ملا نظام الدین سہالوی سے حاصل کی۔ ۱۷۴۷ء میں جب والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے مختلف علوم میں مہارت پیدا کرنے کی دانستہ کوشش کی، اپنے عصر کے ناموران کے رابطہ میں آئے خاص طور پر کمال الدین سہالوی (م ۱۷۷۱ء) سے انھوں نے خوب استفادہ کیا۔ حافظ رحمت خان، نواب شاہجہاں پور نے آپ کی علمی صلاحیت کی بنیاد پر شاہجہاں پور میں استاد مقرر کیا، حافظ رحمت خان کے انتقال کے بعد رامپور کے نواب فضل اللہ خان نے آپ کو اس عہدہ کے لیے دعوت دی۔ شاہجہاں پور اور رامپور میں تدریسی مشن سے جڑنے کے بعد کرناٹک کے نواب محمد علی خان کی دعوت پر مدراس تشریف لے گئے وہاں انھوں نے آپ کو ملک العلماء، بحر العلوم کا خطاب عطا کیا۔ ان کا انتقال مدراس میں ہوا جہاں وہ مدفون ہوئے۔ وہ مختلف علوم میں مہارت رکھتے تھے، انھیں فقہ، کلام، فلسفہ سے خصوصی لگاؤ تھا اور ان میدانوں میں انھوں نے گراں قدر علمی تصنیفات طلبہ واساتذہ کے لیے بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ان فنون کی چند کتابیں یہ ہیں:

شرح مسلم الثبوت معروف بہ فواتح الرحموت، رسالہ توحید، شرح الداہر، تکملہ شرح التحریر [۹۴]۔

یہ مخطوطہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ اس رسالہ میں ارکان اسلام پر مبسوط گفتگو فقہ حنفی

کے موافق کی گئی ہے مثلاً عبادت پر ایک باب کے اندر مصنف نے بہت تفصیل کے ساتھ وضو، غسل اور تیمم کے ذریعہ طہارت وپاکی پر روشنی ڈالی ہے۔

۴۱- مناہج التدقیق ومعارج التحقیق، ۹۵

اس کتاب کے مصنف حسین بن دلدار علی (۱۲۷۳ھ/۱۸۵٦ء) ہیں جو لکھنؤ کے شیعہ مجتہد تھے۔آپ ہندوستان کے چوٹی کے عالم تھے۔ ان کی پیدائش ۱۲۱۱ھ/۱۷۹٦ء میں ہوئی۔ تعلیم وتربیت والد ماجد سید دلدار علی اور برادر محترم محمد بن دلدار علی کی راست نگرانی میں ہوئی۔ ان کی تدریسی کوششوں سے ایک جہاں نے استفادہ کیا۔ معتبر شاگردوں میں عباس تستری، غنی نقی زید پوری، سید حسین مراشی، مرزا حسن عظیم آبادی، علی اظہر اور حبیب محمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے عربی زبان میں فقہ پر جن کتابوں کی تصنیف کی ان میں رسالہ فی الرکعتین الاولین من الصلوۃ اور اصالۃ الطہارۃ کا نام لیا جاتا ہے۔ ۹٦

مناہج التدقیق میں نماز کے مسائل کو تفصیل کے ساتھ شیعی نقطۂ نظر کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نمازوں کے اوقات کو آفتاب کے طلوع وغروب اور زوال کے ذریعہ مرتب کیا گیا ہے۔ آغاز نماز میں نیت، سورہ فاتحہ اور ایک رکعت میں دو سورتوں کو ملانا وغیرہ مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں۔ اس طرح نماز کے مسئلہ پر شیعی نقطۂ نظر سے واقفیت کے لیے اس کتاب کو مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۲- کتاب اوقات الصلوۃ، مخطوطہ ۹۷

اس مخطوطہ کے مصنف محبوب علی دہلوی (م ۱۲۸۰ھ/ ۱۸٦۳ء) ہندوستان کے معروف اسکالر تھے۔ ان کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ انھوں نے شیخ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ سے علم حاصل کیا، شاہ اسمٰعیل شہید اور اس کتاب کے مصنف محبوب علی ہم سبق تھے۔ جب محبوب علی اور اسمٰعیل شہید، شاہ عبدالقادر سے درس لے رہے تھے، اسی دوران محبوب علی نے سید المجاہدین

احمد بن عرفان بریلوی سے جہاد کی بیعت لی۔لیکن بعض وجوہ سے وہ عملی جہاد میں شرکت نہیں کر سکے۔قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری ان کے تلمیذ رشید تھے۔۹۸

کتاب اوقات الصلوٰۃ میں نمازوں کے اوقات کی ابتداا ور انتہاء پر بحث کی گئی ہے، اس ضمن میں مختلف اسباب و وجوہ زیر گفتگو آئے ہیں۔اوقات کے علاوہ نمازوں میں وجوب وغیر وجوب کی بحث بھی موجود ہے۔نمازوں میں سنت متواترہ،صحابہ کا اجماعی عمل اور واجبات وغیر واجبات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جنگوں کے سبب نمازوں کے موٴخر ومقدم کرنے کا مسئلہ بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔جمع بین الصلاتین اور قصر نمازوں کی تفصیل بھی اس میں موجود ہے۔نمازوں کے اوقات کی تحدید وتفصیل کے لیے مصنف نے قرآنی آیات، احادیث نبوی اور فقہاء اربعہ کی آراءکو جمع کر دیا ہے۔مثل اور مثلین کو نظیر مانتے ہوئے ظہر کی نماز کے وقت کا اختتام اور عصر کی نماز کا آغاز واضح کیا گیا ہے اور فقہاء کے اختلافات کی بھی وضاحت کردی گئی ہے۔خود احناف کے درمیان اس مسئلہ پر اتفاق نہیں ہے۔صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ امام اعظم نے اپنے دونوں معتبر شاگردوں کی رایوں کا اعتبار کرتے ہوئے ظہر کے وقت کا خاتمہ مثلین کی بنیاد پر کیا ہے۔ (کتاب اوقات الصلوٰۃ،ورق ۱۹، الف)

صاحب کتاب جہاں احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہیں ان احادیث کی فنی پوزیشن بھی واضح فرماتے جاتے ہیں کہ کونسی حدیث جید ہے، حسن ہے اور صحیح ہے۔اس کتاب میں متن کے علاوہ فٹ نوٹس کا بھی اہتمام موجود ہے؛ چنانچہ یہ حواشی طالب علم کے لیے بے حد مفید ہیں۔جن کتب کو بطور دلیل اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

مجمع البرکات، الدرالختار، الطحاوی،خزانۃ الروایات، الشرح الوقایہ اور سراج المیر۔

۴۳۔تصویر التنویر فی سنۃ البشیر النذیر،مخطوطہ ۹۹

محبوب علی دہلوی کا یہ دوسرا علمی وفقہی رسالہ ہے۔اس کتاب میں انھوں نے رفع

الیدین کے مقامات کی تعیین کی اور سنت نیز فقہاء کے اقوال وتاویلات کو جمع کر دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ رفع یدین کا مسئلہ سنت غیر مؤکدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی اس پر عمل کرے تو بہتر ہے اگر نہیں عمل کرتا ہے تو لائق ملامت نہیں؛ کیوں کہ آنحضرت ﷺ کبھی رفع یدین کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔ مصنف نے دونوں طرح کی احادیث کو اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے، مثلاً عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا سات مقامات کے علاوہ اور دوسرے مقامات پر رفع یدین نہ کرو یعنی افتتاح نماز، وتر کی نماز، عید کی نماز اور چار مرتبہ حج کے دوران رفع یدین کرلیا کرو۔ (تصویر التنویر، ورق ۲۳ الف)۔ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کے متعلق علماء کے اختلافات بیان کرتے ہوئے محبوب علی کہتے ہیں کہ جمہور علماء کا خیال ہے کہ اس کا حکم نہیں دیا گیا اور امت کو اس کی اجازت نہیں دی گئی (تصویر التنویر، ورق ۲۳ الف)۔ صاحب کتاب نے اپنے موقف کو قرآن، حدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان رفع الیدین کے قائلین میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں (تصویر التنویر، ورق ۲۳ ب)۔ محبوب علی کی خوبی یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں اپنی ترجیحی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں، ایک مقام پر رقم طراز ہیں کہ علماء کا اتباع کرنا بہتر ہے کیوں کہ انھیں قرآن و سنت کا واقعی علم تھا۔ رفع یدین کے متعلق ایک حدیث کے اتباع کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، ابوحنیفہ اور امام شافعی کی امت نہیں ہیں (تصویر التنویر، ورق ۳۱ ب)۔ صاحب کتاب نے اس بحث کے دوران دونوں قسم کی حدیثیں جمع کرتے ہوئے ان کی فنی حیثیت کی وضاحت بھی کر دی ہے مثلاً کون سی حدیث صحیح، حسن اور متصل ہے۔ (تصویر التنویر، ورق ۲۶ الف اور ۵۹)۔

رفع یدین کی بحث کے دوران صاحب کتاب نے فقہاء اربعہ کی آراء اور ان کا ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنا وغیرہ بھی ذکر کیا ہے۔ جن کتب سے صاحب کتاب نے اس بحث

میں استدلال کیا ہے، وہ یہ ہیں:

ہدایہ، التوضیح ،فتاوی غرائب ،مجمع الروایات، الحاوی اورخزانۃ المفتیین۔

۴۴- تعلیق الافاضل فی مسئلہ الطہر المتخلل مخطوطہ ۱۰۰

عبدالحلیم بن محمد لکھنوی (۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) نے اس رسالہ کو ترتیب دیا تھا۔ انھوں نے عورتوں کے مسائل پر تفصیلی رہنمائی فراہم کی ہے۔ پیش نظر رسالہ حیض سے متعلق ایک اہم مسئلہ سے بحث کرتا ہے جس کے بارے میں عورتیں صحیح رہنمائی کے نہ ہونے کے سبب پریشان رہتی ہیں۔ صاحب کتاب نے حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کیا ہے، حیض کی زیادہ سے زیادہ دس اور کم سے کم تین ایام کی نشان دہی فرمائی ہے اور جن اسباب کی وجہ سے حیض واستحاضہ کی تمیز ختم ہوجاتی ہے ان کا ذکر کیا ہے مثلاً ایام کا شمار کس طرح کیا جائے، رات ودن اورمتواتر سیلان کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ صاحب کتاب نے جن فقہاء کی آراء کی روشنی میں حیض ونفاس کی بحث مکمل کی ہے ان میں امام ابوحنیفہ، امام یوسف، امام محمد اور امام ابن مبارک کے اسماءگرامی رقم کیے ہیں۔

فصل ششم: سماجی و مذہبی امور (حلال، حرام، مکروہات اور مباحات)

۴۵- رسالہ فی اصول السماع ۱۰۱

فخر الدین زرادی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء) محمد بن تغلق کے ہم عصر عالم دین گذرے ہیں۔ ان کا وطن سامانہ تھا (جو آج کل ہریانہ کے علاقہ کا حصہ ہے) بعد میں وہ دہلی میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے معتبر ارادت مندوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ فقہ وحدیث کے بڑے عالم گزرے ہیں، انھوں نے ہدایہ میں موجود احادیث کی تخریج وتصحیح صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے کی ہے۔ ۱۰۲

شیخ نظام الدین اولیاء کے ذریعہ حلقہ تصوف میں شمولیت سے قبل شیخ زرادی کو سماع اور

دیگر مشائخ صوفیاء سے اختلاف تھا، لیکن دھیرے دھیرے آپ کا اختلاف محو ہو گیا اور آپ نے ان کا دفاع بھی کیا۔

یہ رسالہ، سماع کی تائید میں شیخ زرادی کی آراء کا مجموعہ ہے۔ اس رسالہ میں انھوں نے سماع کی شرعی حیثیت پر اظہار خیال کیا ہے۔ ساتھ ہی تقلید اور اجتہاد جیسے دو اہم فقہی مباحث پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ سلطان محمد تغلق شیخ زرادی کی علمی لیاقت کا قائل اور معترف تھا۔ جب اس شہنشاہ ہندوستان نے دہلی کی آبادی کے اس حصہ کو دیوگری (دولت آباد) میں آباد کرنے کی مہم چھیڑی تو مہاجرین میں شیخ زرادی بھی شامل تھے۔ دولت آباد سے آپ حج کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے اور حجاز سے جب ہندوستان آ رہے تھے، راستہ میں آپ کی موت ہو گئی۔

۴۶- فاکہتہ البستان، مخطوطہ ۱۰۳؎

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کے سلسلے میں 'فرائض الاسلام' کے تعارف میں روشنی ڈالی جا چکی ہے، یہاں یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ 'باب الاسلام' خطہ سندھ' کی آپ نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ آپ تفسیر وحدیث، سیرت وتاریخ، فقہ واصول فقہ، تجوید وعلم قراءت، ادب وانشاء اور فلسفہ و منطق پر عربی، فارسی اور سندھی تینوں زبانوں میں قدرت حاصل تھی اور آپ کے قلم سے تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں معرض وجود میں آ چکی ہیں۔ ۱۰۴؎

اس کتاب کا موضوع ذبیحۂ شکار اور جانوروں کی حلت وحرمت کے احکام ہیں، لیکن متن کی تفصیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کھانے پینے کی حلال وحرام چیزوں کی وضاحت کی گئی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت سید عبدالحئی حسنی لکھنوی نے اس کے نام کے ساتھ ''فی تنقیح الحلال والحرام'' کا اضافہ فرما کر کر دی ہے۔ ۱۰۵؎

اس کتاب میں تین حصے ہیں: کتاب الذبائح، کتاب الصید اور خاتمہ۔ پہلے دو حصوں میں مصنف نے فقہ حنفی کے دو معروف کنز الدقائق اور وقایہ الروایۃ کی کتاب الذبائح اور کتاب

الصید کو سامنے رکھا ہے، کتاب کے تیسرے حصے میں علامہ دمیری (م ۷۴۲-۸۰۸ھ) کی حیاۃ الحیوان اور اس کی تلخیص عین الحیاۃ کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ ان تینوں کتابوں کا عطر بھی اس میں سمو دیا گیا ہے۔

کتاب الذبائح ایک مقدمہ اور آٹھ فصلوں نیز ایک خاتمہ پر مبنی ہے، اس حصے میں ذبح اور شکار کا شرعی و نقلی جواز فراہم کیا گیا ہے۔ ان فصلوں میں ذبح اختیاری، ذبیحہ کے شرائط، ذبح کی مکروہ و مستحب صورتیں، ذبح اضطراری کے احکام، حلال و حرام جانوروں کی تفصیل جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ان کے بدن کے اجزاء سے کس طرح فائدہ اٹھانا جائز اور نا جائز ہے۔ وغیرہ پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

کتاب الصید میں بھی ایک مقدمہ، آٹھ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ میں شکار کی تشریح، اس کے رکن، حکم، کیفیت، اقسام اور شرائط کا بیان ہے، ان فصلوں میں ذیل کی تفصیلات ملتی ہیں: آلہ شکار کے شرائط، شکاری کی ذات سے متعلق شرائط، جانور کی شرائط، کٹ کر علیحدہ ہو جانے والے جانور کے اعضاء کے احکام، تیر اندازی یا کتے کی مدد کے بغیر کیے گئے شکار کی صورتیں۔ حرام جانوروں کا شکار اور ان کے بدن کے اجزاء سے فائدہ اٹھانے کا بیان۔

کتاب کے تیسرے حصہ: خاتمہ الکتاب میں خشکی اور پانی میں رہنے والے جانوروں کے نام، خواص اور فقہی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

فاکہۃ البستان میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان کی تعداد تین سو سے زائد ہے، چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں جو تفسیر، حدیث، سیرت، عقائد، اصول فقہ، متون فقہ، شروح و فتاوی اور تصوف و لغت سے تعلق رکھتے ہیں:

حاشیہ چلپی بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ کواکبی بر تفسیر بیضاوی، الجامع الصغیر از صدر شہید، الفوائد الظہیریہ، شرح القدوری از اقطع، السراج الوہاج شرح القدوری، المصفی شرح المنظومہ،

شرح ہدایہ از ملا الہ داد، فتاوی صوفیہ از شیخ فضل اللہ محمد بن ایوب، منیۃ المفتی، فتاویٰ حمادیہ، فتاوی قراخانیہ، خزانۃ المفتیین، فتاوی امینیہ، خزانۃ الروایات، مجموعۃ الروایات، مطالب المومنین، فتاوی فیروزشاہیہ۔

فاکہتہ البستان کے ذریعہ عصر حاضر کے بے شمار پیچیدہ مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام، شیخ مخدوم کے مطابق عصر حاضر کے اہل کتاب حضرت عیسیٰ کو معبود مانتے ہیں لہٰذا یہ اہل شرک کے زمرے میں آتے ہیں ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ جھینگہ کے مچھلی ہونے نہ ہونے کے مسئلہ پر گفتگو کے بعد اس کی حلت کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔ حرام مغز کے بارے میں اس کے مکروہ نہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، انسان اور سور کی ہڈیوں کے استعمال کو حرام قرار دیتے ہیں، اس طرح فاکہتہ البستان سے جہاں ایک طرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے وہیں شریعت کی روح کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۷۴- المفید فیما یوکل و ما لا یوکل، مخطوطہ ۱۰۶

اس رسالہ کو محمد شمس الدین حنفی بن امیر الدین نے تصنیف کیا ہے۔ سوانح نگاران کے یہاں صاحب کتاب کی حیات سے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ مخطوطہ پر کتابت کی تاریخ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء سے کچھ قبل اس کی تکمیل ہوئی ہوگی۔

فاکہتہ البستان کی مانند اس کتاب میں بھی پرندوں اور جانوروں کے گوشت کی حلت و حرمت پر گفتگو کی گئی ہے؛ البتہ مذکورہ کتاب میں مسائل کا احاطہ بہت تفصیلی اور علمی تھا۔ اس کتاب کو الف بائی انداز میں مرتب کیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ سیکڑوں پرندوں اور جانوروں کے نام عربی، فارسی اور ہندوستانی زبانوں میں صحیح تلفظ کے ساتھ واضح کیے گئے ہیں۔ صاحب کتاب نے انتہائی اختصار کے ساتھ ان پرندوں اور جانوروں کا تعارف کرایا ہے اور ان کی حلت و حرمت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل،

امام اوزاعی اور امام ابو اللیث رحمہم اللہ کی آرا نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس کتاب میں سو سے زائد جانوروں اور پرندوں کے گوشت کی بابت ان کی حلت و حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔

۴۸ - رسالہ فی جواز الاستغاثۃ والمیلاد مخطوطہ ۱۰۷

محمد عابد بن احمد علی السندی (م ۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۴ء) نے اس رسالہ کو تیار کیا ہے۔ آپ سندھ کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمد حسین سے حاصل کی بعد میں علماء یمن کی نگرانی میں اعلیٰ درجاتِ معارف کے حصول میں سرگرداں رہے۔ معروف اساتذہ کے نام یہ ہیں: عبدالرحمان بن سلیمان، یوسف بن مولانا محمد، محمد طاہر سنبل، عبد الملک قلعہ جی: صالح بن محمد وغیرہ۔ صنعا (یمن) کے سلطان کی جانب سے سفیر کی حیثیت میں صاحب کتاب مسلم دنیا کے بے شمار علاقوں میں گھومتے رہے۔ دینی جذبہ سے ہمیشہ سرشار رہے اور اس جذبہ کی تسکین کی خاطر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے جڑے رہے۔ ان کی بعض فقہی کتب کے نام یہ ہیں:

طوالع الانوار علی الدر المختار، کتاب الحدود، مواہبات اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ۔ ۱۰۸

یہ رسالہ دو غیر محمود اعمال سے بحث کرتا ہے۔ پہلا حصہ مردہ شخص سے امداد طلبی کا ہے جس کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: یا سید عبد القادر/ یا مولوی خواجہ نقشبندی۔ دوسرے حصے میں یہ مسئلہ زیر بحث لایا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت پر ایک جشن کا انعقاد کرنا چاہیے۔ (رسالہ فی جواز الاستقاء والمیلاد، ورق ۲۳) ان اعمال کے لیے صاحب رسالہ نے دو حدیثوں سے اور سورہ آل عمران کی آیات ۱۶۹، ۱۷۰ سے استدلال کیا ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون، فرحین بما آتٰھم اللّٰہ من فضلہ... ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل

سے انھیں دیا ہے اس پر خوش وخرم ہیں''۔ صاحب کتاب نے اپنے موقف کی تائید میں عثمان بن حنیف سے مروی ایک حدیث پیش کی ہے جس کی رو سے ولی یا سعید روح سے اپنے لیے وسیلہ کی درخواست کرنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ علامہ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کے درجہ میں رکھا ہے۔ (رسالہ فی جواز استغاثہ والمیلاد، ورق ۲۶) وہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ مردہ کے قبر کی زیارت کے ذریعہ ان کی دعا لینا جائز ہے؛ البتہ مقبروں کو بوسہ دینا، ان کی جناب میں سجدہ کرنا یا ان مقامات پر نماز پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتے (رسالہ فی جواز استغاثہ، ورق ۳۵)۔ اپنے موقف کی تائید میں صاحب کتاب کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کی میلاد کو متبرک موقع سمجھا جاتا تھا اور اس کے اعزاز میں بعض قربانیاں پیش کی جاتی تھیں اور پکوان پکائے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے ایک جانور ذبح کیا تھا جب کہ حضرت ابوہریرہ نے یوم ولادت پر گوشت تقسیم کیا تھا، چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی اور عبدالوہاب کے ذریعہ اٹھائے گئے اعتراضات کی معقولیت فہم سے بالاتر ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں صاحب کتاب نے نئی ایجاد کی دو تقسیم کی ہے جسے بدعت حسنہ اور بدعت مذمومہ کا نام دیا ہے، انھوں نے اپنے موقف کی تائید یہ کہہ کر کی ہے کہ ان معاملات میں سخت موقف اختیار کرنا کسی بھی فریق کے لیے درست نہیں ہے۔

۴۹ - نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمٰن، مطبوعہ ۱۹۰۹ء

عبدالحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) نے اس رسالہ کو ۱۸۶۲ء میں مرتب کیا ہے جب کہ وہ سفر حج پر تھے۔ روضہ مبارک اور مکہ و مدینہ کے مقدس مقامات کی زیارت کے آداب اس رسالہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ صاحب رسالہ کا احساس ہے کہ اس طرح کے کتابچوں کی افادیت ان لوگوں کے لیے دو چند ہوجاتی ہے جو حج وزیارت کا ارادہ رکھتے ہیں؛ کیوں کہ لاعلمی کے سبب عملی دشواریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور ان مقامات کی زیارت کے وقت غلط

اعمال کا صدور ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ کون سے اعمال کرنا ہیں اور کن اعمال سے اجتناب برتنا ہے۔ جن مقامات کی تاریخی حیثیت پر اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی وہ مسجد بقیع، مسجد قبا، اور احد کے میدان ہیں۔

فصل ہفتم: معاشی مسائل

الف: میراث

۵۰- کتاب الفرائض

رضی الدین حسن الصغانی بن محمد (م ۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء) عہد وسطی کے ہندوستان میں معروف محدث اور لغت نویس گذرے ہیں۔ عہد سلطنت کے ابتدائی ایام میں شیخ رضی نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے اجداد کا تعلق صغانیان سے تھا جو ماوراء النہر کا ایک ضلع تھا۔ وہاں سے مہاجرت کر کے یہ حضرات ہندوستان آئے اور لاہور میں قیام پذیر ہوگئے، جہاں شیخ رضی الدین کی پیدائش ۱۱۸۱ء میں ہوئی، لاہور میں ہی آپ کا بچپن گذرا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور غزنہ، عراق اور مکہ جا کر اعلی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان کے اساتذہ میں حفص عمر مرغینانی اور برہان الدین ابو الفتح نے خاص طور پر آپ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں بہت دلچسپی لی۔ قطب الدین ایبک، بانی عہد سلطنت (عہد ۱۲۰۵-۱۲۲۵ء) کے ساتھ علامہ صغانی کا خصوصی لگاؤ تھا جس نے انھیں لاہور کے عہدۂ قضا کی پیش کش کی لیکن علامہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ علامہ صغانی جس وقت مصر میں تھے تو عباسی خلیفہ ابو العباس احمد بن مستضئی معروف بہ الناصر لدین اللہ (۱۱۷۹-۱۲۲۵ء) نے انھیں خصوصی عزت و توقیر سے نوازا۔ خلیفہ نے علامہ صغانی کو ۱۲۱۰ء میں اپنا ایلچی بنا کر التمش کے دربار میں بھیجا تھا۔ علامہ صغانی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عباسی

خلیفہ الناصر لدین اللہ کے جانشین خلیفہ مستنصر (۱۲۲۶-۱۲۴۲ء) نے بھی انھیں رضیہ سلطانہ کے دربار میں بھیجا تھا۔۱۱۰

زیر نظر رسالہ جیسا کہ عنوان سے واضح ہے میراث سے متعلق ہے؛ لیکن اس کا مخطوطہ کسی لائبریری میں دستیاب نہیں ہو سکا۔

۵۱- رسالہ فی المیراث، مخطوطہ ۱۱۱

اس رسالہ کے مصنف اور سن تصنیف کا سراغ نہیں لگ سکا؛ البتہ اس کی سن کتابت ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء ہے جسے مولوی محسن نے انجام دیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل اس کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ مقدمہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے فرائض کی یہ کتاب اپنے پوتوں کے لیے لکھی تھی جن کا نام مذکور نہیں ہے۔ اس رسالہ میں میراث کی تقسیم سے متعلق اہم مسائل کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ اس میں وارثین اور حصہ داروں کی مختلف اقسام اور ان کے حصوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان اسباب کا بھی اس میں ذکر ہے جن کی بدولت حصہ دار اپنے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے ان اسباب وموانع میں کفر، غلامی، مورث کا قتل وغیرہ آتے ہیں۔ ایک ٹیبل کے ذریعہ حصہ داروں کے نام اور ان کے حصے ظاہر کیے گئے ہیں۔

۵۲- شرح مختصر الفرائض، مخطوطہ ۱۱۲

اس رسالے کے شارح عبدالباسط قنوجی (م ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء) انیسویں صدی کے معروف اسکالر تھے۔ انھوں نے قرآن حفظ کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم کا حصول والد ماجد کی نگرانی میں کرایا، بعد میں تحصیل علم کی خاطر وہ مولوی عبدالولی فرنگی محلی (م ۱۱۷۷ھ/ ۱۷۶۳ء) کے دامن دولت علم سے وابستہ ہو گئے۔۱۱۳

اس رسالہ میں میراث اور اس کے احکام سے متعلق مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ یہ رسالہ بنیادی طور پر مختصر الفرائض مصنفہ حبیب اللہ قنوجی (م ۱۷۲۷ء) کی شرح ہے۔ اس مجموعہ

میں دیگر پانچ رسائل ہیں جنھیں حبیب الدین قنوجی نے کتابت کر کے ایک ساتھ ملفوف کر دیا ہے۔

۵۳- الرسالہ المیراثیہ، مخطوطہ ۱۱۴

سید دلدار علی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء) نے میراث پر یہ تحقیقی رسالہ ترتیب دیا ہے، یہ رسالہ شیعی فکر کے مطابق تیار کیا گیا ہے چنانچہ اس میں ماخذ بھی اسی مذہب کی کتابوں کو بنایا گیا ہے۔ اس رسالہ کی تصنیف کب عمل میں آئی واضح طور پر کہیں مذکور نہیں ہے لیکن مصنف کی تاریخ وفات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۱۹ء سے قبل اس کی تصنیف عمل میں آئی ہوگی۔ اس کتاب کو اودھ کے نواب سلطان صفدر علی خان بہادر کے نام معنون کیا گیا ہے۔

۵۴- الفوائد الصبغیہ فی شرح فرائض السراجیہ

فرائض سے متعلق یہ رسالہ غوث مدراسی (م ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) نے تیار کیا ہے۔ ان کا تعلق آرکاٹ (موجودہ مدراس) کے علاقہ محمد پور سے تھا۔ محمد غوث مدراسی جنوبی ہندوستان کے بڑے فقیہ تھے، آپ امام شافعی کی تقلید کرتے تھے، ان کے نامور اساتذہ کرام میں نظام الدین، امین الدین صدیقی اور عبدالعلی شامل ہیں۔ انھیں نواب مدراس کا قرب حاصل تھا۔ اس نے انھیں اپنے لڑکے کا استاد مقرر کیا تھا۔ نواب مدراس نے انھیں شرف الدولہ، شرف الملک اور غالب جنگ کے القابات سے نوازا تھا۔ وہ ایک اچھے مصنف تھے۔ ان کی فقہی تصانیف یہ ہیں:

۱- سواطع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلوٰۃ والاسحار
۲- کفایۃ المبتدی فی الفقہ الشافعی
۳- تعلیقات علی مختصر ابی شجاع
۴- مسائل فی الفقہ الشافعی

'فقہاء ہند' کی تصریح کے مطابق ان مذکورہ کتابوں کا تصنیفی انتساب غوث مدراسی سے ثابت ہوتا ہے؛ البتہ کسی لائبریری میں ان کے وجود کا سراغ نہیں لگ سکا۔[115]

۵۵- زبدۃ الفرائض، مخطوطہ[116]

میراث کے متعلق اس رسالہ کی تصنیف عماد الدین محمد عثمانی لبکنی (متوفی انیسویں صدی عیسوی) کے ذریعہ عمل میں آئی۔ وہ بریلی ضلع میں لبکن نامی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے وقت کے بڑے فقیہ، معروف فلسفی اور منطق کے استاد تھے۔ انھوں نے اپنے وقت کے دو نابغہ روزگار علماء محمد حسن (م ۱۷۸۳ء) اور عبد العلی بحر العلوم (م ۱۸۱۹ء) سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ان کی تین کتابیں بہت مشہور ہوئیں: عقدۃ الوثیقہ، شرح کاملہ اور رسالہ معقول الاسحار۔

مصنف کی سن وفات اور اس رسالہ کی سن تصنیف کا سراغ نہیں لگتا؛ البتہ ان کے اساتذہ کے تعین سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یقینی طور پر ۱۷۸۳ء اور ۱۸۱۹ء کے زمانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ رسالہ حمید الدین قنوجی کے ذریعہ کتابت شدہ پانچ مجموعوں میں سے ایک مجموعہ ہے۔

معاشی مسائل (فصل جاری):

ب: اراضی واملاک

۵۶- رسالہ در بیع الاراضی الخراجیہ، مخطوطہ[117]

شیخ جلال الدین محمود تھانیسری (م ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء) عہد اکبری کے نامور محقق، فقیہ اور صوفی گذرے ہیں۔ ان کی پیدائش ۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء میں ہوئی۔ ان کے اجداد کا تعلق بلخ سے تھا۔ شہنشاہ ہندوستان جلال الدین اکبر نے دوبار شیخ جلال الدین تھانیسری کی خود زیارت کی تھی۔ ان کا تعلق سلسلۂ چشتیہ کے صابری حلقے سے تھا اور شیخ قدوس گنگوہی چشتی (م ۹۴۵ھ/

۱۵۳۸ء) کے خلیفہ اور ارادت مند تھے۔ مکتوباتِ قدوسیہ میں شیخ قدوس نے بے شمار خطوط شیخ جلال الدین کے نام تحریر فرمائے تھے۔ شیخ جلال الدین اپنی فقہی بصیرت کی وجہ سے معتبر سمجھے جاتے تھے، جس کا اندازہ زیر بحث کتاب سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔[۱۸]

رسالہ دربیع الاراضی بنیادی طور پر ہندوستان کی زمینوں کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے سلسلہ میں تصنیف کی گئی ہے۔ ملکیت زمین کے مسئلہ کے حل ہونے پر بہت سارے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں، ان کا خیال اس کتاب میں یہ ہے کہ فتح کرنے کے بعد عرصہ دراز سے غیر مملوکہ، بنجر اور غیر متعلق رہنے کے سبب ہندوستان کی بے شمار زمینوں کے مالکانہ حقوق کی تشخیص بہت مشکل امر ہے؛ کیوں کہ فطری حوادث اور فاتحین کے خوف کی وجہ سے اصل مالکین زمین نے بار بار اپنی سکونت تبدیل کی ہے۔ (رسالہ دربیع الاراضی، ورق ۲/الف) چنانچہ ایسی صورت میں زمین کی شرعی حیثیت غیر مزروعہ یا غیر مملوکہ کی ہوگی اور بیت المال کو مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے (رسالہ دربیع الاراضی، ورق ۲ب)۔ اس طرح کی زمینوں کے متعلق جلال الدین تھانیسری کی رائے کی بنیاد دراصل اس فکر پر مبنی ہے کہ زمینوں کے فاتحین کے درمیان تقسیم ہونے کی صراحت وشہادت چونکہ موجود نہیں ہے یا ان مفتوحہ زمینوں کو فتح کے بعد اصل مالکین کے ہی پاس رکھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں ثبوتوں کی عدم دستیابی کے نتیجہ میں اگر یہ زمینیں بعض نئے لوگوں کی ملکیت میں پہنچ جاتی ہیں تو ان کے پاس ان کا باقی رہنا غیر قانونی ہوگا اور زمین کی شرعی حیثیت غیر مملوکہ کی ہوگی، چنانچہ اس کی ملکیت کا حق بیت المال کو تصور کیا جائے۔ (رسالہ دربیع الاراضی، ورق ۲ب)۔ اپنے موقف کی تائید میں صاحب کتاب ایک تاریخی حقیقت پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انجار (رنگھار) نامی نسل کے لوگ تھانیسر (موجودہ ہریانہ کا ایک قصبہ) میں غلبہ واقتدار رکھتے تھے چنانچہ انجاروں نے چوہانوں اور توماروں کو اپنے ساتھ ملا کر اس علاقے کے کمزور انجاروں (پنڈیار) اور برہمنوں کو ان کے گاؤں سے نکال باہر کیا اور ان کی زمینوں پر قابض ہو گئے چنانچہ بعد میں مالکانہ حق جتلانے والوں کے حقوق کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ

ان لوگوں نے زور زبردستی کا استعمال کر کے اصلی مالکوں کو بھگا دیا اور خود قابض ہو گئے تھے۔ (رسالہ در بیع الاراضی، ورق ٦ ب، ٨ الف و ب)۔

مصنف نے اس رسالہ میں جن مآخذ کا استعمال کیا ہے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

مختصر القدوری، احمد بن محمد القدوری (م ١٠٣٦ ء)، فتاوی قاضی خان فخر الدین حسن بن منصور قاضی خان (م ١١٩٦ ء)، الہدایہ، برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی (م ١١٩٧ ء)، کنز الدقائق، حفیظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (م ١٣١٠ ء)، فتاوی قراخانی ازقراخان (م چودہویں صدی عیسوی)، فتاوی تاتارخانی از عالم بن العلاء حنفی (م ١٣٩٧ ء) اور چند ہندوستانی علماء مثلاً الہ داد جونپوری (م ١٥١٧ ء)، طیب بدھہ اور محمد مفتی وغیرہ۔

مذکورہ علماء کی آراء کو نقل کرنے کے بعد خلاصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ماضی میں کسی بادشاہ نے کسی زمین کو اصل مالکین (موجودہ قابضین کے اجداد) کے حوالہ کر دیا تھا تو موجودہ بادشاہ امام شافعی کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے موجودہ قابض کے مالکانہ حقوق کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔ (رسالہ در بیع الاراضی، ورق ٧ ب، ٨ ب) اور اس صورت میں زمین کی شرعی حیثیت خراجی زمین کی ہوگی اور قابضین کی شرعی حیثیت محض کاشت کار کی ہوگی جو مسلمانوں کے مفاد کے لیے محنت کرنے والا ہے۔ دوسری طرف بادشاہ کو ان زمینوں پر مکمل اختیار و اقتدار حاصل ہوگا اور وہ مال گذاری یا زمین جسے چاہے دے سکتا ہے اور بخشش حاصل کرنے والے یہ حضرات مکمل مالکانہ حقوق کے مالک ہوں گے جن کو زمین کے چھینے جانے یا بے اختیار کر دیے جانے کا خوف نہیں ہوگا۔ (رسالہ در بیع الاراضی، ورق ٦ ب، ٨ الف)۔

شیخ جلال الدین تھانیسری کہتے ہیں کہ ان حالات میں ہندوستان کی بیشتر زمینیں جو مغل عہد میں فتح کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہیں وہ غیر مملوکہ کے زمرے میں آتی ہیں اور بیت المال کا وہ حصہ قرار پائیں گی۔ صاحب کتاب مزید کہتے ہیں کہ اگر سلطان وقت کسی قطعہ اراضی کو کسی

مستحق شخص کو بخشش کے طور پر دیتا ہے اور وہ بادشاہ کی اجازت سے جوتنے، بونے لگتا ہے تو خود بخود وہ شخص اس پر مالکانہ حق کا مستحق قرار پائے گا اور زمین عشری کہلائے گی۔

معاشی مسائل (فصل جاری):

ج: تجارتی معاملات

۵۷ - البیاض الجامع فی اقوال الفقہاء، مخطوطہ ۱۱۹

سندھ کے معروف عالم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی (م ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء) عہد مغلیہ کے نامور فقیہ گذرے ہیں۔ ان کی دیگر کتب کی مانند زیر بحث تصنیف بھی معرکۃ آراء ہے۔ خدابخش لائبریری میں موجود اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے کی ضخامت ۴۵۱/اوراق ہے جب کہ جلد دوم کی ضخامت ۲۹۱ ہے۔ پہلے حصے میں بہت تفصیل کے ساتھ علم کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جب کہ دوسرا حصہ بیع وشراء سے متعلق فقہاء کی آراء کا مبسوط احاطہ کیے ہوئے ہے۔ مصنف گرامی ہاشم عبدالغفور کی اہمیت کے پیش نظر اس مقام پر اس کا اندراج ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ آئندہ اس کا حق ادا کیا جا سکے۔

فصل ہشتم: حدود وتعزیرات

۵۸ - فتاوی اختیار فی الحدود والقصاص، مخطوطہ ۱۲۰

حذاقت علی خان حکیم سلامت علی بناری (کا زمانہ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی ہے) نے اس کتاب کی تصنیف کی ہے۔ معاصر تاریخی دستاویز مصنف کی سوانح کے بارے میں خاموش ہیں۔

برطانوی عہد کے تعزیری قوانین میں یہ کتاب ایک قابل ذکر اضافہ کی حیثیت رکھتی

ہے۔ انگریزی عہد میں عدالتی ضرورت کے پیش نظر اسلامی قانون کی تدوین پر بعض دیگر حضرات نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں؛ چنانچہ مسلم وغیر مسلم دونوں حضرات نے انگریزی، عربی اور فارسی میں بنیادی کتابیں تیار کی ہیں اور بعد میں بیشتر کے اردو ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔

زیر بحث کتاب میں علماء وفقہاء اور مفتیان کرام کے فیصلوں کو صاحب کتاب نے خوبصورت ترتیب کے ساتھ جمع کردیا ہے، کتاب کے بنیادی طور پر دو حصے ہیں اور ان حصوں کو متعدد فصلوں میں پرودیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ اصول فقہ اور جرائم کے اصول وضوابط سے بحث کرتا ہے۔ سب سے پہلے انھوں نے حدود، قصاص اور تعزیر کی اصطلاحی تعریف بیان کی ہے پھر مختلف جرائم اور ان کی سزاؤں کا بیان ہے۔ مختلف جرائم کے ثبوت کے لیے شرائط وآداب کے ساتھ شہادت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ضمن میں حدود، قصاص اور تعزیرات پر فروعی مسائل کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں جن کتابوں کو مآخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ان کی فہرست کافی طویل ہے، چند کے نام یہ ہیں:

الھدایہ، فتح القدیر، القدوری، فتاوی قاضی خان، الاشباہ والنظائر، الجامع الصغیر، بحر الرائق، الفتاوی الحمادیہ، الفتاوی التاتارخانیہ اور مجمع البحرین۔

یہ کتاب تعزیری مواد (Penal matter) پر دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں قصور وجرائم اور ان کی سزاؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ عربی کی اس تصنیف کا اردو ترجمہ مولوی عبدالسلام ندوی کے قلم سے دارالمصنفین اعظم گڑھ سے ۱۹۹۲ء میں اسلامی قانون فوجداری کے زیر عنوان شائع ہو چکا ہے۔

۵۹ - جامع البیان من کتب الثقات، مطبوعہ ۱۲۱؟

نوآبادیاتی دور میں سراج الدین علی خان (متوفی ابتدائی انیسویں صدی عیسوی) نے حدود وتعزیرات پر جامع الاحکام تالیف کر کے ایک ضرورت کی تکمیل کردی، حیرت ہے کہ اتنی اہم

کتاب کے مؤلف کی سوانح کا سراغ کیوں نہیں لگ پا رہا ہے۔ صرف اس قدر علم ہوسکا کہ فاضل مؤلف نے Henary Clark اور Herbert Horington کے ساتھ ۱۸۰۵ء کے زمانہ میں کلکتہ میں بحیثیت جج کے خدمت انجام دی تھی۔ مؤخر الذکر نے خاص طور پر سراج الدین سے درخواست کی کہ تعزیرات پر اسلامی قانون کی روشنی میں مجموعہ تیار کردیں۔ [۲۲]

یہ مجموعہ سات ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے اور حدود، قصاص اور تعزیر کی جملہ تفصیلات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ کتاب فقہ حنفی کے مطابق تیار کی گئی ہے اور مؤلف نے جدید انداز تحقیق کے مطابق تفصیلات پیش کی ہیں۔

مقدمہ میں فاضل محقق نے حدود و تعزیر کے درمیان فرق کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ جن سزاؤں کی کیفیت اور ان کی قسموں کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کی جاچکی ہے انھیں حدود کہا جاتا ہے جب کہ تعزیرات کی تشریح قاضی وقت کی صواب دید پر ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ محض شبہات کی بنیاد پر سزاؤں کے خلاف حدود کا نفاذ نہیں کیا جاتا البتہ تعزیری کارروائی شبہات کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔ تیسری طرف معصوم بچے حدود سے مستثنیٰ ہیں البتہ ان پر تعزیری کاروائی کی جائے گی۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ تعزیری کاروائی کا محل مسلم وغیر مسلم دونوں ہوسکتے ہیں جب کہ حدود کا نفاذ صرف مسلم پر ہوسکتا ہے۔

صاحب کتاب نے پہلے باب میں ان جملوں، الزامات اور بدزبانیوں کا احاطہ کیا ہے جن کی بدولت وہ شخص تعزیر کا سزاوار ہوتا ہے۔ دوسرے باب میں ان واقعات وحالات کا ذکر ہے جن پر صرف تعزیر ہی کا نفاذ ہوتا ہے۔ محقق موصوف نے بعض ایسے کوائف کا ذکر بھی کیا ہے جن کی پاداش میں حدود کا نفاذ بھی ہوسکتا ہے (جامع التعزیرات:۲۸) کتاب کے تیسرے باب میں ان قوی شبہات کا ذکر کیا گیا ہے جن کی بنیاد پر تعزیر کا نفاذ ناگزیر ہوجاتا ہے۔ چوتھے باب میں قصاص سے متعلق قضایا کو زیر بحث لایا گیا ہے اور قصاص کے نفاذ کے شرائط پر روشنی ڈالی گئی

ہے۔ اس ضمن میں قاضی ابو الوفاء النسفی، ابوبکر الاعمش اور ابوشجاع کی آراء سے استفادہ کیا گیا ہے۔ پانچواں باب جعلی شہادت اور اس کے مردود ہونے سے متعلق ہے۔ صاحب کتاب نے اس ضمن میں جعلی الزامات اور ان کی تفصیلات کے سلسلہ میں اظہار خیال کیا ہے۔ چھٹے باب میں تعزیر کی عملی صورتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً یہ کہ مختلف جرائم پر کوڑوں کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ تعداد کیا ہوگی۔ آخری باب میں مصنف نے سیاسی جرائم، قاضی کے ذریعہ ان کی توثیق اور حکومت و جمہور کے مفادات کے پیش نظر ان کے نفاذ پر روشنی ڈالی ہے۔

صاحب کتاب نے اس مجموعہ میں تعزیرات کے ضمن میں صرف اپنے عصر کے جرائم ہی کا احاطہ نہیں کیا ہے بلکہ مستقبل کو نظر میں رکھتے ہوئے بعض ممکنہ جرائم پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ انھوں نے حدود و قصاص اور تعزیرات کے ضمن میں اسلامی تاریخ سے نظیریں پیش کی ہیں۔ خاص طور پر عہد فاروقی کے قضائی و تعزیراتی مسائل سے استفادہ کیا ہے۔ صاحب کتاب نے اس ضمن میں فقہاء احناف کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کی بھی نشان دہی فرمائی ہے۔ اس کتاب میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

الہدایہ، النہایہ، الفتاوی السراجیہ، الفتاوی الظہیریہ، الاشباہ والنظائر، البحر الرائق، فتح القدیر، الکافی، المحیط للسرخسی، فتاوی قاضی خان اور نصاب الاحتساب۔

فصل نہم: عدالتی نظام

۶۰ - صنوان القضاء وعنوان الافتاء (مخطوطہ)، ۱۲۳۳ھ

عہد وسطی کے ہندوستان کا عدالتی نظام، اسلامی ممالک کے سلسلہ کی تابناک کڑی ہے۔ سزاؤں کے نفاذ سے قبل ان کی تشریح و تعبیر کا حق مفتی، قاضی نیز سلطان کو حاصل رہا ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کی تکمیل جہاں جزوی طور پر مختلف فتاویٰ کی کتب کے ذریعہ ہوئی ہے وہیں

بعض خاص کتابیں اسی فن پر ترتیب دی گئی ہیں ۔ زیرنظر کتاب ابوالحامد محمد بن محمد اسماعیل اشفورقانی (م ۶۴۶ھ/ ۱۲۴۸ء) کی تصنیف کردہ ہے۔ ہندوستان کے عدالتی نظام کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ صاحب کتاب کی زندگی سے متعلق مواد کسی کتاب میں اب تک فراہم نہیں ہوسکا سوائے اس کے کہ ان کا وطن مالوف خراسان تھا اور اس علاقے میں منگولوں کے حملوں سے عاجز آ کر ۶۱۶ھ/ ۱۲۱۹ء میں انھوں نے ہندوستان کی طرف مہاجرت اختیار کرلی۔ ۱۲۴؎

قضاء اور افتاء سے متعلق یہ کتاب پانچ ابواب، متعدد فصول اور انواع پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں انصاف کے نظام اور قاضی کے اوصاف وشرائط پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے فرائض، قضا کے آداب اور انصاف کے قیام کے اصول وضوابط معرض تحریر میں لائے گئے ہیں۔ تیسرے باب میں مدعی کے حقوق، شہادت کے مسائل اور فیصلہ دینے کے اصول وآداب واضح کیے گئے ہیں۔ چوتھے باب میں قاضی کی زندگی کے لیے اوصاف حمیدہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کتاب میں فیصلہ دینے کے لیے کن امور کی ضرورت پیش آتی ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں کویت سے طبع ہوچکی ہے۔ مذکورہ کتاب میں جن مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

المبسوط، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الکبیر، ذخیرۃ الفتاوی اور شرح ادب القضاء۔

۶۱ – نصاب الاحتساب، مخطوطہ ۱۲۵؎

مولانا ضیاء الدین سنامی (م ۱۳۰۹ء) نے اس کتاب میں اپنا نام ونسب عمر بن محمد بن عوض حنفی السنامی لکھا ہے۔ یہ علاقہ آج پٹیالہ (پنجاب) کے پاس ہے۔ سنام اور اس کے محل وقوع سے عدم واقفیت کی بنیاد پر معاصر مؤرخ ابن بطوطہ کو بھی غلط فہمی ہوگئی اور اس نے ضیاء الدین

سمنانی لکھ دیا ہے، [۲۶]

نصاب الاحتساب کی داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا تعلق وسطی ایشیا یا کسی عرب ملک سے نہیں ہوسکتا، وہ ہندوؤں کا ذکر اپنے ہم وطنوں کی حیثیت سے کرتے ہیں۔[۲۷]

نصاب الاحتساب ایک معروف ومتداول متن رہا ہے۔ اسے ہند وپاک کے علاوہ عرب، مغربی ووسطی ایشیاء اور خلافت عثمانیہ کے علاقوں مثلاً ترکی، قبرص میں قبول عام حاصل تھا، اس کا اندازہ ان کاتبوں کی صفات نسبتی یا شہروں سے ہوتا ہے جنھوں نے اس کے نسخے تیار کیے تھے۔ اس کا ترجمہ فارسی میں دستور الاحتساب کے عنوان سے خواجہ احمد محمود نے جب کہ دوسرا فارسی ترجمہ المسائل الانوریہ کے نام سے خیر اللہ ہندی نے اورنگ زیب کے عہد میں کیا۔ اس کا اردو ترجمہ محمد فضل حق بن مولانا سعد اللہ نے کیا ہے۔[۲۸] خدا بخش لائبریری کے کیٹلاگر نے اس کے لیتھوگرافک طباعت کی خبر دی ہے (دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش پٹنہ، ج ۳۳، ص: ۱۲، مخطوطہ نمبر ۱۳)۔

نصاب الاحتساب کے مؤلف جیسا کہ گذر چکا، عہد سلطنت کے معروف فقیہ اور قاضی تھے، پوری زندگی حق کی آواز کو بلند کرنے اور سماج سے رسوم وبدعات کے خاتمہ کے لیے سرگرم رہے۔ وہ فروعی مسائل میں بھی شریعت کے احکام کی سختی سے پابندی کرنے کے قائل تھے۔ وہ معروفات کے فروغ اور منکرات کے ازالے میں لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔[۲۹] وہ محمد بن تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) کے معاصر تھے۔ سلطان نے ضیاء الدین سنامی کو پہلے دہلی پھر ورنگل کا قاضی مقرر کیا تھا، جہاں ان کی وفات ہوئی۔[۳۰]

مولانا سنامی نے نصاب الاحتساب کو ۶۴ ابواب میں منقسم کیا ہے۔ اس کی بعض جھلکیاں ملاحظہ ہو:

احتساب اور حسبہ کی تشریح، ہجڑے کا احتساب، تعزیر کا بیان، فقراء کا احتساب، ظالم کا

احتساب، بچوں کا احتساب، کھانا پینا، دوا دارو کا احتساب، کھیل کود کا احتساب، قاضیوں اور ان کے معاونین کا احتساب، قبرستانوں کے تصرف کرنے والوں کا احتساب، خطیبوں کا احتساب، ہمسایوں کے درمیان جنم لینے والی خصومت کا احتساب، گھر میں تصویر رکھنے والے کے بیان میں احتساب، اہل ذمہ کا احتساب، تعویذ رکھنے اور لکھوانے والے کے بیان میں احتساب، جادوگروں، زندیقوں اور منتر پڑھنے والوں کا احتساب، اس شخص کا احتساب جو سونا چاندی استعمال کرتا ہے، کھیت، کھلیان اور باغات کے مالکوں کا احتساب، لوگوں کے احترام میں غلو کرنے والے کا احتساب، آلات موسیقی اور شراب کے برتنوں کا احتساب، فال نکالنا، پیش گوئی کرنا، ستاروں کی حرکت سے قسمت کا حال بتانے والوں کا احتساب، شادی بیاہ کے متعلق رسوم کا احتساب، واعظ اور وعظ سننے والوں کا احتساب، شارع عام پر آداب کے بیان میں احتساب، باورچیوں کا احتساب، وغیرہ۔

پوری کتاب آداب زندگی کا خوبصورت مرقع معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصہ میں احتساب کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حدود وتعزیر کے عنوانات کے تحت مختلف جرائم اوران کی سزاؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسائل کے ذکر میں قرآنی آیات اور حدیث کے علاوہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے واقعات سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مصنف گرامی کے زمانہ محتسبی برائے دہلی وورنگل کا حاصل ہے۔ آپ کی کوششوں سے خاص طور پر بازار اور دیگر پبلک مقامات پر ہونے والے کرپشن کوکنٹرول کرایا گیا تھا۔ عہد وسطی کے عدالتی نظام کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔

اس کتاب میں جن کتب کو بطور ماخذ استعمال کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

الہدایہ، جامع الصغیر، قدوری، فتاوی خانیہ، فتاوی ظہیریہ، فتاوی نسفی، الذخیرہ۔

حواشی وتعلیقات

۱- داؤد ابن یوسف الخطیب البغدادی، الفتاویٰ الغیاثیہ، المطبع الامیریہ، بولاق (مصر)، ۱۹۰۴ء: ۴

- ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ ۱۸٦۲ء: ص ص ۳۴٦-۳۴۷، نیز دیکھیے: خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۸۱ء: ۱۵۵

۳- حبیب گنج کلکشن، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عربیہ مطبوعہ نمبر ۲، ۱۳۲/۱۷

۴- اسمٰعیل پاشا، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، استنبول، ۱۹۴۷ء، ۲/۱۵۷

۵- الفتاویٰ التاتارخانیہ، (ترتیب وتہذیب: قاضی سجاد حسین)، دائرہ معارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۴ء، ۱/۴۰

٦- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۲۷، ۴۹، ۷۱، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱٦، ۱۴۱

۷- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۲۷، ۲۸

۸- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۵۸-۵۹، ٦۵-٦٦، ۷۱-۷۲

۹- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۵۷

۱۰- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۲۸

۱۱- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۵۷

۱۲- الفتاویٰ الغیاثیہ: ۳۸

۱۳- الفتاویٰ التاتارخانیہ (تبویب وتہذیب: قاضی سجاد حسین)، دائرہ معارف العثمانیہ، پانچ جلدیں، ۱۹۸۴-۱۹۹۸ء

۱۴- فقہائے ہند، حوالہ سابق، ۱/۲۳٦؛ ظفر الاسلام اصلاحی، عہد فیروز شاہی کی فقہی خدمات، سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ، ۱۹۹۴ء، ۳۱/۴، ص: ٦۳

۱۵- حاجی خلیفہ چلپی، کشف الظنون، القاہرہ، ۱۳۱۰ھ، ۲/۲۱۱

۱٦- الفتاویٰ التاتارخانیہ ۱/۸۰، ۸٦، ۴۵۷، ۴۵۹، ۱۱/۵۸، ۸۲، ۱۷۳، ۳/۱۷۱، ۱۷۳، ۳۲۳، ۴/۲۵۸

۱۷- محمد ظفیر الدین، تعارف مخطوطات، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۰ء، ۱/۱۹۱، نمبر (۸۴)

۶۸/۳۰۴

۱۸- نزہۃ الخواطر، ۳/۱۶-۱۷، مفید المفتی، ۹۸-۹۹

۱۹- نزہۃ الخواطر، ۳/۶۷، مفید المفتی، ۹۹، نیز دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ ۱۹/۵، نمبر ۱۴۹۴

۲۰- مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۳/۴۰-۴۱، نمبر ۱۷۴۹، انڈیا آفس، لندن، ۲/۳، نمبر ۱۷۰۴

۲۱- مولانا آزاد لائبریری، اے ایم یو، حبیب گنج کلکشن، فقہ عربیہ نمبر ۱۷/۱۰۱

۲۲- نزہۃ الخواطر، ۳/۵۳، نیز دیکھیے: مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش، پٹنہ، ۳۳/۲۰، نمبر ۱۷۲۳

۲۳- اخبار الاخیار: ۶۳

۲۴- مطبوعہ بیروت، ۱۹۸۰ء، (چھ جلدیں)

۲۵- ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۴۶ء: ص ۴۴۵-۴۴۶

۲۶- محمد ساقی مستعد خان، مآثر عالمگیری، (اردو ترجمہ: فدا علی طالب)، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۱۹۶۶ء: ۳۷۴، نیز دیکھیے: مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۰ء: ۳۶۶

۲۷- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انفاس العارفین، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۳۴ھ: ۴۴

۲۸- محمد کاظم، عالمگیر نامہ، کلکتہ ۱۹۶۸ء: ص ۱۰۸۶-۱۰۸۷، خافی خان، منتخب اللباب، کلکتہ، ۱۹۷۰ء: ص ۲۵۰-۲۵۱ ساقی مستعد خان، مآثر عالمگیری، کلکتہ ۱۸۷۱ء: ص ۲۲۹-۲۳۰، بحوالہ ظفر الاسلام اصلاحی، فتاوی لٹریچر آف دی سلطنت پیریڈ، کنشکا پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرس، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء: ۲۴، N.B.A. Belly نے فتاوی کے بعض اجزاء کا ترجمہ کیا ہے جسے ۱۸۵۰ء میں لاہور سے شائع کیا گیا، اس کا عنوان ہے: A Digest of Muhametan Haneefea and Islamia Law in India۔

۲۹- جن حضرات نے کمیٹی کے علماء کے اسماء گرامی کی تعداد سے بحث کی ہے ملاحظہ کریں: مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، حوالہ سابق: ۱۷، ابو العرفان ندوی، اسلامی

علوم وفنون ہندوستان میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۶۹ء: ۳۶، ۱۶۳، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور پاکستان، ۱۹۷۵ء، ج ۱۵: ۱۴۸، مجیب اللہ ندوی، فتاوی عالمگیری کے مؤلفین، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۸۸ء

۳۰- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/ ۴۷، نیز دیکھیے: ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۴۷ء: ۳۴۳، امیر علی نے دس جلدوں میں اس کا اردو ترجمہ کیا جسے ۱۸۹۹ء میں نولکشور لکھنؤ پریس سے شائع کیا گیا۔ اس موضوع پر مبسوط مقالہ کے لیے رجوع کریں: شمیم اختر قاسمی، فتاوی عالمگیری: تعارف ومطالعہ، پیش کردہ انٹرنیشنل سیمینار جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، منعقدہ: یکم تا ۳/اگست ۲۰۰۹ء۔

۳۱- مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۲۰، نمبر ۱۷۸۵، مصنف کی سوانح کے لیے رجوع کریں: حدائق الحنفیہ: ۴۲۱ اور تذکرہ علمائے ہند: ۲۲۹

۳۲- مطبوعہ کیٹلاگ، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۶۷، نمبر ۱۸۰۰

۳۳- نزہۃ الخواطر، ۶/ ۴، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، بحولہ بالا: ۹۱

۳۴- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن، فقہ عربیہ نمبر ۱/ ۲۹۷ء ۳۱

۳۵- نزہۃ الخواطر، ۶/ ۱۴۴

۳۶- مخطوطہ مختصر الفتاوی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حوالہ سابق، اوراق ۲۸۵، ۲۸۹، ۲۹۰

۳۷- مخطوطہ مختصر الفتاوی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ورق ۲۵۶، ۲۵۳

۳۸- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، عربیہ نمبر ۳۴ /۳۲۶، کل اوراق: ۱۲۹

۳۹- نزہۃ الخواطر، ۶/ ۵۱

۴۰- تعارف مخطوطات، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، بحولہ بالا، ۱/ ۱۸۲، نمبر ۵۱/ ۲۷۸ اور ۵۲/ ۲۸۸

۴۱- عہد سلطنت ومغلیہ میں فقہی شروح وحواشی جو عربی زبان میں ہندوستان کی سرزمین پر تیار ہوئیں، کے مبسوط مطالعہ کے لیے راقم سطور کا مقالہ دیکھیں بعنوان Arabic Fiqh Literature and Manuscripts in Sauth Asia A Kaleidoscopic Perspective of Commentaries, Annotations and Abridgements, Hamdard Islamicus, Pakislan, xxix/2,

۴۲- نزھۃ الخواطر، ۲/ ۱٦۱

۴۳- تذکرہ علماء ہند، ص: ۲۲۸، مآثر الکرام، ۱/ ۱۸۴-۱۸۵، نزھۃ الخواطر، ۲/ ۱٦۱، ابجد العلوم: ۸۹۲

۴۴- اخبار الاخیار، ۳۴۴، سبحۃ المرجان، ۱/ ۹۱

۴۵- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، عربیہ فقہ نمبر ۱٦٦/ ۴۰۸

۴٦- حاشیہ الہدایہ، بحوالہ بالا، اوراق: ۱۳٦، ۱۴۴

۴۷- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ سلیمان کلکشن، نمبر ۳۲/ ٦۰

۴۸- تذکرہ علماء ہند، ۲۴۹، حدائق الحنفیہ: ۳۷۷، مآثر الکرام، ۱/ ۱۹۸، ابجد العلوم: ۸۹٦، نزھۃ الخواطر، ۴/ ۳۴۳

۴۹- خانقاہ مجیبیہ لائبریری، پھلواری شریف، پٹنہ میں ایک بوسیدہ نسخہ موجود ہے۔

۵۰- محشی کی سوانح کے لیے دیکھیے: حکیم سید شاہ محمد عماد شعیب، آثار ات پھلواری شریف، دار الاشاعت، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بدون تاریخ: ۵٦

۵۱- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر ۱۱۸/ ۷، کتب خانہ دار العلوم دیوبند، مخطوطہ نمبر ۳۴۳ جو کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ ہے، اس میں مترجم نے اہل اللہ کی سن وفات ۱۱۹۳ھ درج کی ہے جب کہ صاحب نزھۃ الخواطر نے ۱۱۸۷ھ درج کیا ہے اور شاہ عبدالعزیز کی سند پیش کی ہے۔ دیکھیے: نزھۃ الخواطر، ٦/ ۴۵

۵۲- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، فقہ عربیہ نمبر ۱۰۳/ ۳۹۵

۵۳- تذکرہ علماء ہند، ۱۱۲، حدائق الحنفیہ، ۴۸۴، نزھۃ الخواطر، ۷/ ۲۵۳

۵۴- مطبوعہ کیٹلاگ خدابخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹/ ۵، نمبر ۱۴۹۴

۵۵- نزھۃ الخواطر، ۵/ ۲۲۸-۲۲۹

۵٦- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن، نمبر ۲/ ۲۹۷، ۳۲

۵۷- نزھۃ الخواطر، ۵/ ۴۵۳

۵۸- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر ۲۵/ ۱۹

۵۹- ان مسائل کی تفصیلات کے لئے دیکھیے: مسلم الثبوت، مطبع انصاری، دہلی، ۱۳۱٦ھ/ ۱۸۹۹ء، ص

ص: ۱۹۱، ۱۵۷، ۲۷۳، ۲۳۰، ۲۱۲-۲۱۳

۶۰- مسلم الثبوت پر مبسوط مقالہ ملاحظہ کریں: ڈاکٹر ساجدہ حسین بٹ، برصغیر میں اصول فقہ کی ترویج و اشاعت میں قاضی محب اللہ بہاری کی علمی کاوشوں کا جائزہ، پیش کردہ سہ روزہ عالمی سیمینار بعنوان جنوبی ایشیا میں قانونی فکر اور ادارے، مؤرخہ یکم اگست تا ۳/ اگست ۲۰۰۹ء، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۶۱- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر ۲۵/ ۱۹، اور عبدالحئی نمبر ۱۹/ ۵۹۸

۶۲- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن، نمبر ۱۵/ ۲۹۷، ۳۲

۶۳- مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹/ ۸۰، نمبر ۱۵۸۳

۶۴- تذکرہ علماء ہند: ۵۲، نزہۃ الخواطر: ۶/ ۷۶-۷۷

۶۵- مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۴/ ۱۳، نمبر ۳۱۰۴

۶۶- ایم رضا انصاری فرنگی محلی، بانی درس گاہ نظامی، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۳ء، شبلی نعمانی، ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ: بانی درس گاہ نظامیہ، مقالات شبلی مرتبہ سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء، ۳/ ۹۱، ۱۰۱، مزید رجوع کریں: حدائق الحنفیہ: ۴۴۵، سبحۃ المرجان: ۲۴۳، مآثر الکرام: ۲۲۰-۲۲۴، ابجد العلوم: ۹۱۱، نزہۃ الخواطر: ۶/ ۳۸۳

۶۷- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، قطب الدین کلکشن، نمبر ۱۰/ ۱۸

۶۸- تذکرہ علماء ہند: ۶۰، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۱۶۸، ۱۷۱، رود کوثر: ص ۲۳۲-۲۳۳

۶۹- اساس الاصول، قطب الدین کلکشن، ورق ۱۹۲

۷۰- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحئی کلکشن، فقہ عربیہ نمبر ۲/ ۴۵۷

۷۱- صدیقی پریس، بدون تاریخ، حبیب گنج کلکشن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۲۷/ ۱۹ کے تحت ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہے۔

۷۲- تذکرہ علماء ہند: ۱۷۹، ابجد العلوم: ۹۱۶، عبداللہ بھٹ، شاہ اسمٰعیل شہید، لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ص: ۳۲۲-۳۲۸، ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، لکھنؤ، ۱۹۴۱ء، ص: ۳۲۲

۷۳- مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ضمیمہ یونیورسٹی کلکشن نمبر ۳

۷۴۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سلیمان کلکشن، فقہ عربیہ نمبر ۳/ ۷۳

۷۵۔ انڈیا آفس، لندن، ۲/ ۳۳۴ نمبر (۱۸۷۵)

۷۶۔ عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ: ۱۹۰، عربی ادبیات: ۹۳

۷۷۔ دیکھیں سوانحی تفصیل کے لیے: اخبار الاخیار: ۳۱۰، ۳۱۸، حدائق الحنفیہ: ۴۰۹ - ۴۱۲، سبحۃ المرجان: ۵۲، فقہاء ہند: ۴/ ۲۱۷-۲۷۶، خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۳ء، رود کوثر: ۳۴۷-۳۵۳

۷۸۔ ترتیب وتصحیح وتحقیق: عبدالفتاح ابو غدہ، دار النفائس، بیروت، ۱۹۷۷ء

۷۹۔ سوانحی تفصیل کے لیے دیکھیں: تذکرہ، ۲۵۰، مفید المفتی: ۱۳۴، حدائق الحنفیہ: ۴۴۷، ابجد العلوم: ۹۱۲، نزہۃ الخواطر، ۷/ ۳۹۸ اور M.D. Muztar, Shah Waliullah, a Saint Scholar of Muslim India, National Commission on Historical and Cultural Research, Islamabad, 1979, Sayyid Athar Abbas Rizvi, Shah Waliullah and His Times. Marifat Publishing House, Australia, 1980.

۸۰۔ احمد صدیقی (مترجم بعنوان سلک المروارید) مجتبائی پریس، دہلی، ۱۸۹۲ء

۸۱۔ مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ کلکشن، نمبر (۱۲/ ۲۹۷ء۳)

۸۲۔ تذکرہ علماء ہند: ۳۱، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۹۹

۸۳۔ سوانح وکتاب کے لیے دیکھیں: عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ۹۸، سبحۃ المرجان: ۹۷، رود کوثر: ۵۱۱، تذکرہ علماء ہند: ۱۴۷، نزہۃ الخواطر: ۳/ ۷۸، ۸۰

۸۴۔ عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی، مخدوم علی مہائمی، بمبئی، ۱۹۷۶ء: ۱۲۰

۸۵۔ سوانح کے لیے رجوع کریں: نزہۃ الخواطر: ۴/ ۹۹، تذکرہ علماء ہند: ۶۲، مصنف کی تاریخ وفات کے بارے میں سوانح نگاروں کے درمیان اختلاف ہے، نزہۃ الخواطر نے ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ تحریر کیا ہے جب کہ صاحب تذکرہ علماء ہند نے ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ درج کی ہے۔

۸۶۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن نمبر (۲۰۹/ ۱۷) مثال نمبر (۵/ ۲۳)

۸۷۔ نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۸۵-۲۸۶

۸۸۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، عربیہ فقہ نمبر (۳۸۶/۹۴)

۸۹۔ سوانح کے لیے رجوع کریں: تذکرہ علماء ہند: ۱۸۶، مآثر الکرام: ۱/۱۶۴، نزھۃ الخواطر: ۲/۳۰۲، سبحۃ المرجان: ۲۴۴

۹۰۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر (۱۷/۲۰۱)

۹۱۔ تذکرہ علماء ہند: ۲۵۳-۲۵۴، نزھۃ الخواطر: ۶/۳۶۳، عربی ادبیات: ۹۶

۹۲۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ سلیمان، فقہ عربیہ نمبر (۶۱/۳۳)

۹۳۔ یوسفی پریس، لکھنؤ، ۱۹۱۰ء

۹۴۔ سوانح کے لیے رجوع کریں: تذکرہ علماء ہند: ۱۲۲، حدائق الحنفیہ: ۴۶۷، ابجد العلوم: ۹۲۷، مقالات شبلی (ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں)، تدوین: سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء، ۳/۱۱۶-۱۲۵

۹۵۔ انڈیا آفس لائبریری، لندن نمبر (۳۶)

۹۶۔ نزھۃ الخواطر: ۷/۱۴۲

۹۷۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، عربیہ مذہب (۲) نمبر (۱۱۷، ۱۱۸)

۹۸۔ نزھۃ الخواطر: ۷/۴۱۶

۹۹۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، یونیورسٹی کلکشن، عربیہ مذہب (۲) نمبر (۱۱۸)

۱۰۰۔ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، عربیہ فقہ نمبر (۳۲۰/۱۲۸)

۱۰۱۔ تذکرہ علماء ہند: ۱۶۰-۱۶۱

۱۰۲۔ سوانح کے لیے رجوع کریں: اخبار الاخیار: ۹۱-۹۲، تذکرہ علماء ہند: ۱۶۰، نزھۃ الخواطر: ۴/۱۰۰-۱۰۳، اختر راہی، تذکرۃ المصنفین والمؤلفین (اردو مترجم: اسلام الحق اسعدی) سہارنپور، ۱۴۰۰ھ: ۱۹۱

۱۰۳۔ مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۶۹/۳۳ نمبر (۱۸۰۲)، اس کا ایک نسخہ سندھیالوجی ڈپارٹمنٹ، جامشورو، حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ فاکہۃ البستان کے دیگر نسخے: سندھی ادبی بورڈ جامشورو، پاکستان لائبریری پیر صاحب پاگارو، پاکستان میں موجود ہیں۔

۱۰۴ سومرو، ڈاکٹر محمد ادریس کا مقالہ بعنوان: مخدوم محمد ہاشم کی مطبوعہ تصانیف، اردو ترجمہ: مفتی کلیم اللہ سندھی، سہ ماہی منیر الاسلام کراچی، جلد نمبر ۲، شمارہ ۲-۴ (اپریل ۲۰۰۴ تا دسمبر ۲۰۰۴ء) ص ۲۸۔ مزید دیکھیں: عبدالعزیز سنبڑیو کا مقالہ بعنوان: مخدوم محمد ہاشم سندھی کی فقہی خدمات، پیش کردہ انٹرنیشنل سیمینار بعنوان جنوبی ایشیاء میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے، یکم تا ۳/ اگست ۲۰۰۹ء، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد: ص ۹۱-۱۲۲

۱۰۵ نزھۃ الخواطر، ۲/ ۸۴۲

۱۰۶ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن نمبر، (۱۰۳/ ۳۹۵)

۱۰۷ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، عبدالحی کلکشن، فقہ عربیہ نمبر (۲۵/ ۲۰۲)

۱۰۸ نزھۃ الخواطر، ۷/ ۴۵۷-۴۵۹

۱۰۹ مطبع علوی پریس، ۱۸۶۶، مطبوعہ نسخہ رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے، مطبوعہ فہرست رضا لائبریری، رامپور، ۲/ ۳۱۷، نمبر (۶۳۰/ ۸۸۸۸)

۱۱۰ سوانح کے لیے دیکھیں: حدائق الحنفیہ: ۴۵۴، مآثر الکرام: ۱/ ۱۸۰، مفید المفتی: ۱۱۹، نزھۃ الخواطر: ۱/ ۱۰۵، فقہاء ہند: ۱/ ۱۳۳

۱۱۱ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، قطب الدین کلکشن، نمبر (ب-۱۶/ ۲۳)

۱۱۲ مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۱۶۷، نمبر (۱۹۶۰)

۱۱۳ تذکرہ علماء ہند: ۱۰۷

۱۱۴ مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۱۶۴، نمبر (۱۹۵۷)

۱۱۵ فقہاء ہند: ۳/ ۲۳۴

۱۱۶ مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۱۶۷، نمبر (۱۹۶۰)

۱۱۷ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذخیرہ شیفتہ، عربیہ فقہ نمبر (۲۴/ ۲۶)، اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے رجوع کریں: Zafarul Islam, Socio Economic Dimension of Figh literature in Medieval India, Lahore, 1990, pp.85-92

۱۱۸ سوانحی تفصیل کے لیے رجوع کریں: اخبار الاخیار: ۲۸۵، تذکرہ علماء ہند: ۴۰، نزھۃ الخواطر:

۴ / ۶۳-۶۴ ۔ محمد معین، علماء ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ برہان، دہلی، ۱۹۶۳ء، ۱/ ۳۲۶-۳۳۲

۱۹ے مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۳۳/ ۷۰-۷۱، نمبر (۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵)

۲۰ے مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ضمیمہ سبحان اللہ کلکشن، نمبر (۷/ ۲۹۷، ۳۱)

۲۱ے عین الاعیان پریس، کلکتہ، ۱۸۲۰، اس کا ایک مطبوعہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج فقہ مطبوعہ میں نمبر (۴/ ۱۸) پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۲ے عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۹۶

۲۳ے تعارف مخطوطات کتب خانہ دار العلوم دیوبند، بحوالہ بالا، ۱/ ۱۸۸، نمبر (۴۷) ۶۳/ ۲۹۹)

۲۴ے مطبوعہ کیٹلاگ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹/ ۱۶۵-۱۶۶، نمبر (۱۶۸۴)

۲۵ے مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، سبحان اللہ کلکشن، نمبر ۵۴/ ۲۹۷، ۳

۲۶ے ابن بطوطہ، الرحلہ ابن بطوطہ، جن لوگوں نے الرحلہ پر اعتبار کیا ہے انھوں نے بھی السنامی کے بجائے السمنائی لکھ دیا ہے۔ دیکھیے: نزہۃ الخواطر: ۱/ ۶۵، محمد اسحٰق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱/ ۳۳۲-۳۳۵

۲۷ے نصاب الاحتساب، باب الاحتساب فی الاکل والشرب والتداوی

۲۸ے نصاب الاحتساب پر مبسوط معلومات کے لیے دیکھیے سفیر اختر کا مقالہ بعنوان: برعظیم پاکستان و ہند کے عہد سلطنت میں نظام احتساب، پیش کردہ عالمی سیمینار اسلام آباد، بحوالہ بالا، ص ص ۳۲۱-۳۴۴

۲۹ے تذکرہ علماء ہند: ۹۷

۳۰ے الرحلہ ابن بطوطہ، ۸۶-۸۷، اخبار الاخیار: ۹۰، نزہۃ الخواطر، ۲/ ۶۳

☆☆☆

باب چہارم

الفتاوی التاتارخانیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

عہد وسطیٰ کے فقہی سرمایے میں زیر مطالعہ مجموعہ فتاویٰ اپنی جامعیت، تفصیلی مباحث اور اعلیٰ ادبی طرز تحریر کے باعث ہر زمانے میں مقبول رہا ہے۔ یہ جامع فقہی تالیف سلطان فیروزشاہ کے زمانہ حکمرانی (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء) میں تیار کی گئی۔ اس علمی وفکری دور میں علماء وفضلاء کی باکمال جمعیت نے دیگر اسلامی شعبوں کے علاوہ فقہ اسلامی میں گراں قدر اضافے کیے جن میں فوائد فیروزشاہی، طرفۃ الفقہاء اور تحفۃ النصائح سلطان فیروزشاہ کی فقہاء سے عقیدت کو ظاہر کرتی ہیں۔ فتاوی تاتارخانی اس دور کے ایک باثر، ہنرمند اور صاحب سیف وقلم رئیس خان اعظم تاتارخان (م۸۰۸ھ/ ۱۳۹۷ء) کی سرپرستی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔[1] اس کے مؤلف اس عہد کے ماہر عربی ادبیات اور باکمال فقیہ مولانا عالم بن علا اندرپتی (م۷۸۶ھ/ ۱۳۸۴ء) تھے۔ اس کی تکمیل ۷۷۷ھ/ ۱۳۷۵ء میں ہوئی۔[2]

عہد سلطنت کے اس بے نظیر فقہی مجموعہ کو برصغیر کے اردوخواں طبقہ میں متعارف کرانے والوں میں مولانا ریاست علی ندوی اور مولانا محمد اسحاق بھٹی ہیں جنھوں نے ۱۹۴۷ء اور ۱۹۷۳ء میں اپنی تحقیقات کے ذریعہ اس کی تفصیلات سے دنیا کو واقف کرایا۔[3] دوسری طرف عربی اور انگریزی دنیا میں اسے متعارف کرانے والے محمد عبدالحئی حسنی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی ہیں۔[4] اس مجموعہ کو دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد نے وزارت تعلیم حکومت ہند کے مالی تعاون سے ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۹ء کے درمیان پانچ جلدوں میں شائع کرکے ایک قدیم فقہی سرمایہ کی دستیابی کو عوام وخواص کے لیے آسان بنادیا ہے، زیر بحث مطالعہ انہی مطبوعہ نسخوں پر مبنی ہے۔

اس کے مخطوطات ملک و بیرون ملک کی متعدد لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم، استاذ شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے حوالے سے مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے تصریح فرمائی ہے کہ کتب خانہ پیر محمد شاہ (م ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء) غالباً دنیا کا واحد کتب خانہ ہے جس میں اول تا آخر یہ پورا سیٹ پایا جاتا ہے ورنہ باقی پانچ کتب خانوں میں یہ کتاب ناقص اور نامکمل صورت میں ملتی ہے۔[۵] دیگر کتب خانوں کی تفصیل یہ ہے:

۲- حیدرآباد، آصفیہ لائبریری، مطبوعہ فہرست کتب خانہ آصفیہ، ۲/ ۱۰۵۳-۱۰۵۴ کے مطابق یہاں کا مخطوطہ پہلی تا نویں تک مسلسل نو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳- مصر، المکتبہ الخدیویۃ اس مکتبہ میں الفتاوی التاتارخانیہ کی چند جلدیں موجود ہیں، چوتھی جلد نور محمد نوری کے ہاتھ کی مکتوبہ ہے جس پر ۸۶۲ھ کندہ ہے۔ فہرست مخطوطات کتب خانہ خدیویہ مصر کی اطلاع سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی یہ تالیف نویں صدی ہجری میں عالم اسلام میں پہنچ چکی تھی۔

۴- رامپور، کتب خانہ رضا لائبریری، فہرست کتب عربی مخطوطات، کتب خانہ رامپور صفحہ ۲۲۲ کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لائبریری میں اس کتاب کی دو جلدیں موجود ہیں جن کے نمبر بالترتیب ۳۶۰ اور ۳۶۱ ہیں اور اوراق بالترتیب ۸۵۶ اور ۹۸۲ ہیں۔ پہلی جلد کتاب الطہارت سے کتاب الوقف تک جب کہ دوسری جلد کتاب الکفالہ سے کتاب الوصایا تک ہے۔

۵- کتب خانہ بانکی پور (پٹنہ) میں اس کی تین جلدیں موجود ہیں۔ پہلی جلد کا نمبر ۱۵۱۷ ہے۔ فہرست مخطوطات، بانکی پور جلد ۱۹ صفحہ ۱۵ و ۱۶ کی تصریح ہے کہ پہلی جلد کے کل اوراق ۵۷۴ ہیں جو کتاب الرضاع پر ختم ہوتی ہے، بقیہ جلدوں پر ۹۶۳ھ اور ۱۱۵۲ھ کی تاریخیں کندہ ہیں، جن کے موضوعات کتاب الصرف، کتاب الطلاق، کتاب الحدود، کتاب

الملقیط، کتاب المفقود، کتاب الشرک، کتاب الوقف اور کتاب الحج ہیں۔

مزید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نسخے بعض اور مکتبات میں بھی موجود ہیں، مثلاً ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس کا نمبر ۴۰۵ ہے۔ اسی طرح ذخیرہ مفتی عبدالشکور، راجستھان، سالار جنگ میوزیم حیدرآباد اور برٹش میوزیم لندن کے علاوہ آندھرا اسٹیٹ آرکائیوز حیدرآباد میں بھی اس کے وجود کی شہادت ملتی ہے۔

فتاوی تاتارخانی کے مقدمہ میں صراحت کی گئی ہے کہ مؤلف نے اسے تیس جلدوں میں مدون کیا تھا البتہ اس کے مطبوعہ اور مخطوطہ جلدوں کے ذریعہ ان تیس جلدوں کا سراغ نہیں لگتا ہے حالاں کہ ان کے مکمل ہونے کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ فاضل محقق پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی نے لکھا ہے کہ ان مختلف مخطوطات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قدیم نسخہ خدیویہ مصر کا ہے۔ دوسری بات یہ کہ دائرۃ المعارف کی مطبوعہ پانچ جلدیں مفتی عبدالشکور (ٹونک، راجستھان) کے نسخہ پر مبنی ہیں، تیسری بات یہ کہ مقدمہ فتاوی تاتارخانی میں اس کے تیس جلدوں میں ہونے کی صراحت ہے جب کہ دستیاب مطبوعات میں اس کے نو جلدوں میں ہونے کا ذکر ہے، چنانچہ اس بات کے امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اصلاً اس کی تالیف تیس اجزاء میں ہوئی ہو لیکن بعد کے کاتبین نے اس کی کاپیاں تیار کرتے وقت (اس کے مشتملات کو کم کیے بغیر) اس کے حجم میں تخفیف کر دی ہو۔[٦]

مطبوعہ پانچ جلدوں کے مشتملات اس طرح ہیں:

جلد اول: مقدمہ، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ

جلد دوم: کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج اور کتاب النکاح۔

جلد سوم: کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق

جلد چہارم: کتاب الطلاق، کتاب المنفقات، کتاب العتاق، کتاب الایمان۔

جلد پنجم: کتاب الایمان، کتاب السیر، کتاب الحدود، کتاب المرتدین، کتاب اللقیط، کتاب الاباق، کتاب المفقود، کتاب الشرک، کتاب الوقف۔

فتاویٰ تاتارخانی کے انتساب اور نام کے سلسلہ میں بھی محققین کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ عالم بن علا کے تاتارخان کے ساتھ خصوصی مراسم تھے چنانچہ سلطان فیروز شاہ کی خواہش کے علی الرغم اس نے اس کا انتساب اپنے وقت کے رئیس تاتارخان کے نام کردیا۔ ۷؎ حالاں کہ عہد سلطنت میں بادشاہ کی خواہش کی تکمیل نہ کرنا خطرناک انجام کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عالم بن علاء عالم باعمل تھے، علم کے انتساب میں بادشاہ کے مقابلہ میں ایک علم دوست کے نام معنون کرنا ان کی ایمانی فراست اور سلامت روی کی دلیل بھی ہے دوسری بات یہ کہ حاجی خلیفہ اور عبدالحئی حسنی اور اسحاق بھٹی نے یہ جو بات لکھی ہے کہ اس کا نام زادالسفر یا زادالمسافر تھا۸؎ اور پھر قیاس کرلیا گیا کہ بعد میں اس کا نام فتاویٰ تاتارخانی رکھ دیا گیا ہے، محل نظر ہے کیوں کہ بقول پروفیسر ظفر الاسلام مقدمہ میں مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام فتاویٰ تاتارخانی رکھا گیا چنانچہ اس واضح اندرونی شہادت کی موجودگی میں مذکورہ قیاس معقول نہیں لگتا۔۹؎ ایک مسئلہ اس کے انفرادی یا اجتماعی کوششوں کے ذریعہ اس کی تالیف کا ہے۔ اس کے حجم کو دیکھتے ہوئے بلا مبالغہ اس رائے کو تقویت ملتی ہے کہ علماء کے ایک بورڈ نے اس کی تالیف کی ہوگی جس کے سرخیل عالم بن علا رہے ہوں گے، بعد کے دور میں فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی روایت کی بازگشت ملتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی راست سرپرستی میں مولانا نظام برہان پوری نے منتظم اعلیٰ کی حیثیت میں اس کی تالیف مکمل کی تھی۔ چنانچہ عالمگیری کی تدوین میں جن علماء نے شرکت کی اس کا سراغ لگانے کی بعض علماء نے کوششیں کی ہیں ۱۰؎ جب کہ فتاویٰ تاتارخانی کی تدوین میں علماء کی جس کمیٹی نے حصہ داری نبھائی ابھی تک محققین ان کے اسماء گرامی کی تصریح کرنے سے قاصر ہیں۔

فتاویٰ تاتارخانی کے مباحث کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ کے عمومی مسائل کو بہت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان مسائل کی تائید وتوثیق کے لیے حنفی فقہاء کے ساتھ دیگر مسالک کے فقہاء کی آراء بھی نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کی تدوین کے وقت دہلی کے مکتبات اور علماء کے پاس فقہ کے جو مسودات تھے ان کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور انھیں حوالہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ [۱۱] مؤلف گرامی نے جہاں کہیں قانونی مباحث یا فنی احکام کے تعلق سے قدماء کی آراء سے بحث کی ہے وہاں احناف کی معتبر کتب کا حوالہ ضرور پیش کیا ہے۔ فتاویٰ تاتارخانی کو فتوی کے مروجہ اسلوب وطرز پر مرتب نہیں کیا گیا ہے چنانچہ اس میں استفتاء کا وہ انداز نہیں ملتا جو آج کل رائج ہے البتہ مختلف مقامات پر پہلے سوالات قائم کیے گئے ہیں اس کے بعد ان کے جوابات تحریر کر دیے گئے ہیں۔ [۱۲]

اس مجموعہ میں جن مآخذ کو بطور حوالہ نقل کیا گیا وہ عموماً چوتھی تا ساتویں صدی ہجری / گیارہوں تا تیرہویں صدی عیسوی کے فقہاء کرام ہیں جن میں چند کی کتابیں ان کے مصنفین کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہیں: خزانۃ الفقہ از ابو اللیث سمرقندی (م ۳۹۳ھ/ ۱۰۰۲ء)، الفتاوی الصغری والکبری از عمر بن عبد العزیز معروف بہ صدر الشہید (م ۵۳۶ھ/ ۱۱۴۱ء)، الفتاوی النسفیہ از نجم الدین النسفی (م ۵۳۷ھ/ ۱۱۴۲ء)، الخلاصہ از طاہر بن احمد البخاری (م ۵۴۲ھ/ ۱۱۴۷ء)، الملتقط اور الجامع الفتاوی از نصیر الدین سمرقندی (م ۵۵۶ھ/ ۱۱۶۰ء)، الفتاوی العتابیہ از ابونصر عتابی (م ۵۵۶ھ/ ۱۱۶۰ء)، الفتاوی السراجیہ از علی بن عثمان اوشی (م ۵۶۹ھ/ ۱۱۷۳ء)، فتاوی قاضی خان از فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی (م ۵۹۲ھ/ ۱۱۹۵ء)، الفتاوی الظہیریہ از ظہیر الدین بخاری (م ۶۱۹ھ/ ۱۲۲۲ء)، المحیط البرہانی از برہان الدین بن تاج الدین (م ۶۱۶ھ/ ۱۲۱۹ء) اور الفتاوی الغیاثیہ از داؤد بن یوسف الخطیب، مؤخر الذکر حوالہ ایک ہندوستانی مجموعہ کا نام ہے بقیہ تمام مآخذ بلاد اسلامیہ کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

فتاویٰ تا تارخانی اپنی جامعیت کی وجہ سے معروف ومعتبر رہی ہے اس میں اسلامی احکام کی تفصیلی وضاحت ہے، مسائل میں فقہاء کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے اوران کی کتب کے نام بھی درج کر دیے گئے ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ تا تارخانی کو بطور حوالہ صرف ہندوستانی فقہاء ہی پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ عرب دنیا کے مصنفین نے بھی اس سے استشہاد کیا ہے مثلاً البحر الرائق [۱۳]، الاشباہ والنظائر [۱۴] از ابن نجیم مصری (م۹۶۹ھ/ ۱۵۶۱ء) اور الدرالمختار [۱۵] از محمد علاء الدین الحصکفی (م۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء) ہندوستانی تصنیفات میں سب سے زیادہ جن کتابوں نے فتاویٰ تا تارخانی کو بطور سند پیش کیا ہے ان میں فتاوی حمادیہ از مفتی رکن الدین ناگوری، فتاوی نقشبندیہ از خواجہ معین الدین کاشمیری (م ۱۶۷۴ء) اورفتاویٰ عالمگیری از شیخ نظام برہانپوری شامل ہیں۔

فتاویٰ تا تارخانی کی شہرت اورمقبولیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک مصری اسکالر ابراہیم بن محمد الحلبی (م۱۵۴۹ء) نے سولہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں اس کی ایک شرح عربی زبان میں تیار کی تھی۔ اس شرح کا نام ملتقی الابحر ہے، اس شرح کے ذریعہ فتاویٰ تا تارخانی کو عرب دنیا میں شہرت حاصل ہوگئی اور بڑے پیمانے پر اس سے استفادہ ممکن ہوسکا۔[۱۶] لیکن عرب دنیا میں اس سے استفادہ اس شرح سے بہت پہلے شروع ہوچکا تھا جیسا کہ المکتبہ الخدیویہ، مصر کے ایک مخطوطہ سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے جو ۸۶۲ھ/ ۱۴۵۴ء کا مکتوبہ ہے۔[۱۷]

الفتاوی التاتارخانیہ کے مباحث پر تفصیلی نظر:

پہلی جلد میں فقہی مسائل کی بحث سے قبل ایک وقیع مقدمہ ہے، جس میں علم کی اہمیت، علم فقہ کی لغوی و اصطلاحی تشریح، اجتہاد کا مفہوم و دائرۂ عمل، تدوین فقہ، اختلافات فقہاء، فقہی اصول وآداب، فقہی کتب کی درجہ بندی اور حنفی فقہاء کے مختلف طبقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس جلد میں فتوی واستفتاء پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ یہ بات خاص طور پر ایک مفتی

کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے کہ ماخذ شریعت کی معلومات کے ساتھ جن لوگوں کے درمیان وہ فتوی دینے کا کام کر رہا ہو ان لوگوں کی اخلاقیات اور آپسی معاملات کے ساتھ مستفتی کے مسلک کے بارے میں بھی اسے جانکاری ہونا چاہیے۔ اس طرح فتوی دینے میں اسے آسانی حاصل ہوگی۔[18]

اس مجموعہ کی پہلی جلد میں مفتی کے لیے بعض شرائط وآداب کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ اسے قدیم فقہاء احناف کی آراء کے مطابق فتوی دینا چاہیے، دوم یہ کہ اسے امام اعظم کی آراء کو ترجیح دینا چاہیے، اس کے بعد فقہاء احناف کو ان کے مراتب کے مطابق بطور سند پیش کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ مفتی کے لیے لازم ہے کہ سلطان، امیر یا کسی رئیس کو ان کے مناصب یا سماج میں اہمیت کے پیش نظر کسی کو ترجیح نہ دے۔ چہارم یہ کہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ استفتاء کو پوری توجہ اور یکسوئی سے پڑھے اور اگر کوئی اشکال ہو تو مستفتی سے اسے رفع کر لے۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اگر کم عمری ہی میں کوئی شخص ایک مفتی کی جملہ شرائط پر پورا اترتا ہے تو اسے فتوی دینے کا استحقاق ہوگا جیسا کہ ابراہیم نخعی (م ۹۵ھ/ ۷۱۳ء) نے اس وقت سے فتوی دینا شروع کر دیا تھا جب کہ وہ سولہ سال کے نوعمر جوان تھے۔[19]

فتاوی تاتارخانی کے مشتملات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بعض اہم، دلچسپ نیز عصری مسائل سے خوشہ چینی کی گئی ہے، مثلاً عبادت پر بحث کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ سفر کے دوران جانور اور کشتی پر نماز کی صورت کیا ہوگی چنانچہ الصلوٰۃ علی الدابہ والسفینہ کے تحت اس موضوع کے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔[20] یہ بات متعین طور پر کہی گئی ہے کہ فرض نمازوں کا آغاز زمین پر کیا جائے گا اور جانوروں کو روک کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو واضح کیا گیا کہ جانوروں کی پشت پر ہوتے ہوئے بھی انھیں شروع کیا جا سکتا ہے۔[21] اسی طرح جانور کی پشت پر ہوتے ہوئے نماز کی ابتدا قبلہ رخ ہو کر کی جائے گی اگر ایسا

کرنا ممکن ہو، بصورت دیگر جانور جس رخ پر جا رہا ہو وہیں نماز کی ابتدا کر دی جائے گی۔ جانور کی پشت پر ہوتے ہوئے رکوع اور سجدہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ جھک کر دونوں ارکان کی ادائیگی کی جائے اور سجدہ میں کسی چیز کا سہارا نہ لیا جائے۔ کشتی میں نماز کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کی یہ رائے نقل کی گئی ہے کہ اگر کشتی چل رہی ہو تو نماز بیٹھ کر ادا کی جائے گی بصورت دیگر نماز کو کھڑے ہو کر ادا کرنا لازم ہوگا اور مصلی کو کسی صورت میں محض ہاتھ اور سر کے اشاروں سے نماز مکمل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے لیے لازم ہوگا کہ پوری نماز میں جس قدر ممکن ہو قبلہ رخ ہونا رہے۔ ۲۲؎ دو کشتیوں پر نماز کے سلسلہ میں ایک دلچسپ مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ ایک کشتی کا امام دوسری کشتی کے مقتدیوں کی امامت نہیں کر سکتا کیوں کہ دونوں کشتیوں کے درمیان حائل خلا امامت اور اقتداء میں حارج ہے، یہ خلا تو کئی دیگر کشتیوں کے ذریعہ پر کیا جا سکتا ہے۔ ۲۳؎ اس ضمن میں کشتی پر اقامت اور مسافرت کا مسئلہ بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ اگر کوئی مسافر کشتی پر پندرہ دنوں سے زائد قیام کر لے تب بھی وہ مقیم نہیں کہلا سکتا کیوں کہ کشتی جائے قیام نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز کے سلسلہ میں ایک مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ اگر سفر درپیش ہو تو جمعہ کے دن سفر کیا جائے یا نہیں؟ فقہاء احناف کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ جمعہ کی نماز کے فوت ہونے کا اگر خدشہ نہ ہو تو جمعہ کے دن سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دیگر فقہاء کی آراء سے اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی گئی ہے، امام مالک کے نزدیک جمعہ کے دن دوپہر کو سفر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی جب کہ امام شافعی جمعہ کے دن صبح ہی سے سفر کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ ۲۴؎ اس مسئلہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس فتاوی میں اختلافی امور پر مختلف مسالک کی آراء سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح کا ایک مسئلہ نابالغ کی تراویح میں امامت کا ہے، اس فتاوی میں علماء خراسان و عراق کی آراء کا ذکر ان کے مسالک کی نشان دہی کیے بغیر ملتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کہی گئی ہے کہ

علماء خراسان کے نزدیک بچے کی امامت جائز ہے جب کہ علماء عراق اسے ناجائز مانتے ہیں، اس مجموعہ کے مؤلف عالم بن علاء نے علماء خراسان کی تائید کی ہے چنانچہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صاحب کتاب محض تفصیلات و اختلافات ہی ذکر نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے کا اظہار بھی جابجا کرتے جاتے ہیں اور تائید میں حوالے بھی پیش کرتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ میں فتاوی قاضی خان کی رائے کو نقل کیا ہے۔۲۵

نکاح، طلاق اور نفقہ کے مسائل ہر مسلم سماج کے عمومی مسائل ہیں، فتاویٰ تاتارخانی میں ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس ضمن میں فقہاء کرام کی مختلف رایوں کا بھی حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ نکاح کی بحث کے آغاز میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی جنسی خواہش پر قابو نہیں پا سکتے ان کے لیے نکاح واجب ہے جب کہ وہ لوگ جن کو اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول ہے ان کے لیے نکاح واجب نہیں ہے۔۲۶ ضمناً اس حدیث نبوی کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں نکاح کو سنت قرار دیا گیا ہے۔۲۷ اس مجموعہ میں نکاح وطلاق اور ان سے متعلقہ معاملات میں فارسی کے جملوں کے استعمال کے بارے میں بھی بحث ملتی ہے۔ ان مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کا نقطۂ نظر اس مسئلے میں بہت نرم ہے اور یہ حضرات فارسی کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں۔۲۸ عہد سلطنت کے ایک دوسرے قدیم مجموعہ الفتاوی الغیاثیہ میں قرأت، نکاح اور طلاق میں فارسی کے استعمال اور اس کے جواز پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔۲۹

گواہی کے لیے شرائط پر فقہی کتب میں تفصیلی بحث ملتی ہے۔ اس مجموعہ میں بھی فقہاء کی آراء کا احاطہ کیا گیا ہے۔ علماء احناف ان شرائط کو نکاح کے لیے لازمی مانتے ہیں۔ مالکی فقہاء کا خیال ہے کہ نکاح میں اعلانِ عام گواہی کے مقابلہ میں زیادہ معقول اور لازمی ہے۔۳۰ اس ضمن میں ایک دلچسپ مسئلہ یہ زیر بحث آیا ہے کہ کیا نکاح کے وقت ادا کیے جانے والے جملوں کا گواہ کے لیے سمجھنا ضروری ہے، جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر نکاح کے وقت گواہ کا تعلق ہندوستانی، یا

ترکی سے ہو جہاں کا باشندہ ان جملوں کے فہم و ادراک سے عاری ہو اور انھیں بیان کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اسے ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ کیا نکاح کی قانونی بحالی خط کے ذریعہ ممکن ہے؟ مصنف گرامی کا خیال ہے کہ یہ صورت جائز ہے کیوں کہ بھیجنے والے کی طرف سے خط (یعنی الرسالہ) اس کے قول کا قائم مقام ہوتا ہے، صاحب کتاب اپنی بات کی تائید میں حضور اکرم ﷺ کے اس خطی پیغام کو پیش کرتے ہیں جو انھوں نے ام حبیبہؓ کو نکاح کے واسطے بھیجا تھا، البتہ وہ ایک شرط لگاتے ہیں اور وہ یہ کہ نکاح اس صورت میں منعقد ہوگا جب کہ خط کے متن کو گواہ کے سامنے پڑھ کر سنایا جا سکے۔ ۴۲ نکاح سے جڑا ہوا ایک مسئلہ کفاءت کا ہے، جو فقہی کتب میں اختلافی رہا ہے، اس مجموعہ میں کفاءت کے ذیل میں جن چیزوں کا اعتبار کیا گیا ہے ان میں اسلام تقویٰ، دیانت (شرافت اور مذہب کے تئیں اخلاص)، نسب، مال، آزادی، پیشہ اور عقل کو شامل کیا گیا ہے۔ ۴۳

فتاویٰ تاتارخانی کے مطابق عقل ان چیزوں میں شمار ہوگی جن کا کفاءت میں اعتبار ہے؛ حالاں کہ دوسری فقہی تالیفات میں عقل کو ان چیزوں میں شامل نہیں کیا گیا۔ کفاءت کے سلسلہ میں ہندوستان کے پس منظر میں بعض مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ ایک نومسلم دوسرے نومسلم کا کفو ہوگا خواہ اس کا خاندانی پس منظر اور اس کی برادری قبول اسلام سے قبل کچھ بھی رہی ہو۔ ۴۴ کفاءت سے جڑا ہوا ایک مسئلہ دولت و مادی وسائل کا ہے جس کا اعتبار شوہر کے ضمن میں کیا جاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ احناف کے نزدیک اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ شوہر مہر کی ادائیگی پر قادر ہو، بیوی کے سکنی (رہائش)، طعام اور پوشاک دینے کے لائق ہو، پوشاک کو اس زمانہ میں دست پیائی کہا جاتا تھا۔ ۴۵

فتاویٰ تاتارخانی میں ذمیوں سے متعلق متعدد مسائل پر بحث ملتی ہے، اس میں ان مسائل پر بھی اظہار خیال موجود ہے جن کا تعلق خاندان کے ایک یا دو فرد کے اسلام قبول کرنے

سے وابستہ ہے۔عائلی قوانین سے متعلق اس مجموعہ میں ایک سے زائد نوعیت کے مسائل زیر بحث آئے ہیں، مثلاً اگر ایک ذمی کسی ذمی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو جسے کسی غیر مسلم (کافر) نے طلاق دی ہو تو ایسی صورت میں عدت گذارنا اس عورت کے لیے لازمی شرط نہیں قرار پائے گی اور نہ قاضی ان دونوں کو ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے کا مجاز ہوگا۔۶؎ اس فتویٰ کے مجموعہ میں ایک مسئلہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر غیر مسلم عورت قاضی کے دربار میں اپنے شوہر کی زیادتیوں کی شکایت کرتی ہے تو اس کے مفادات کی حفاظت کرنا قاضی کے لیے لازم ہے۔۷؎ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک غیر مسلم دو بہنوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا ہے (جو ان کے مذہب کے مطابق غیر قانونی نہیں ہے) اس کے بعد ایک بہن کو طلاق دے دیتا ہے اور ایک دوسری عورت کے ساتھ اسلام قبول کر لیتا ہے ایسی صورت میں اس کا نکاح جائز اور باقی رہے گا۸؎۔ذمیوں کے درمیان مذاہب کا اگر اختلاف ہو تو ایسی صورت میں ان کے نکاح جائز قرار دیے جائیں گے۔فتاویٰ تاتارخانی میں کہا گیا ہے کہ اگر ایک غیر مسلم کے پاس پانچ بیویاں ہوں اور وہ شخص اسلام قبول کرتا ہے یا اس کی بیویاں اس کے ساتھ اسلام قبول کر لیتی ہیں تو ایسی صورت میں اگر ان کے نکاح ایک ہی مجلس میں منعقد ہوئے تھے تو سب کالعدم قرار پائیں گے لیکن اگر اس شخص کا نکاح ان پانچوں عورتوں سے مختلف اوقات میں مختلف مجالس میں منعقد ہوا تھا تو ایسی صورت میں وہ شخص پہلی چار عورتوں کو اپنی منکوحہ کی حیثیت سے باقی رکھے گا جب کہ آخری پانچویں کو علیحدہ کر دے گا، یہی امام اعظم کا مسلک بھی ہے، جب کہ امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں شوہر کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے کسی چار کو بیوی کی حیثیت میں باقی رکھ لے اور ایک کو رخصت کر دے۔۹؎

عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں تبدیلی مذہب کے واقعات کثرت سے ظہور پذیر ہو رہے تھے جن کے باعث میاں بیوی کے مابین بعض پیچیدہ حالات رونما ہو گئے تھے۔ایسے حالات میں

ضرورت تھی کہ شریعت کا قانونی موقف واضح کیا جائے، چنانچہ فتاویٰ تاتارخانی نے اس ضمن میں رہنمائی فراہم کی۔ ایک مسئلہ یہ زیر بحث لایا گیا کہ شریعت کا موقف کیا ہوگا اگر شوہر اسلام قبول کرلیتا ہے اور اس کی بیوی اپنے قدیم مذہب (غیر اسلام) پر باقی رہتی ہے یا بیوی اسلام قبول کرتی ہے جب کہ شوہر اپنے سابق مذہب پر قائم رہتا ہے۔ فتاویٰ تاتارخانی نے جواب دیا ہے کہ غیر مسلم میاں یا بیوی کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، دونوں میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرکے اپنے جوڑے کے مذہب اسلام پر آجاتا ہے تو ان دونوں کا نکاح باقی رہے گا ورنہ اسلام کو رد کرنے کے نتیجہ میں دونوں کا مذہب الگ الگ ہوجائے گا اور ایسی صورت میں جدائی لازم آئے گی۔ ۴۰؎ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوجاتا ہے اور اس کی بیوی کتابیہ (یہودی یا عیسائی) ہی رہتی ہے ایسی صورت میں تفریق نہیں کی جائے گی، وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت میں زندگی گذارتے رہیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ کے مطابق ایک مسلمان ایک کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے۔ ۴۱؎

مسلم معاشرے میں ایک طلاق اور تین طلاقوں (یعنی ایک مجلس میں تین طلاق دینے) کا مسئلہ بھی پیچیدہ رہا۔ مولانا عالم بن علا اندرپتی نے اس مسئلہ میں تین طلاق کو حنفی نقطۂ نظر کے مطابق قانونی جواز فراہم کیا ہے۔ چنانچہ لفظ طلاق یا کوئی ہم معنی لفظ کے استعمال سے طلاق واقع ہوجائے گی مثلاً اگر کوئی فارسی زبان میں "طلاق میکنم" (یعنی میں نے طلاق دی) کہتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس طرح اگر کوئی بیوی اپنے شوہر سے کہے کہ تم مجھے تین طلاق دے دو اور شوہر کہتا ہے کہ تم مطلقہ ہو تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ ۴۲؎ تفویض طلاق (عورت کو طلاق کا حق دینا) کا مسئلہ بھی اس ضمن میں زیر بحث آیا ہے۔ طلاق کی اس قسم میں اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق کا مختار بناتا ہے جب کہ وہ اپنی متعینہ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ناکام ہوجاتا ہے، تو طلاق واقع ہوجائے گی، اس کی صورت اس مجموعہ میں ایک مثال کے ذریعہ بیان کی گئی ہے مثلاً شوہر

کہے کہ "امرک بیدک" یعنی تمہارا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس جملے کے استعمال کرتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی۔ اسی قسم کے دوسرے مماثل الفاظ کے استعمال کے ذریعہ بھی طلاق واقع ہوجائے گی مثلاً "اخترتِ یا اِن شئتِ" (یعنی تم مختار ہو یا تم اگر چاہو تو تمھیں طلاق ہے)۔ ۴۳؎ نان نفقہ کے سلسلہ میں فتاویٰ تاتارخانی میں یہ بات مذکور ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو محسوس کرے اور اپنی منکوحہ کو سکنی، طعام اور پوشاک فراہم کرے۔ پوشاک کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ موسم گرما و سرما کے اعتبار سے اپنی بیوی کو کپڑے فراہم کرے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ شوہر کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بیوی کے ملازم کے نان ونفقہ کا انتظام کرے۔ چنانچہ فتاویٰ تاتارخانی میں مذکور ہے کہ اگر بیوی اونچے خاندان (اشراف) سے تعلق رکھتی ہو جس کی خدمت کے لیے نوکر چاکر ہوتے ہوں تو شادی کے بعد کم از کم دونوکروں کا نان و نفقہ اسے فراہم کرنا اس کے شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔ اس مسئلہ میں بھی نوکروں کی رہائش ولباس کے سلسلہ میں موسم کا خیال کرنا ضروری ہوگا۔ ۴۴؎ اگر بیوی صاحب املاک و جائداد ہو اور وہ اپنے شوہر سے کہے کہ اس کے مہر میں سے اس کے نوکروں پر خرچ کرے تو اس کی یہ درخواست پوری نہیں کی جائے گی۔ ۴۵؎ اگر اختلاف کی صورت میں شوہر کے ذمہ ماضی کے ایام کا نان ونفقہ کا مطالبہ کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ بیوی کا مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا جب کہ امام شافعی کا خیال ہے کہ اسے ماضی کا نان ونفقہ جو شوہر پر واجب ہے، دیا جائے گا۔ ۴۶؎ اگر شوہر نان ونفقہ کی ادائیگی میں تساہلی کا مظاہرہ کررہا ہو تو بیوی کو اختیار ہوگا کہ اپنا قضیہ قاضی کی عدالت میں لے جائے؛ چنانچہ قاضی شوہر کو پابند کرے گا کہ ماہانہ یا روزانہ یا کسی دوسرے معروف طریقے سے اس کی ادائیگی کا انتظام کرے، البتہ نان ونفقہ کی تعیین میں شوہر کی معاشی حالت کا خیال کرنا ضروری ہوگا۔ اگر شوہر اپنی بیوی کا نان ونفقہ ادا کرنے میں پریشانی محسوس کرے یا انتظام نہ کرپا رہا ہو تو قاضی بیوی کو حکم دے گا کہ وہ کسی ذریعہ سے قرض لے کر اپنے مسائل کو حل کرے اور

جونہی شوہر کی معاشی حالت سدھر جاتی ہے تو رقم شوہر سے لے کر اس شخص کو واپس کرنا لازمی ہوگا۔ ۷؎ لیکن اگر بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی کا وہ اہل ہی نہیں ہے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرا دے گا، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ بیوی نے اپنا قضیہ قاضی کی عدالت میں پیش کیا ہو اور قاضی نے شوہر کی معاشی ابتری کا ٹھیک سے جائزہ لے لیا ہو، اس طرح کی تفریق اس وقت بھی کر دی جائے گی جب شوہر لاپتہ ہو جائے اور اس کا سراغ نہ مل رہا ہو۔ ۸؎ تکثیری معاشرہ میں آپسی تعلقات سے جڑا ہوا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ذمی اگر اپنے گھر میں مسجد بنالے تو مسلمان اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں اور ذمی کو اس کے مالکانہ حقوق سے دست بردار نہیں کیا جاسکتا۔ ۹؎ سیاسی امور سے جڑا ہوا ایک مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ سلطان وقت کو اسلامی شریعت کے نفاذ پر قادر ہونا چاہیے اور اپنی حدود مملکت میں مسلم، ذمی اور مستامن سب کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔ ۵۰؎ مضارعت سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ بیان ہوا کہ اگر بنجر زمین کو قابل کاشت بنانا کسان کی قوت سے باہر ہو تو محاصل اس سے نہیں لیا جائے گا، اور اگر جان بوجھ کر اس نے کاشت نہیں کی اور پیداوار حاصل نہیں کی تو محصول کی ادائیگی سے وہ بری قرار نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ آسمانی آفات سے وہ زمین محفوظ رہی ہو اور آب پاشی کی سہولت سے وہ کسان محروم نہ رہا ہو۔ ۵۱؎

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ فتاویٰ تاتارخانیہ کی تمام جلدوں میں ”متفرقات“ کے عنوان سے کچھ دیگر معاملات ومسائل کا باضابطہ ذکر ہوتا ہے جن کا تعلق متعلقہ باب سے ہوتا ہے، اس مجموعہ کے متفرقات کا الگ سے مطالعہ کیا جائے تو سیکڑوں عصری مسائل روشنی میں آسکتے ہیں۔ اس فتاوی کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں باریک سے باریک مسائل اور آئندہ ظہور پذیر ہونے والے واقعات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے مثلاً نکاح وطلاق کے مسئلہ پر بحث تقریباً تین سو صفحات سے زائد پر محیط ہے جس میں مستقبل کے امکانی واقعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مختلف مکاتب کے نمائندہ یا بانیان کی آراء کا استیعاب اس مجموعہ کی

وقعت کو بڑھا دیتا ہے، اگر چہ یہ مجموعہ فقہ حنفی کے مطابق تالیف کیا گیا ہے لیکن دیگر مسالک کے جلو میں بطور خاص شافعی مسلک کو جا بہ جا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس خصوصیت کا ذکر بھی بے جا نہیں کہ فقہاء احناف کی آراء کا ذکر کرتے ہوئے ''قول مختار'' اور ''علیہ الفتوی'' کے الفاظ کے ذریعہ راجح قول کی رہنمائی بھی کر دی گئی ہے۔ اس مجموعہ میں فقہاء کرام کے تمام اقوال کو ان کے ناموں اور بالعموم ان کی کتابوں کی صراحت کے ساتھ نقل کرنے کا اہتمام ہے؛ چنانچہ یہ پہلو اس کتاب کی افادیت کو بڑھا دیتا ہے۔ ان خصائص کے باوصف ایک نقص یہ پایا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث سے استدلال واحتجاج کا ظہور اس پورے مجموعہ میں برائے نام ہو پایا ہے۔ قدماء کی آراء پر اکتفا کر لیا گیا ہے اور اجتہاد سے استفادے کی مثالیں کم پائی جاتی ہیں۔ اس مجموعہ میں عربی زبان کے درمیان فارسی جملوں اور طویل اقتباسات سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ مولانا عالم بن علا اندرپتی کو فارسی زبان کی اہمیت وقدر دانی کا پورا پورا احساس تھا جو اس وقت کے ہندوستان میں علماء وعوام کے حلقوں میں پایا جاتا تھا۔ آخر میں راقم کو علماء بسط وکشاد کی جناب میں یہ درخواست کرنے میں تامل نہیں کہ دائرۃ المعارف العثمانیہ سے جو پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں انھیں اردو زبان میں منتقل کرنے کی فکر کی جائے تاکہ عہد وسطی کے اس فقہی انسائیکلوپیڈیا سے اردو خواں حضرات بہرہ مند ہو سکیں۔

حواشی وتعلیقات

ا۔ عفیف: ۳۹۰-۳۹۲، بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء، ۱/ ۲۶۷-۲۶۹، ۲۷۳

۲۔ عفیف: ۳۹۱-۳۹۲، منتخب التواریخ: ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۳، نزہۃ الخواطر ۲/ ۶۳-۶۵

۳۔ ریاست علی ندوی، کچھ فتاوی تاتار خانی کے متعلق، معارف اعظم گڑھ، ۵۹/۳، مارچ ۱۹۴۷ء، ۱۶۵-۱۸۰، محمد اسحاق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، جون ۱۹۷۳ء، ۱۱۵-۱۲۰

۴۔ K.A. Nizami, Studies in Medieval India, History and Culture, Allahabad, 1966, p.85

۵۔ پروفیسر محمد اسلم، تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین سمن پورہ لاہور، ۱۹۷۰ء، بحوالہ برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ص ۱۱۵، فتاویٰ تاتارخانیہ کے تفصیلی تعارف کے لیے ملاحظہ کریں: ظفر الاسلام اصلاحی، فتاویٰ تاتارخانی - ایک تعارفی مطالعہ، پیش کردہ عالمی سمینار بعنوان جنوبی ایشیا عربی اسلامی قانونی فکر اور ادارے، یکم تا ۳/ اگست ۲۰۰۹ء، بہ مقام ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۱-۲۰

۶۔ فتاویٰ تاتارخانی: ایک تعارفی مطالعہ، بحولہ بالا، ص ۳

۷۔ نزھۃ الخواطر، ۲ / ۶۷

۸۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، القاہرہ، ۱۳۱۰ھ، ۱/ ۲۶۸، نزھۃ الخواطر، ۲ / ۶۲، فقہاء ہند، ۱/ ۲۳۶

۹۔ فتاویٰ تاتارخانی: ایک تعارفی مطالعہ، بحولہ بالا، ص ۴

۱۰۔ مجیب اللہ ندوی، معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۴۶ء، اکتوبر و نومبر ۱۹۴۷ء، مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۰ء، ص ۳۶، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انفاس العارفین، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۳۴ھ، ص ۲۴

۱۱۔ عفیف، بحولہ بالا، ص ص ۳۹۱-۳۹۲

۱۲۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ، مرتب قاضی سجاد حسین، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، ۱۹۸۴ء، ۲/ ۲۱۷، ۳/ ۱۹۶، ۴/ ۷۷، ۱۹۶، ۲۱۴، ۲۲۲-۲۲۳

۱۳۔ ابن نجیم مصری، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مطبع العامیہ، بدون تاریخ، ۱/ ۱۳۱، ۱۸۰، ۱۹۴

۱۴۔ ابن نجیم مصری، الاشباہ والنظائر، مدوینہ منشی رمضان سین، مرزاپور پریس، کلکتہ ۱۸۲۶ء، ص ۱۷، ۱۹

۱۵۔ محمد علاء الدین حصکفی، الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، منشی نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۷۷ء، ص ۷

۱۶۔ کشف الظنون، ۲ / ۹۴۷

۱۷۔ کچھ فتاویٰ تاتارخانی کے متعلق، ریاست علی، بحولہ بالا، ص ۱۷۹

۱۸۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ، ۱/ ۸۴

۱۹۔ 〃 ۱/ ۸۳، ۸۴

۲۰۔ اس مسئلہ پر عمدہ بحث الفتاویٰ الغیاثیہ مؤلفہ شیخ داؤد بن یوسف الخطیب، المطبعۃ الامیریہ، بولاق، مصر، ۱۳۲۲ھ، ص ۳۸ پر ملاحظہ کریں۔

۲۱۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/ ۳۹

۲۲۔ 〃 ۲/ ۴۴

۲۳۔ 〃 ۲/ ۴۵

۲۴۔ 〃 ۲/ ۷۵

۲۵۔ 〃 ۲/ ۲۶۶

۲۶۔ 〃 ۲/ ۲۷۹

۲۷۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ترتیب و تدوین: محمد فواد عبدالباقی، دارالاحیاء الکتب العربیہ، ۱۹۵۲ء، ۱/ ۵۹۲، نیز دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب النکاح، صحیح مسلم، کتاب النکاح۔

۲۸۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/ ۵۸۰-۵۸۱، ۳/ ۳۲۳

۲۹۔ الفتاویٰ الغیاثیہ بحولہ بالا، ص ص ۴، ۴۹، ۷۱

۳۰۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/ ۲۰۸

۳۱۔ 〃 ۲/ ۲۰۹

۳۲۔ 〃 ۳/ ۵۴

۳۳۔ 〃 ۳/ ۵۷

۳۴۔ 〃 ۳/ ۵۸

۳۵۔ 〃 ۳/ ۵۹

۳۶۔ 〃 ۳/ ۱۷۲

۳۷۔ 〃 ۳/ ۱۷۳

۳۸۔ 〃 ۳/ ۱۷۳، ۱۷۵

۳۹۔ 〃 ۳/ ۱۷۵

٤٠	،،	٣/١٨١
٤١	،،	٣/١٨١-١٨٢
٤٢	،،	٣/٢٨٢
٤٣	،،	٣/٣٢٠،٣٦٣
٤٤	،،	٣/٢٠٦
٤٥	،،	٣/٢٠٥-٢٠٦
٤٦	،،	٣/٢٠٦
٤٧	،،	٣/٢١٣
٤٨	،،	٣/٢١٣
٤٩	،،	٥/٢٨٢
٥٠	،،	٥/٢٥٣-٢٥٥
٥١	،،	٥/٣٢٩

☆☆☆

باب پنجم

فقہاء ہند کی وسعتِ نظری: تاریخی پس منظر

فقہاء کرام دین اسلام کے شارح اور اسلامی قوانین کے نگہبان ہیں۔ اسلامی علوم و معارف اور تعلیم و تعلّم کے جملہ ابواب انہی خدا رسیدہ بندگانِ خدا کے خلوص و وفا اور محنت و لگن سے آج بھی زندہ و تابندہ ہیں۔ فقہ اسلامی سے علمائے دین کی وابستگی ہمیشہ مضبوط و مستحکم رہی ہے اور ہر زمانہ میں فقہاء کرام کی جماعت نے علوم اسلامی کے اس شجر سایہ دار کو اپنے خونِ جگر سے سیراب کیا ہے۔ فقہ اسلامی سے جذباتی وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم اسلامی تعلیمات کا نچوڑ، قرآن کا خلاصہ، سنت رسول کی روح، شریعت کے عمومی مزاج و مذاق کا ترجمان اور اسلامی زندگی کے لیے خضر طریق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ اپنے رسمی وجود سے پہلے بھی دینی تعلیم کے نصاب میں فقہ اسلامی کی شمولیت کے محتاج تھے۔[1] فقہ اسلامی دین اسلام کے دوام اور ابدیت کی وضاحت کا راز اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر زمانہ میں رہبری و رہنمائی کی صلاحیت بھی اس میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں فقہاء عظام نے اس فن کی تسخیر میں اپنی جانیں کھپا دیں۔

صحابہ کرام کے دور سے آج تک زندگی کے مختلف معاملات میں اختلافات رونما ہوئے۔ ان اختلافات کے اسباب مختلف تھے۔ لیکن ہر زمانہ میں مثبت علمی اختلاف کو مستحسن قرار دیا گیا۔ علماء کے ایک بالغ نظر گروہ نے "اِختلافُ اُمَّتِی رَحْمَةٌ" سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نظریے نے فقہاء کے درمیان علمی اختلافات کو محمود قرار دیا، زندگی میں سہولیات بہم پہنچائیں اور گوناگوں قوموں، ملکوں اور اکائیوں کے لیے اسلام پر عمل آسان کر دیا۔ اس نظریے کی برکت کے نتیجے میں ہی فقہاء اربعہ کا وجود ممکن ہو سکا۔

علمائے کرام کے وسعت فکر ونظر نے اسلام کی دعوت کے کاز کو تقویت پہنچائی۔ داعی و مدعو کے لیے اسلامی قوانین اور اس کی جملہ باریکیوں کی ترسیل کو قابل فہم وعمل بنادیا۔ اسلامی عقائد، عبادات، معاملات، بیع وشرا، عائلی قوانین، عورتوں کے حقوق، وراثت ووصیت، معاشی معاملات، ملکی وبین الاقوامی تعلقات، غیر مسلموں کے حقوق، اقلیتوں کے حقوق، ہندوستان کی شرعی حیثیت، سود و پردہ وانشورنس، نکاح وطلاق، رؤیت ہلال، اوقاف، جدید وسائل ابلاغ اور اقلیات کے فقہی مسائل کے علاوہ سینکڑوں مسائل کو علماء کرام نے بحث وتمحیص کا موضوع بنایا۔ بیش تر حساس موضوعات نے مسلکی اور گروہی رخ بھی اختیار کر لیے۔ ان تمام عصبیتوں کا واحد حل توسع ہے۔ وسعت قلب ونگاہ کے امکانات کو تلاش کرنا اور انھیں عملی زندگی میں نافذ کرنا فقہ اسلامی کی بڑی کامیابی ہے۔ ان فقہی اختلافات کے اسباب اور ان میں توسع کی آبیاری کو ابن تیمیہ کی ''رفع الملام عن الائمۃ الاعلام''، شاہ ولی اللہ کی ''الانصاف فی اسباب الاختلاف'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز عصر جدید میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلف رشید مفتی محمد شفیعؒ کی کوششوں کو بھی اسی سلسلۃ الذہب کی قابل قدر کڑی کہا جا سکتا ہے۔

زیر نظر باب میں فقہاء کرام کی عہد وار خدمات کا تفصیلی مطالعہ تو ممکن نہیں ہے البتہ برصغیر ہند وپاک میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سلاطین، صوفیاء اور فقہاء کی کوششوں میں وسعت فکر وعمل کے سرے کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز عہد جدید بالخصوص انیسویں اور بیسویں صدی میں عدم توسع کے نتیجے میں دیوبندی، اہل حدیث اور بریلویوں کے اختلافات اور مناظروں کے نتیجے میں امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے مؤثر لائحہ عمل اور تدابیر کی نشان دہی کی گئی ہے۔

ہندوستان کی ابتدائی مسلم تاریخ میں بے شمار فقہاء کرام کا سراغ ملتا ہے جنھوں نے عہدۂ قضا سے وابستہ ہوکر عدل وانصاف کی قندیلیں روشن کیں، بودھوں، پنڈتوں اور راجاؤں

سے مذہبی مکالمات کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی آفاقیت واضح کی مثلاً مولانا اسلامی دیبلی جو محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، نے راجہ داہر کے ساتھ دلچسپ گفتگو کی۔[۲] قاضی موسیٰ بن یعقوب ثقفی کو محمد بن قاسم نے ۹۳ / ۷۱۱ء میں سندھ کا قاضی مقرر کیا۔[۳] عمر بن مسلم باہلی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بلاد سندھ میں عامل مقرر کر کے بھیجا تھا، راجہ جے سنگھ نے ان کی تبلیغی کوشش سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔[۴] ابو العباس احمد بن محمد صالح منصوری سندھی، محمد بن قاسم کے تعمیر شدہ شہر منصورہ کے قاضی القضاۃ اور امام داؤد ظاہری کے مسلک پر عامل تھے۔[۵]

محمد بن قاسم نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے بالکل ابتدائی فقہی سرمایہ میں فقہ الاقلیات کی بنیاد رکھی اور مذہبی رواداری کی وہ روشن مثال قائم کی جس کی اجازت قانون اسلامی کی وسعت عطا کرتی ہے، انھوں نے سندھ میں رواداری کی جو قندیلیں روشن کی تھیں محمود غزنوی (م ۱۰۳۰ء) نے اس کی لے کو مزید تقویت بخشی، خاص طور پر کتاب التفرید لکھ کر انھوں نے ایک تاریخ ساز دستاویز فراہم کر دی۔ بقول علامہ شبلی، حنفی ہوتے ہوئے محمود غزنوی نے ساٹھ ہزار مسائل شافعی فقہ کے مطابق تحریر کر کے فقہی توسع کا بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔[۶]

ہندوستان میں غیر مسلم رعایا کو ذمی کا درجہ دیا جا چکا تھا، ان کو شبہ اہل کتاب کی حیثیت شافعی علماء کے علاوہ دیگر علماء نے دی تھی۔ ہندو شاہزادیوں سے نکاح کی ابتدا شہاب الدین غوری سے ہو گئی تھی جسے فقہاء کی تائید حاصل رہی ہوگی، کیوں کہ اس کے دربار میں فخر الدین اور مؤلف طبقات ناصری کے والد قاضی سراج اس کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔[۷]

التمش (۱۲۱۰-۱۲۳۵) کے دربار سے وابستہ فقہاء میں نور الدین مبارک غزنوی نے بادشاہ کے فرائض کے موضوع پر ایک خطبہ پیش کیا جس میں غیر مسلموں کے ساتھ بادشاہ کو مشفقانہ رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی تھی۔ برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں اس کی تفصیل نقل کی ہے۔[۸]

معاصر عہد کے فتاوی اور تاریخی دستاویزات سے ہندو مسلم تعلقات کی نوعیت پر بھرپور

روشنی پڑتی ہے۔ایک مسئلہ اس وقت کے مقتدر فقہاء اور سلاطین کے ذہنوں میں مستقل یہ رہا کہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ حکومت کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ آیا سختی وتشدد کا یا نرم خوئی وحوصلہ مندی کا۔ فقہاء نے ہمیشہ امن وآشتی اور حسن سلوک کا مشورہ دیا۔ ۹

اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں علماء، اور سلاطین کے ذریعہ جو اصلاحی ودعوتی سرگرمیاں جاری تھیں ان میں اس وقت کی نصابی کتب کو اسلامی رجحان سازی میں بڑا عمل دخل تھا۔قرآن وحدیث کے محدود تصور درس وتدریس نے معاشرے پر وہ اثرات مرتب نہیں کیے جو اس وقت کے فارغین نے فقہی درسیات سے حاصل کیے تھے۔

معاصر صوفیاء کرام نے پند ونصائح کی زبان میں عقائد کی پختگی، غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور عبادات میں رسوخ پیدا کرنے کی فکر کی۔اس طرح دعوت دین کے لیے فضا کو ہموار بنانے میں صوفیاء کرام کی مساعی جمیلہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔شیخ رکن الدین اور شیخ فضل اللہ ماجو کی تالیفات اس ضمن میں فقہی اضافہ شمار کی جاتی ہیں۔ ۱۰

اللہ کے دین کی تبلیغ کا انداز ہر دور میں جدا رہا ہے۔عہد وسطیٰ میں فقہاء اسلام نے عوام وحکمرانوں کی اصلاح کا علمی طریقہ اپنایا، چنانچہ معاصر تاریخی دستاویزات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ایک طرف سلاطین فقہاء سے حکومتی معاملات میں اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے میں خفت محسوس نہیں کرتے تھے وہیں فقہاء مستعدی سے صحیح فکر اسلامی کے ابلاغ کے کسی موقع کو ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔اس تعامل کے نتیجے میں ایک طرف فقہاء کے آپسی جھگڑے دب گئے تو دوسری طرف قانون اسلامی کی وضاحت کا امکان ظاہر ہوا، چنانچہ علاء الدین خلجی کا قاضی مغیث سے سلطان وقت اور اس کے اہل وعیال کا بیت المال میں حصہ، غلط اور گمراہ حکومتی کارندوں کی سزا اور ہندوؤں کی شرعی حیثیت پر طویل مکالمہ ۱۱ اس ضمن میں ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔اسی

طرح فیروز شاہ تغلق نے اپنے فراخ دلانہ رویہ کے ذریعہ، نیز مواقع کا فائدہ اٹھا کر سیاسی مسائل میں شریعت کا صحیح نقطۂ نظر واضح کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جن کا ذکر فتاوی فیروز شاہی میں بکثرت ملتا ہے۔[۱۲] جن علماء وفقہاء کے ساتھ فیروز شاہ مکالمہ ومباحثہ کرتا تھا ان میں اہم یہ ہیں: مولانا احمد تھانیسری، صدرالدین یعقوب، مولانا خواجگی، عالم بن العلاء اندرپتی، عبدالمقتدر شریحی اور جلال الدین رومی۔[۱۳]

فقہی توسع کے ضمن میں عہد سلطنت کا بین المسلکی اخذ واستفادہ اس رائے کو تقویت بخشتا ہے کہ شوافع، اہل تشیع (اثنا عشری) اور احناف نے مل جل کر فقہ اسلامی کی خدمت کی۔ مسلکی جھگڑوں کی وہ گرم بازاری دیکھنے کو نہیں ملتی جو مابعد زوال عہد مغلیہ کا طرہ امتیاز بن گیا۔ امیر خورد، ابن بطوطہ، مولانا عبدالحیٔ، ڈاکٹر زبید احمد اور اسحق بھٹی صاحبان نے ایسی بے شمار کتب اور رویوں کی نشان دہی کی ہے[۱۴] جن کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ مالکی محمد بن تغلق کے عہد میں دہلی کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، ایک مسلک کا راہی دوسرے مسلک پر عامل ہوا، فقہاء وحکمراں دیگر مسالک کے تئیں احترام کا جذبہ پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوئے۔ مزید برآں فتاوی غیاثیہ، فتاوی قراخانی، فتاوی فیروز شاہی، فتاوی تاتارخانی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں مذکور سیکڑوں مسائل کے ذریعہ فقہ اسلامی کی کشادہ ظرفی کا اعلان ہوتا ہے۔ ان مجامع نے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات، ذمیوں کے حقوق، جزیہ وخراج کے مسائل، ذمیوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت پر اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرکے شکوک وشبہات کے ازالہ کرنے میں پیش رفت کی ہے۔

اورنگ زیبؒ کی وفات کے بعد عبوری دور (۱۷۰۷ - ۱۸۵۷) میں جن فقہاء عظام نے اجتہاد وفقہی توسع کے ذریعہ بین المسلکی تعصب کے عفریت کو مغلوب کیا ان میں سرفہرست امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۷۶۲) ہیں۔ آپ کی مجاہدانہ و دانش مندانہ

صلاحیتوں کے نتیجے میں اولاد و احفاد، علما فرنگی محل، علماء حیدر آباد اور علماء لدھیانہ نے برصغیر پاک وہند پر فقہ اسلامی کا وہ پہلو روشن کیا جس کی شمعیں چاروں امامانِ فقہ نے اپنے رویوں سے روشن کی تھیں۔ یہ دور فقہ میں اعلیٰ ظرفی، دوسرے مکتب کی رعایت اور اجتہادی ذوق کی آبیاری و بالا دستی کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ عبد العلی بحر العلوم (م ۱۸۱۹ء)، شاہ عبد العزیز (م ۱۸۲۳ء) خادم احمد فرنگی محلی (م ۱۸۵۵ء) اور عبد الحلیم فرنگی محلی (۱۸۶۸ء) وغیرہم کے اسماء گرامی فقہ کے متوازن ارتقاء میں اہمیت رکھتے ہیں۔

اس عبوری دور میں برطانوی استعمار نے اپنے سیاسی مفادات کے حصول کے لیے برصغیر کو اپنا خاص مسکن قرار دیا جسے انیسویں صدی کے نصف آخر میں اس نے مستحکم و مسخر کرلیا، چنانچہ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور ان کا سماجی و سیاسی منظر نامے پر حاوی ہوجانا نئے نئے مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ شاہ عبد العزیز نے ان مسائل کو اپنے مجموعہ فتاویٰ میں اور عبد الحلیم لکھنوی نے مجموعۃ الفتاوی میں نقل کر کے مسلمانان ہند کی رہنمائی کی ہے مثلاً انگریزی اور سائنس کی تعلیم کا حصول، انگریزوں کی ماتحتی میں ملازمت، ان سے سود لینا، اکل وشرب اور لباس میں ان کے طور طریقوں کو اختیار کرنا، ہندوستان کی شرعی حیثیت، غیر مسلموں سے معاشی لین دین وغیرہ۔ ۱۵؎ اس دور کی ان بنیادی فقہی دستاویزات میں انگریزوں سے سخت نفرت کے آثار و رجحانات نمایاں ہوتے ہیں، جو اس دور کا ایمانی اور فطری تقاضہ بھی تھا۔

انیسویں اور بیسویں صدی کے تین فقہی مکاتب فکر:

گذشتہ دو صدیوں میں دیوبندیوں اور اہل حدیث کے درمیان شدید کشاکش فقہی جزئیات میں پیدا ہوگئی۔ استعماری قوتوں نے جسد ملی کو لہولہان کرنے میں ذرائع ابلاغ پر کثیر رقم صرف کی، چنانچہ دیوبندی حلقہ سے کٹ کر ایک نیا فرقہ بریلوی کے نام سے معرض عمل میں کود پڑا۔ اب تک اجتہاد و تقلید کی برتری، حرمت اور جواز پر صرف دو مسالک کے درمیان علمی مناقشے

اور مناظرے ہورہے تھے لیکن امام احمد رضا خان بریلوی صاحب کے ذریعہ مؤثر انداز کر مسلک کو انفرادی وامتیازی شان نصیب ہوئی۔ تینوں مسالک نے اپنے عقائد، اصول، مناہج اور امتیازات پر ہزاروں صفحات سیاہ کیے۔ ان اختلافی بحثوں نے اسلامی ورثے کی جہات کو بہت کشادہ کر دیا۔ اسلامی قوانین کی تدوین جدید میں برصغیر کے تینوں مسالک کی علمی تفصیلات ایک مآخذ کا کام دے سکتی ہے۔[۱۶]

توسع ورواداری کے تعلق سے تینوں مسالک کے منتسبین، ان کے اداروں نیز مناہج افتاء میں حوصلہ شکن مناظر زیادہ تر مشاہدے میں آئے۔ بیسویں صدی کے نصف آخر کے ہندوستان میں مسلم پرسنل لابورڈ، مجلس مشاورت اور بعض سیاسی ودینی سرگرمیوں کے نتیجے میں کچھ خوش آئند مناظر بھی دیکھنے کو ملے جن میں اہل تشیع کا کردار بھی نمایاں طور پر محسوس کیا گیا۔ اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں فقہی توسع ورواداری پر ماضی کے مقابلہ میں زیادہ سنجیدگی سے غور وفکر کی بنیادیں استوار کی جارہی ہیں۔ جس کا اظہار عالمی سیمناروں، ورکشاپوں، مدارس کے نصابوں اور قراردادوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کی ایک مثال برصغیر کے تناظر میں فقہ اکیڈمی آف انڈیا، دہلی کی سرپرستی میں منعقد ہونے والے بیس عالمی فقہی سیمنار ہیں جن کا سلسلہ ۱۹۸۸ء سے تا حال جاری ہے۔

ہندوستان کے تناظر میں فقہاء کی خدمات جلیلہ کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) عہد سلطنت اور مغل دور میں علم فقہ کی اشاعت اور تصنیفی عمل کی حوصلہ افزائی میں حاکم وقت کی ذاتی دلچسپیوں کو کلیدی اہمیت حاصل رہی ہے۔ بعد کے دور میں علماء کرام نے اس ذمہ داری کو خود اپنے بل بوتے پر ادا کرنے کی کوشش کی۔

(۲) عہد مغلیہ میں اجتماعی طور پر تدوین فقہ کی اساس رکھی گئی۔ اختلافات کو سنا گیا اور

فقہی توسع کے میدان میں پیش قدمی کی گئی۔ اگرچہ رفع یدین، قرأت خلف الامام اور زیارت قبور وغیرہ کی بازگشت عہد مغلیہ میں سنائی دینے لگی تھی۔

(۳) دونوں ادوار میں فقہ شافعی اور مالکی نقطہ نظر کا مطالعہ کیا گیا اور علماء نے ان مسالک کی بعض کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اگرچہ وہ کتب ناپید ہیں لیکن گمان غالب ہے کہ سلاطین وشاہان وقت کے دبدبہ کے نتیجے میں فروعی ہنگامہ آرائیوں کو اپنی مسندیں سجانے کا زیادہ موقع نہیں مل سکا تھا۔

(۴) عبوری دور میں اجتہادی ذوق کی آبیاری ہوئی۔ مدرسہ شاہ ولی اللہ کا قیام عمل میں آیا اور علماء فرنگی محل، علماء حیدرآباد اور علماء لدھیانہ کی وجہ سے علمی پیش رفت میں اجتہادی ذوق چھایا رہا۔

(۵) ان تینوں ادوار میں شریعت کے اصلی مآخذ سے اخذ واستفادے کی فضا برائے نام پائی جاتی ہے۔ شروح وحواشی کا بازار گرم نظر آتا ہے۔

فقہ اسلامی کا معاصر جائزہ:

عصر جدید کا جائزہ توسع اور رواداری کے ضمن میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس داستان سرائی کا بنیادی داعیہ یہ احساس ہے کہ ۱۸۵۷ء کے مظالم اور مسلم دشمنی نے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا کرنے کی فکر کو تقویت بخشی۔ لیکن موذی مرض کے لیے نسخہ کے تجویز کرنے میں پھر اختلاف رونما ہو گیا اور دار العلوم دیوبند، مدرسۃ العلوم علی گڑھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کا مثلث تیار ہو گیا۔ [۱۷]

ندوۃ العلماء نے جدید علم کلام کے ذریعہ مسلمانان ہند کی علمی قیادت کا بیڑا اٹھایا۔ مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے اس سے پیش تر سائنسی برتری، فلسفہ نیز قرآن کی رہبری کو نسخہ کیمیا گردانا اگرچہ وہ پورے طور پر خود اپنے نظریات پر عامل نہ ہو سکا۔ اول الذکر دار العلوم کے فارغین

دو متحارب گروہوں (دیو بندی- بریلوی) میں تقسیم ہو کر فروعی مسائل میں عرصہ تک منہمک رہے، نیز اہل حدیثوں کے ایک گروہ نے اس اختلاف کو دو آتشہ کر دیا۔ لیکن ادھر حالیہ برسوں میں اتحاد و اتفاق کے لیے قرار دادوں کی منظوری اور عملی رویوں میں امید افزا مناظر بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

ان اختلافات ہی کے جھرمٹ سے کچھ سعید کرنیں منصہ شہود پر نظر آتی ہیں جنھوں نے دین کے بنیادی ماخذ قرآن، حدیث، قیاس، اجتہاد کو خضر طریق قرار دیا۔ فروعی اختلافات سے حتی المقدور اغماض برتا اور عصر جدید میں پیش آمدہ مسائل و مشکلات کا شریعت کے قلم دان میں حل تلاش کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ اس ضمن میں انفرادی اور اجتماعی کوششوں کو تحسین کی نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔ ان کوششوں نے دعوت اسلامی کے کثیر الجہات مقاصد کو توانائی بخشی۔ عصر جدید کے ہندوستان میں دعوت اسلامی کی عظیم جد و جہد میں مذکورہ تینوں مسالک و مکاتب کے پرداختہ وخوشہ چینوں کا ایک قابل لحاظ گروہ سرگرم عمل ہے۔

اکیسویں صدی کی دہلیز پر بیسویں صدی کی معتدل اور متنوع خدمات فقہ کو ایک مہتم بالشان تدبیر تصور کیا جانا چاہیے جو انفرادی و اجتماعی سطح پر معروف دبستان فقہ کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام دی گئیں۔ اس ضمن میں اردو زبان میں فقہی کتب، رسائل اور فتاووں، سمیناروں کی تجاویز و مقالات اور تدریسی مشغولیات نے فقہ اسلامی کو فراخی عطا کی۔

مدارس دینیہ کی طویل فہرست میں دار العلوم دیو بند اور مظاہر علوم نے فقہ کی تدریس کے ساتھ اپنے مراکز افتاء سے جو خدمات پیش کی ہیں ان میں فقہ حنفی کی رعایت رکھی گئی ہے۔ البتہ مذکورہ دونوں اداروں کی فقہی تصنیفات اور انداز تدریس میں تقلید کے ساتھ اجتہادی ذوق کو پروان چڑھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے؛ چنانچہ یہ بات معلوم ہے کہ طلبہ کو مختلف فقہی دبستان کی آراء سے واقف کرانے میں فراخ دلی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات ائمہ ثلاثہ کے مسلک

ومشرب کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔نور الایضاح اور قدوری کے ساتھ ائمہ ثلاثہ کے فقہی استدلالات بھی زیر بحث آتے ہیں۔ اسی طرح حدیث میں طحاوی کے ساتھ شافعیہ اور مالکیہ کی کتب بھی داخل نصاب ہیں۔

جن اداروں نے مذکورہ دونوں اداروں کے بالمقابل فقہی توسع میں زیادہ پیش قدمی کی ان میں صرف تدریس کو تخم ریزی کا ذریعہ بنایا گیا۔دارالافتاء کے قیام کی ضرورت غالباً اس لیے سودمند نہیں سمجھی گئی کہ پھر ایک خاص مسلک ومشرب کی ترسیل میں پوری توجہ صرف ہوجاتی ہے۔ ایسے مدارس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ اور جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ وغیرہ کے علاوہ کچھ اور قابل ذکر ہوسکتے ہیں۔

اس آخری دور میں فقہی توسع کی بازگشت اداروں اور اکیڈمیوں میں بھی سنائی دیتی ہے۔ اس ضمن میں فیکلٹی آف دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا سنی وشیعہ شعبوں کا ایک ہی عمارت میں تا حال قائم ودائم رہنا اور ایک ہی مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنا نیز ایک ہی قبرستان میں مردوں کو دفن کرنا عصر جدید کے ہندوستان کی بڑی خوش گوار روایت ہے۔

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، فضلاء مدارس کو تخصص کے میدان سے گزارتے ہوئے عملی نظام قضا وافتاء میں پرونے کی عظیم خدمت انجام دے رہا ہے۔اس ادارے کے بانی ابو المحاسن محمد سجادؒ، مولانا منت اللہ رحمانیؒ اور قاضی مجاہد الاسلامؒ قاسمی کی اجتہادی بصیرت سے عالم اسلام واقف ہو چکا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی، ادارہ تحقیق وتصنیف علی گڑھ اور ادارہ مباحث فقہیہ دہلی دراصل عصر جدید کے ہندوستان میں اجتہادی ذوق کی آبیاری، مسالک اربعہ کے احترام اور مسلکی اختلافات کو حدود وآداب کا پابند بنانے والی کوششوں کی نقیب ہیں۔

بریلوی جماعت کی توجہ اپنے رسمی وجود سے لے کر آج تک فروعی مسائل ومعاملات

میں نسبتاً زیادہ رہی ہے۔ فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت اور فتاویٰ امجدیہ میں اگر چہ حنفی فقہ کی معتبر کتب سے استدلال کیا گیا ہے لیکن پیش کش کے انداز پر روایتی و مسلکی تعصب کا غلبہ نظر آتا ہے۔

اہل حدیث مسلک غیر مقلدوں کا مسلک و مشرب کہلاتا ہے۔ برصغیر ہندو پاک میں اسلامی قوانین اور فقہی مزاج کی تعبیر و تشریح کا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے خانوادے سے اپنا تعلق مستحکم کرتا ہے۔ فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، فقہ محمدی و طریقہ احمدی، فتاوائے علماء حدیث اور اسلامی تعلیم اردو زبان میں اس کی اساسی کتب ہیں۔ مقلدوں یعنی دیوبندیوں کے خلاف جس مسلکی تعصب کا اظہار اس مسلک کی کتابوں میں کیا گیا ہے اس نے اس کی عالمانہ شان اور مجتہدانہ وقار کو کافی چوٹ پہنچائی ہے؛ اگر چہ دیوبندی لٹریچر بھی اس تعصب سے اپنے کو بری قرار نہیں دے سکتا۔

سطور بالا کی تشریح میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مدارس اور اداروں کی ان بیش قیمت خدمات فقہ کے نتیجے میں اتحاد و اتفاق، اشتراک و تعاون اور عدم تحزب کی فضا پیدا ہوئی جس کا اظہار مسلم پرسنل لا بورڈ، اور فقہ اکیڈمی کے سیمناروں میں ہوتا رہا ہے۔ ان تمام تنظیموں میں ہر مسلک و مشرب کے علماء کی شرکت، مباحث اختلافیہ میں آداب و شرائط کا پاس و لحاظ اور ملت کا مفاد محور اصلی رہتا ہے۔

عصر جدید میں اجتہادی ذوق کی آبیاری، مسلکی تحزب سے دوری اور ملی مفاد کی پاسبانی کے سلسلہ میں فقہ اکیڈمی نے جس جرأت مندی سے اقدام کیا اس کی تحسین ضروری ہے۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی سربراہی میں ۱۹۸۹ء سے ہی مختلف مسلک کے علماء کرام کے مفید مشورے اور سرگرم تعاون ملتا رہا اور سب نے علاقائی، گروہی اور جماعتی تنگ نظری اور تعصّبات سے بلند ہو کر شریعت سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

جماعت اسلامی نے ۱۹۴۱ء سے دانستہ طور پر اجتہادی ذوق کی سرپرستی کی ہے۔ بانی تحریک **مولانا** سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ (م ۱۹۷۹ء) کا پورا تحریری سرمایہ اس پر شاہد عدل ہے۔ جماعت اسلامی میں روز اول سے ہر مکتب فکر کے علماء کرام کی یکساں **تعظیم** اور استقبال ہے۔ اس کے تمام مرکزی مجالس شوریٰ میں وسعت فکر ونظر کی پذیرائی ہوئی ہے۔ بعد میں صف اول کے مصنفین کی فقہی تحریریں اور اس کی سرپرستی میں قائم ہونے والی اکیڈمیاں، ادارے اور مدارس فروعی مسائل سے مجتنب اور ملی مفاد کے پاسبان نظر آتے ہیں۔ فقہی توسع کا بول **بالا** اس اجتماعیت میں سب سے زیادہ نظر آتا ہے۔ غالباً اس اجتماعیت کے نصف صدی سے زائد عرصہ تک متحد ومتفق رہنے کا ایک راز یہ بھی ہے۔

لائحہ عمل:

گزشتہ صفحات میں تاریخی تجزیے اور معاصر جائزہ کے ضمن میں فقہی توسع کے مثبت و منفی اثرات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا۔ ذیل میں فقہی توسع کی ناگزیریت اور **ملت** کے مفاد عامہ کے حصول اور اسے استحکام بخشنے کے طریقوں پر بحث کی جائے گی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ مدارس دینیہ اسلام کے قلعے ہیں جن کی حفاظت پوری **ملت** اسلامیہ کی اخلاقی ودینی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ورثے کی حفاظت اور ہم تک اس کی ترسیل میں مدارس اسلامیہ کے کردار کو قدمیت حاصل ہے۔ اسلام جو مدارس کے نصاب کا جزو **لاینفک** ہے دعوتی اور تبلیغی مزاج رکھتا ہے۔ اس طرح فارغین مدرسہ جو شارحین اسلام ہیں فطری طور پر داعی اور مبلغ بھی ہیں دعوت دین کو مقبول ومانوس بنانے اور اسلام سے توحش کو ختم کرنے کی خاطر کشادہ ظرفی، اختلافی مسائل میں اعتدال اور اختلاف کرنے کے اصول وآداب سے آگاہی ازبس ضروری ہے۔

اس بات سے جس امر کی طرف توجہ مبذول کرانی مقصود ہے وہ یہ کہ مدارس اور علماء و

فقہاء کو اپنے فرائض کا حقیقی ادراک جس قدر ہوگا اسی قدر لائحہ عمل کو مثمر اور پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔ ورنہ اگر ملت کا یہ حساس طبقہ مادہ پرستی کا شکار ہوجائے، مغربی تہذیب سے مرعوب ہوجائے اور کوہ کنی سے دست بردار ہوجائے تو ملت ذلت و نکبت، ادبار و زبوں حالی اور اغیار کا کھلونا ہوجائے گی اور پھر وارثین انبیاء کی یہ ملت ملکی و عالمی سطح پر ایسا دسترخوان ہوجائے گی جس پر ہر قماش کے مہمان طعام تناول فرمائیں گے۔

خوش قسمتی سے تقسیم ملک کے باوجود مسلمان عددی اعتبار سے ہندوستان کی دوسری بڑی اکثریت ہیں جن کے پاس اسلامی ورثہ اور اسلامی مآخذ محفوظ و مامون ہیں اور جدید ہندوستان میں اس علمی سرمایہ کی حفاظت اور ملت کے مسائل کو عصر جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا مزاج پیدا ہوا ہے۔ مدارس دینیہ کے علاوہ دوسرے ادارے بھی اس کے پاس ہیں جن کے ذریعہ اغیار کے وار کو روکا جاسکتا ہے، اور آبرومندانہ زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

(۱) فقہی توسع کے حوالے سے لائحہ عمل کے طور پر سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام مدارس دینیہ اپنے نصاب میں فقہاء اربعہ کے اصول فقہ اور امہات کتب کو داخل کرنے کا آغاز کریں۔ جب تک فقہاء اربعہ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے فقہ مقارن سے خوشہ چینی نہیں کی جائے گی اس وقت تک نہ اختلافی معاملات و مسائل کا شافی حل مل سکتا ہے اور نہ فارغین کے مابین وسعت نگاہ اور اعلیٰ ظرفی آسکتی ہے۔ جن مدارس نے فقہ مقارن کو نصاب میں جگہ دی وہ دعاۃ کی فراہمی میں دوسرے مدارس سے آگے نکل گئے۔ جامعۃ الفلاح، مدرسۃ الاصلاح اور جامعہ دارالسلام عمرآباد کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۲) مسلم پرسنل لا بورڈ کو جو کہ ملت اسلامیہ ہند کا واحد مذہبی ادارہ ہے، فروعی اختلافات سے بچانے میں علماء کرام کو اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہ تکثیری ملک میں مسلمانوں کا تنہا ادارہ ہے جس نے فسطائی طاقتوں کے عزائم کے سامنے بندھ باندھ رکھا ہے۔

یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی سازشوں کا پردہ فاش کرنے میں جس قدر کامیابی اس ادارے کو ملی ہے اور مل سکتی ہے اس کا ملت اسلامیہ کے پاس کوئی بدل نہیں ہے۔ ہندتو کا مقابلہ کرتے ہیں۔

گذشتہ دنوں میں اہل تشیع اور بریلوی مکتب فکر نے مسلم پرسنل لابورڈ میں اپنی شرکت اور تحفظ کے لئے مانگ اور مظاہرے کئے، چنانچہ ایسے حالات میں ایک طرف تو مسلمانوں کو ان کی آبادی کے اعتبار سے مسلم پرسنل لابورڈ میں نمائندگی کا بندوبست کرنا چاہیے دوسری طرف تین طلاق، رؤیت ہلال اور فیملی پلاننگ جیسے حساس مسائل میں شریعت کی رخصتوں سے فائدہ اٹھا کر بورڈ کے اتحاد کو بچالینا چاہیے۔

(۳) اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ادارہ مباحث فقہیہ دہلی (جمعیۃ العلماء ہند) اور ادارہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں سے بعض بہت فعال ہیں اور دوسروں کو فعال بنایا جاسکتا ہے۔ یہ چاروں پلیٹ فارم ماضی کی طرح اب بھی مسلمانوں کے بہت بڑے طبقے کو متاثر ومتحد کرسکتے ہیں۔ چاروں کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے فقہ اسلامی کی خدمت سے ہے اور رہا ہے۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے دل سوزی اور جانفشانی سے ہزاروں علماء وفقہاء کرام کو اجتماعی غور وفکر اور اختلافی مسائل سے نبرد آزمائی کا جو سلیقہ سکھایا اسے نئی ٹیم اسپرٹ کے ساتھ باقی رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے اور اسے فعال بنانے میں تجربات کی روشنی میں کمیوں کی تلافی کی جائے۔ یہ ادارہ اگر زوال پذیر ہوگیا یا اس میں ژولیدگی آ گئی تو ملت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔

(۴) کم از کم فارغین مدارس کو تخصص، افتاء یا قضا کے کورسز کے حصول کے لیے دوسرے مدارس میں داخلہ لے کر فکری تبادلہ خیال کرنا چاہیے۔ اس طرح دیوبندیت، اہل حدیثیت اور بریلویت کا عفریت کمزور ہوتا چلا جائے گا اور فقہی توسع کے لیے یہ میل جول نئے امکانات خود پیدا کردے گا۔ اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا دورہ حدیث اور افتاء کا کورس، ندوہ سے ادب

میں تخصص، امارت شرعیہ میں افتاء وقضا کا کورس اور جامعۃ الفلاح کا دعوتی کورس ان مدارس کے طلبہ کے لیے مفید مطلب ہوگا جہاں دعوتی ذمہ داری کا احساس تو پیدا ہوجاتا ہے لیکن عالمانہ شان یا علمی گہرائی سے محرومی باقی رہتی ہے۔

(۵) مدارس اور یونیورسٹی بالخصوص قانون کے طلبہ کے لیے اسلامی قانون سے متعلق نصاب تیار کریں جو چاروں فقہاء کی آراء پر مشتمل ہو۔ نیز ایسے ورکشاپ منعقد کیے جائیں جہاں سے ٹریننگ حاصل کر کے فقہاء اربعہ کے متبعین (اساتذہ وطلباء) ملت کے مفاد میں اختلافی امور سے بچ کر اتحاد کی فضا کی افزائش کے طریقوں کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں فقہ اکیڈمی انڈیا بعض فاصلاتی کورسز کا بھی نظم کرسکتی ہے، جس میں عصری دانش گاہوں کے شعبہ قانون سے وابستہ طلبہ و اساتذہ کی وہ رہنمائی پیش نظر رکھی جائے جو فقہ اسلامی کا شعبہ فقہ المعاملات اور فقہ مقارن تقاضا کرتا ہے۔

حواشی وتعلیقات:

۱ ہندوستان میں اولین مدرسہ کا ذکر ۱۱۹۱ء میں ملتا ہے جب محمد غوری (۱۱۷۵-۱۲۰۶ء) نے فتح اجمیر کے بعد وہاں ایک مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ شمس الدین التمش (۱۲۱۰-۱۲۳۵ء) نے بدایوں اور دہلی میں کئی مدارس قائم کیے۔ خلجی اور تغلق سلاطین کے دور میں بھی علماء کی سرپرستی، مدارس کے لیے شاہی عطیات اور نصاب کتب کا ریکارڈ موجود ہے۔ دیکھیے:

Elliat & Dowson, History of Indian as told by its Own Historians, London, 1867, III, p:576

نیز دیکھیے: عبدالرشید (مرتب) فتوحات فیروز شاہی، مطبوعہ علی گڑھ، غیر مورخہ، ص ۶؛ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ، تاریخ فرشتہ (انگریزی ترجمہ) مطبع نول کشور، ۱۲۸۱ھ؛ ۳۴۸، ۳۵۲، ۵۶۲۔

۲ محمد علی بن حامد الکوفی، چچ نامہ، مجلس مخطوطات فارسیہ، حیدرآباد، ۱۹۳۹ء، ص ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

۳ـ عبدالحئی، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، طبع اول، حیدرآباد، ۱۹۷۴ء، ۱:۴۴

۴ـ حوالہ سابق، ۱:۳۸

۵ـ محولہ بالا، ص ص ۶۵، ۶۷، ۶۹، نیز دیکھیے: قاضی اطہر مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۷ء، ص ۱۵۸

۶ـ محمد یوسف فاروقی، برصغیر میں فقہ حنفی کا ارتقاء، امام ابوحنیفہ: حیات، فکر اور خدمات، مرتبین، محمد طاہر منصوری اور عبدالحئی ابڑو، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۹۔

۷ـ پروفیسر شیث محمد اسماعیل، عہد سلطنت کے فقہاء، صوفیاء اور دانش وروں کی نظر میں ہندو کی حیثیت، اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۷۔

۸ـ ضیاءالدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ص ۴۱-۴۴، نیز دیکھیے: K.A.Nizami, Iltutmish The Mystic, Islamic Culture, Hyderabad, April,xx No.02, 1946, pp.174-175

۹ـ خلیق احمد نظامی، دہلی سلاطین کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۸ء، ص ۱۱۰۔

۱۰ـ فقیر جہلمی، حدائق الحنفیہ، نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۰۶ء، ص ۳۰۵، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، حوالہ سابق، ص ۳۸۹

۱۱ـ ضیاءالدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، حوالہ سابق، ص ص ۲۹۰-۲۹۶

۱۲ـ پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی، اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ عہد فیروز شاہی کے ہندوستان میں، علی گڑھ، ۱۹۹۸ء، اور سلاطین دہلی اور شریعت اسلامیہ ایک مختصر جائزہ، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء، کے مختلف ابواب۔

۱۳ـ ضیاءالدین برنی، حوالہ سابق، ص ۲۶۵

۱۴ـ امیر خورد، سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص ۲۸۵، ابن بطوطہ، الرحلہ، قاہرہ، ۱۸۲۹ء، ص ص ۸۱-۸۲، نزہۃ الخواطر، حوالہ سابق، ۷:۳۰۸، ۸:۷۴، ڈاکٹر زبید احمد، Contribution of India to Arabic literature کا اردو ترجمہ عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، از

شاہد حسین رزاقی، ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۹۸، اسحق بھٹی، فقہائے ہند، لاہور، ۱۹۷۷ء، جلد سوم، ص ۲۳۴۔

۱۵ شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، (تصحیح از عبدالاحد) مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ص ۸، ۱۲، ۱۷، ۳۲، ۹۱، ۱۱۴، ۱۱۶، عبدالحی لکھنوی، مجموعۃ الفتاویٰ، مترجم مفتی محمد برکت اللہ فرنگی محلی، مرتب: مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی، ایم ایچ سعید کمپنی، پاکستان، ۱۹۸۴ء، ۱:۱۰۹، ۱۳۱، ۱۶۸، ۲۱۸، ۲:۴۹، ۲۳۲، ۲۹۳۔

۱۶ تفصیل کے لیے دیکھیے: Barbara Daly Metcalf, Islamic Revival in British India, Deoband, 1860- 1900, New Jersey, 1982. کے مختلف ابواب۔ مزید دیکھیے: ڈاکٹر حافظ غلام یوسف، بیسویں صدی میں برصغیر ہند کی اہم کتب فقہ، پس منظر اور منہج و اسلوب، سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد، ۳۹/ ۴، اپریل-جون ۲۰۰۲، ص ص ۳۳-۷۱

۱۷ عصر جدید کی ادارہ جاتی خدمت فقہ کے لیے دیکھیے خاکسار کا مقالہ: جدید ہندوستان میں مدارس اور علمی مراکز کی فقہی خدمات، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اپریل-جون ۲۰۰۴ء، ج ۲۳، شمارہ نمبر ۲، صفحات: ۷۱-۱۰۰

☆☆☆

نتائجِ بحث

۱-علوم اسلامیہ میں فقہ اسلامی اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے ہمیشہ معروف اور ہر دلعزیز موضوع رہا ہے۔اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں فقہی مواد کی کثرت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی افزائش میں ہندوستان کا خاص کردار رہا ہے، جس کی عکاسی مختلف ابواب میں ہوتی ہے۔عربی زبان میں فقہی سرمائے کی تیاری کا کام عہد سلطنت میں شروع ہوا جو مغلیہ دور میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔علماء اور معاصر سیاسی حکمرانوں نے فقہ اسلامی اور فقہی سرمایے کے فروغ میں حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔فقہ اسلامی کی عمومی افادیت اور ریاست کی ضرورت نے اس مضمون کی ترقی اور اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

۲-فارسی زبان کے عوامی اور سرکاری زبان ہونے کے باوجود، معاصر علماء نے مذہبی مضامین و مسائل کو عربی زبان میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی چنانچہ فقہ اسلامی پر بھی اسی فکر کی چھاپ نظر آتی ہے۔

۳-عہد وسطیٰ میں تیار شدہ فقہی سرمایے پر نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی علماء نے فقہ کے جملہ موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ یہ سرمایہ فقہ کے عمومی مسائل، فتاوی لٹریچر، سماجی، مذہبی اور معاشی مسائل کے علاوہ خاص طور پر مذاہب فقہ، تقلید، اجتہاد، افتاء اور عدالتی نظام کے مسائل کو محیط ہے۔ ہندوستانی فقہاء کی کوششوں کے ذریعہ فقہ کا ایک نیا باب شروح و حواشی نیز تعلیقات کا تیار ہوگیا۔ان ذیلی فنون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں علوم اسلامیہ کے مختلف میدانوں میں اصل متون کی تشریح و تسہیل ایک باضابطہ فن تصور کیا جاتا تھا۔دوسرے باب کی تفصیلات اسی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اس دور میں علماء و فقہاء نے ان

کتابوں کو شروح وحواشی کے لیے منتخب کیا جو اس عہد کی درس گاہوں کے نصاب کا حصہ تھیں۔

۴۔تحقیق کے دوران اس بات کا علم ہوا کہ عہد وسطی میں فتوی نویسی ایک مہتم بالشان عمل تھا، اس کی عظمت کی بحالی میں سلاطین وشہنشاہان نے فراخ دلی کے ساتھ دلچسپی لی، چنانچہ فقہاء وسلاطین کی انفرادی واجتماعی کوششوں کے طفیل فتاوی کا عظیم الشان دیوان تیار ہوگیا۔فتاویٰ کے دواوین کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کی تیاری کے ذریعہ مفتیان کرام اور قضاۃ عظام کو قانونی رہنمائی فراہم کردی جائے تاکہ مسائل کے تصفیہ اور قانونی فیصلہ دینے میں انھیں آسانی ہو؛ چنانچہ اس تحقیق سے ثابت ہوسکا کہ متعدد سیاسی رہنماؤں نے عہد سلطنت اور دور مغلیہ میں فتاویٰ تیار کروائے اور ان کو ان حضرات کے نام معنون کیا گیا۔گزشتہ بحث سے معلوم ہوچکا ہے کہ فتاویٰ کے میدان میں بعض تاریخ ساز فیصلے لیے گئے اور دونوں ادوار میں سلاطین/شہنشاہان نے اپنی راست سرپرستی میں علماء کی مخصوص مجالس کا انعقاد کرایا اور فتاویٰ کے دیوان کی تدوین میں دلچسپی لی، چنانچہ فتاویٰ تاتارخانی اور فتاویٰ عالمگیری کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

۵-اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسائل کے نام سے فقہی مباحث کی تصنیف کا اس زمانے میں چلن تھا، یہ رسائل سماجی اور مذہبی امور کی وضاحت کی خاطر تیار کیے جاتے تھے۔علماء کرام نے اس طرز تحریر کو اختلافی امور کی نشان دہی کی خاطر اختیار کیا۔اٹھارویں/انیسویں صدی کے فقہی لٹریچر سے اس طرح کے بے شمار اختلافی امور ومسائل کا سراغ ملتا ہے۔ان رسائل میں اختلافی مسائل پر بحث کے دوران فقہاء اپنی آراء کا آزادانہ اظہار کرتے اور بسا اوقات دیگر امامان فقہ کی آراء سے اختلاف بھی کرتے تھے۔

۶۔مخصوص کتابوں کے تنقیدی تجزیے کے ذریعہ ایک اہم عقدہ کھلا اور وہ یہ کہ عہد وسطی کا بیشتر فقہی سرمایہ اصلیت (Originality) سے خالی ہے اگرچہ یہ فقہی سرمایہ کثیر اور متنوع الجہات ہے، بعض تو بہت تفصیلی اور متعدد اجزاء پر مشتمل ہیں تاہم ان کی تیاری میں قدیم طرز و

اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ ہندوستانی فقہاء کی شب و روز کی محنتوں کے نتیجہ میں شروح وحواشی اور تعلیقات کا ایک عظیم دیوان تیار ہو چکا ہے۔ ان متون میں بحث ونظر کا انداز و اسلوب تقلیدی ہے جو اس زمانے میں تحقق کے ساتھ قائم اور رائج تھا، چنانچہ فقہاء ہند نے مسائل کے تصفیے میں قدماء کی آراء سے کام لیا، ان کی کتابوں کے حوالے پیش کیے اور حنفی فقہاء کے ذریعہ متعدد اختلافی ونزاعی امور میں فیصلے صادر کیے۔ ان فقہاء نے شاذ و نادر ہی قرآن وحدیث کی طرف مراجعت کی۔

۷- اس حقیقت کا اعتراف ضروری ہے کہ علماء/ فقہاء نے اپنے زمانوں کے سلگتے ہوئے مسائل کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور خاص طور سے فتاویٰ کے دواوین میں انھیں شامل کرلیا۔ یہ مسائل بالعموم سیاسی، معاشی اور مذہبی زندگی کے مختلف امور سے متعلق ہیں، ان میں ریاستی مسائل بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ ان جدید مسائل کے ابھرنے میں ایک طرف عہد وسطی میں ہندو مسلم تکثیری معاشرہ اور دوسری طرف نوآبادیاتی برطانوی تسلط کا زور، دو بڑے عناصر نے کلیدی کردار ادا کیا، چنانچہ فقہاء نے انتہائی مستعدی کے ساتھ ان جدید مسائل کو قیاس و اجتہاد کے ذریعہ حل کرنے کی کوششیں کیں۔ جدید مسائل کی ایک فہرست سے اس زمانہ کا فقہی پس منظر نکھر کر سامنے آتا ہے جس کا تذکرہ متعلقہ ابواب میں کیا جا چکا ہے:

۱- نماز میں قرأت قرآن کے لیے عربی، سندھی یا فارسی زبان کو اختیار کرنا۔
۲- نکاح وطلاق کے لیے عربی کے علاوہ فارسی ودیگر زبانوں کے استعمال کرنے کی بحث۔
۳- ہندوؤں کو اہل کتاب، شبہ اہل کتاب یا ذمی کا مقام شریعت کی روشنی میں دیا جانا۔
۴- میوزک کو روحانی ارتقاء میں آلہ کے طور پر استعمال کرنا۔
۵- بدکار اور فرض ناشناس حکومتی کارندوں کی سزاؤں کا مسئلہ
۶- روپیوں کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقلی کے لیے ہنڈی کو اختیار کرنا۔

۷-نشیلی ادویہ بالخصوص افیون کا شرعی حکم۔
۸-غیر مسلموں کی ماتحتی میں مسلمان روزگار تلاش کرسکتا ہے یا نہیں۔
۹-شیعہ وسنی کا آپس میں ازدواجی تعلق قائم کرنا۔
۱۰-سائنس اور انگریزی زبان سیکھنا وغیرہ۔

☆☆☆

کتابیات

۱- عربی کتب

ابن بطوطہ	الرحلہ، قاہرہ، ۱۹۲۸ء
ابوزہرہ	ابوحنیفہ، حیاتہ وعہدہ، آراءہ وفقہہ، قاہرہ، ۱۹۴۵
ابوزہرہ	تاریخ المذاہب الفقہیہ، (۲ جلدیں)، قاہرہ، بدون تاریخ
احمد بن علی القلقشندی	صبح الاعشیٰ، قاہرہ، ۱۹۵۱
ابومحمد عبدالقادر	الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، حیدرآباد، ۱۳۳۲ھ
اسماعیل پاشا بن محمد امین	من کتاب ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، (۲ جلدیں)، مکتبہ بہیہ، استنبول، ۱۹۴۵-۱۹۴۷ء
اطہر مبارکپوری	رجال السند والہند الی القرن السابع، المطبعۃ الحجازیۃ، بمبئی ۱۹۵۸ء
حاجی خلیفہ	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ۲ جلدیں، استنبول، ۱۹۴۱-۱۹۴۳ء
شاہ ولی اللہ دہلوی	الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف (تحقیق: عبدالفتاح ابوغدہ) بیروت، ۱۹۷۷ء
شہاب الدین العمری	مسالک الابصار (عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ: خورشید احمد فارق) ندوۃ المصنفین، دہلی، بدون تاریخ
صدیق حسن خان	ابجد العلوم، مطبع صدیقی بھوپال، ۱۲۹۵ھ
عالم بن العلاء الاندرپتی	الفتاوی التاتارخانیہ، جلد اول ودوم، ۱۹۸۴، جلد سوم، ۱۹۸۶، جلد

چہارم ۱۹۸۷ء، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد
عبدالحیٔ الحسنی نزھۃ الخواطر وبہجہ المسامع والنواظر، (۸ جلدیں)، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۹۶۲-۱۹۸۱ء
عبدالحیٔ الحسنی الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۸۵ء
غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء
الحامی صبحی محمصانی فلسفۃ التشریع فی الاسلام، دار المطابع، کشاف، دمشق، ۱۹۵۲ء
محمد خضری بک تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، ۱۹۳۹ء
محمد عبدالحیٔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبع سعادہ، مصر، ۱۹۰۷ء
نظام برہانپوری الفتاوی العالمگیریہ، ایجوکیشن پریس، کلکتہ، ۱۹۲۸ء
یوسف الین سارکیس معجم المحیط العربیہ والمعربہ، (۲ جلدیں)، قاہرہ، ۱۹۲۸ء

۲- فارسی کتب

امیر خورد سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲
حامد قلندر خیر المجالس (تحقیق: خلیق احمد نظامی) علی گڑھ، ۱۹۵۹ء
خافی خان منتخب اللباب، کلکتہ، ۱۸۷۰ء
رحمان علی تذکرہ علماء ہند، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء
ساقی مستعد خان مآثر عالم گیری، کلکتہ ۱۸۷۱ء
شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۱۹ء
ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲
عبدالحامد لاہوری بادشاہ نامہ، کلکتہ، ۱۸۶۷
عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار فی احوال الابرار، مطبع مجتبائی، ۱۹۱۳ء

عبدالعزیز شاہ — فتاوی عزیزی (تحقیق: عبدالاحد) مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۱۱ھ
علی محمد خان — مرآۃ احمدی، مطبع فتح الکریم، بمبئی، ۱۳۰۷ھ
عبدالقادر بدایونی — منتخب التواریخ، کلکتہ، ۱۸۶۸ء
عز الدین اسامی — فتوح السلاطین، مدراس، ۱۹۴۸ء
غلام علی آزاد بلگرامی — مآثر الکرام، (۲ جلدیں)، کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد، ۱۹۱۳ء
محمد عنایت اللہ — تذکرہ علما فرنگی محل، برقی پریس فرنگی محل، لکھنؤ، ۱۳۴۹ھ
محمد خازن — عالم گیرنامہ، کلکتہ ۱۹۶۸ء
منہاج السراج اوزجندی — طبقات ناصری، (تحقیق: عبدالحیٔ حبیبی) کابل، ۱۹۶۴ء
یحییٰ سرہندی — تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ ۱۹۳۱ء

۳- اردو کتب

ابوالحسنات ندوی — ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء
ابوظفر ندوی — گجرات کی تمدنی تاریخ، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء
ابویحییٰ امام خان نوشہروی — تراجم علماء اہل حدیث، برقی پریس، دہلی، ۱۹۳۱ء
اختر راہی — تذکرۃ المصنفین والمؤلفین (اردو ترجمہ: اسلام الحق اسعدی) سہارنپور، ۱۴۰۰ھ
اسلام الحق اسعدی — تاریخ مشائخ ہند، سہارنپور، ۱۳۹۸ھ
اشفاق علی — ملا جیون کے معاصر علماء، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء
اقبال احمد جونپوری — تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور، شیراز پبلشنگ ہاؤس، بھوپال، ۱۹۸۶ء
اطہر مبارک پوری قاضی — ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، دہلی، ۱۹۶۷ء

خلیق احمد نظامی — حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۳ء

خلیق احمد نظامی — سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۸ء

رحمان علی — تذکرہ علماء ہند (اردو ترجمہ: محمد ایوب قادری) کراچی، ۱۹۶۱ء

ریاست علی ندوی — عہد اسلامی کا ہندوستان، ادارۃ المصنفین، پٹنہ، ۱۹۵۰ء

زبید احمد — عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، (اردو ترجمہ: شاہد حسین رزاقی) ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء

شبیر احمد قادری — عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

شمس تبریز خان — عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ، نظامی پریس لکھنؤ، ۱۹۸۹ء

شبلی نعمانی — مقالات شبلی (تدوین وتحقیق: سید سلیمان ندوی) (جلد سوم)، اعظم گڑھ، ۱۹۵۵ء

ظفر الاسلام اصلاحی — اسلامی قانون کی ترویج وتنفیذ عہد فیروز شاہی کے ہندوستان میں، ادارہ علوم اسلامیہ، اے ایم یو، علی گڑھ، ۱۹۹۸ء

عابد علی — تاریخ قضاۃ ومفتیان بھوپال، بھوپال بک ہاؤس، بھوپال، ۱۹۸۶ء

عبدالاول زیدپوری — مفید المفتی والمستفتی، آسی پریس لکھنؤ، ۱۹۰۸ء

عبدالحئ حسنی — اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، (اردو ترجمہ: ابو العرفان ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء

عبدالقیوم — تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، لاہور، ۱۹۷۲ء

عبدالرحمان پرواز اصلاحی — مخدوم علی مہائمی: حیات، عصر اور افکار، نقش کوکن پبلی کیشن ٹرسٹ، بمبئی، ۱۹۷۶ء

عبدالسلام ندوی — تذکرہ مشائخ بنارس، ندوۃ المعارف، بنارس، ۱۳۷۱ھ

عبداللہ سید	دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، ۱۹۶۴ء

عبدالمجید سالک	مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۷ء

عمادالحسن آزاد فاروقی	ہندوستان میں اسلامی علوم وادبیات، دہلی، ۱۹۸۶ء

فقیر محمد جہلمی	حدائق الحنفیہ، نول کشور، لاہور ۱۹۰۶ء

محمد اسحاق	علم حدیث میں برعظیم پاک و ہند کا حصہ (اردو ترجمہ: شاہد حسین رزاقی) مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۳ء

محمد اکرام	رود کوثر، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۶ء

محمد اسحٰق بھٹی	برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، لاہور، ۱۹۷۳ء

محمد اسحٰق بھٹی	فقہاء ہند، (اول اور چہارم) لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۷ء

محمد ابراہیم سیالکوٹی	تاریخ اہل حدیث، نئی دہلی، ۱۹۳۸ء

محمد نجم الغنی	تاریخ اودھ، مرکز ادب اردو، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء

محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی	تذکرۃ الفقہاء، (جلد اول)، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۷ء

مسعود انور علوی	عربی ادب میں اودھ کا حصہ، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء

مناظر احسن گیلانی	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ندوۃ المصنفین، (۲ جلدیں)، دہلی، ۱۹۴۴ء

4. English Books:

- Abdul Hamid A. Abu Sulaiman: The Islamic Theory of International Relations, International Institute of Islamic Thought, Washington, 1987.
- Abdul Rasheed: Society and Culture in Medieval

India, Calcutta, 1969.
- A.D. Muztar: Shah Wali Allah, A Sanit Scholar of Muslim India, Islamabad, 1979.
- Aziz Ahmad: An Intellectual history of Islam in India, Edinburg, 1969.
- Aziz Ahmad :Studies in Islamic Culture in the Indian Environment, oxford, 1984.
- D.N. Marshall: Mughals in India, A Bibliographical Survey, (Vol.1). Asia Publishing House, Bombay, 1967.
- Ishtiaq Husain Quraishi: The Administration of the Mughal Empire, Karachi, 1966.
- Khaliq Ahmad Nezami: Religion and Politics in the 13th Century India, Delhi, 1974.
- Muhammad Abdul Ghani: A History of Persian Language and Literature at the Mughal Court (Babur to Akbar), The Indian Press, Allahabad, 1929.
- M. Bashiruddin Ahmad: Administration of Justice in Medieval India, Karachi, 1951.
- Muhammadullah: The Administration of Justice of Muslim Law, Idarah -i- Adabiyyat-i- Dilli, Delhi, 1977.
- N.N. Law: Promotion of Learning in India During Muhamadan Rule, Delhi, 1973.
- S.M. Jafar: Education in Muslim India, Idarah -i-

Adabiyyat-i- Dilli, Delhi, 1973.

- Shahabuddin al-Umri: Masalik al Absar (Eng.tr. by Otto Spies), Aligarh, 1943.
- Waheed Husain: Administration of Justice During the Muslim Rule in India, Idarah -i- Adabiyyat-i-Dilli, Delhi, 1977.
- Zafarul Islam: Socio Economic Dimension of Fiqh Literature in Medieval India, Lahore, 1990.

۵-اردو کیٹلاگ

تصدق حسین نیساپوری   فہرست کتب عربی فارسی واردو،مخزونہ کتب خانہ،آصفیہ،سرکار عالی، دارالطبع، حیدرآباد، جلد اول: ۱۳۳۲ھ، جلد دوم: ۱۳۳۳ھ، جلد سوم: ۱۳۴۷ھ

عبدالحمید/عابد رضا بیدار   ہماری خطی میراث: اردو اور عربی مخطوطات،خدا بخش لائبریری، بانکی پور، پٹنہ، جلدیں: ۱۹ اور ۳۳، بار دوم: ۱۹۹۴، جلد ۳۴ بار اول: ۱۹۸۰ء۔

عبدالنبی کوکب   پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی فہرست مفصل، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۷۵ء

محمد متین ہاشمی/ ساجد الرحمٰن صدیقی: فہرست مخطوطات (عربی و فارسی)، مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۷۵ء

محمد ظفیر الدین: تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، (۲ جلدیں)، دیوبند، ۱۹۷۰-۱۹۷۳ء

شوکت علی خان: قصر علم، ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، ۱۹۸۰ء
احمد علی خان شوق رامپوری/حکیم محمد اجمل: فہرست کتب عربی، کتب خانہ ریاست رامپور، (دو جلدیں) مطبع احمدی، رامپور ۱۹۰۲ء۔

6. English Catalogues:

- A.G.Ellis: Catalogue of the Arabic Books in the British Museum, Trustees of British Museum, 3 volumes, London, 1967.
- Ashraf Ali: Catalogue of the Arabic Books and Manuscripts in the Library of the Asitic Society of Bengal, Calcutta, 1899.
- Charles Rieu: Supplement to the Catalogue of the Arabic Manuscripts at the British Museum, Oxford University Press, Amen Corner, 1894.
- M. Mahfuzul Haq & M. Ishaq: Catalogue of Arabic Manuscripts in the Collection of the Royal Asiatic Society of Bengal, Calcutta, 1951.
- Muhammad Nizamuddin: Catalogue of Arabic Manuscripts in the Salar Jang Collections, Dairatul Maarif Usmaniya, Hyderabad, 1972.
- Ottoloth: A Catalogue of the Arabic Manuscripts in the Library of the India office, London, 1877.
- Sir William Johnes: Author Catalogue of the Hyderabad Collection of Manuscripts and Printed

Books, Calcutta, 1913.

۷- اردو رسائل

اردو بک ریویو — ماہنامہ، دریا گنج، نئی دہلی

اسلام اور عصر جدید — سہ ماہی، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

بحث ونظر — سہ ماہی، امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

برہان — ماہنامہ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

تحقیقات اسلامی — سہ ماہی، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

ترجمان دار العلوم دیوبند — ماہنامہ، دیوبند، سہارنپور

ترجمان القرآن — ماہنامہ، کراچی، پاکستان

خدا بخش جرنل — سہ ماہی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

فکر ونظر — ماہنامہ، سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ، کراچی

فکر ونظر — سہ ماہی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

معارف — ماہنامہ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

مجلّہ علوم اسلامیہ — سہ ماہی، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، اے ایم یو علی گڑھ

8- English Journals:

Bulletin of the Institute of Islamic Studies, A.M.U. Aligarh

Hamdard Islamicus: Quarterly, Hamdard faundation, Pakistan

Islamic Culture:Quarterly, Hyderabad

Islamic Studies: Quarterly, Islamic Research Institute, Islamabad Pakislan
Jaurnal of objective Studies: Half yearly, Institute of objective Studies, Jamia Nagar, New Delhi.
Islam and the Modern Age: Quarterly, Zakir Husain Institute of Islamic Studies, Jamia Millia, New Delhi.
Pakistan Historical Society: Quarterly, Baitul Hikmah, Hamdard Faundation, Karachi, Pakistan.

فرہنگ مصطلحات

اجارہ: کرایہ،متعینہ مدت کے لیے پٹے پر دینا

اجتہاد: نئے مسائل کے تصفیے کے لیے اصول فقہ کی روشنی میں شریعت کی رہنمائی حاصل کرنا

احتفال: مظاہرہ وجلسہ

احکام: شرعی قانون، جیسے فرض، واجب وغیرہ

احیاء: زندگی دینا

ارکان اربعہ: اسلام کی چار بنیادیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ

استحسان: عوامی بہبود کے لیے فقہی ترجیح

استسقاء: اچھی طرح سیرابی چاہنا

استصلاح: عوامی بہبود کے لیے فقہی قاعدہ

استغاثہ: قاضی کے کورٹ میں فریاد پیش کرنا،مزار پر اپنی حاجت کے لیے دعا کرنا اور فریاد کرنا

استفتاء: مفتی سے فتویٰ معلوم کرنا

اشراف، واحد شریف: سوسائٹی کا اعلیٰ طبقہ

اصالۃ الطہارۃ: بہتر طور سے پاکی حاصل کرنا

اضاءۃ : روشنی کرنا

اقتداء : امام کی تقلید

اہل کتاب: آسمانی کتاب والے جیسے یہود ونصاریٰ

ایجاب : شادی کا پیغام وپیش کش

ایقاد : روشن کرنا

ایقاف : زیادتی، بھرپور گفتگو

اراضی : زمین وجائداد

بحرالعلوم : علم کا سمندر

بدعۃ : نئی چیز جیسے رسم ورواج، حسنہ اور سیئہ اس کی دو قسمیں ہیں۔

بستان جمع بساتین: باغ

بیاض : یادداشت کی کاپی، علمی مخطوطہ

بیت المال: عوام کی فلاح کے لیے حکومتی خزانہ

بیع وشراء : خرید وفروخت

تحریم : حرام ومکروہ

تحکیم : نزاعی صورت کے تصفیہ کے لیے کسی کو حاکم یا قاضی بنانا۔

تشریع : لیجسلیشن، قانون سازی

تعدد ازدواج: پالی گیمی، ایک تا چار بیویاں رکھنے کی اجازت کے مسائل

تعزیر جمع تعزیرات: سزائیں جو متعین نہ ہوں۔

تعلیق : شرح یا حاشیہ کی مزید وضاحت وصراحت

تفویض طلاق: شوہر کی طرف سے عورت کی خواہش پر عورت کو حق طلاق عطا کرنا

تقلید : ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی اختیار کرنا۔

توجیہ : وضاحت وتشریح

تیمم	:	پورے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مٹی کا مسح کرنا، وضو کا بدل
جامع	:	تفصیلی کتاب مثلاً جامع کبیر وصغیر
جائز	:	شریعت نے جس کی اجازت دی ہو اس کی ضد نا جائز اور حرام ہے
جزیہ	:	اسلامی حکومت کے حدود میں غیر مسلمین کی حفاظت کے عوض لیا جانے والا ٹیکس
جمہور	:	امت/علماء کی اکثریت، اس کی ضد اقلیت ہے
جنابت	:	ناپاکی کی وہ کیفیت جس میں غسل ضروری ہو
جنازہ	:	تجہیز وتکفین کے مسائل، مردہ
جنایت	:	فوجداری کے مقدمات ومعاملات
الجواہر، واحد جوہر	:	علم ہوتی اور حکمت کی بات
جہاد	:	مذہب کی تبلیغ کے لیے کی جانے والی کوشش، برائی کے خلاف مورچہ بندی
الحجۃ الصوابۃ	:	واضح وعقلی دلیل
حد، جمع حدود	:	متعین سزائیں، شرعی پابندی
الحسبۃ	:	نگرانی
حضانۃ	:	نابالغ بچوں کی دیکھ ریکھ
حیض	:	ماہواری کا خون، اس عورت کو حائضہ کہتے ہیں۔
حیلہ	:	قانونی بہانہ
خطبہ	:	جمعہ وعیدین میں عربی یا دیگر زبان میں امام کے ذریعہ کی جانے والی تقریر
خطیب	:	جمعہ وعیدین میں نماز سے پہلے یا بعد میں تقریر کرنے والا
خلع	:	نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار بیوی کو دینا، بیوی کو طلاق لینے کا حق

دارالافتاء : فتوی جاری کرنے کی جگہ

دراسات : مطالعات

دارالحرب : جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور کفار سے جنگ کی صورت برپا ہو، اسلامی شریعت پر عمل کرنا دشوار ہو

دیت : خون بہا

دُر جمع دُرر : موتی

رائے : ذاتی خیال اور سوچ

رب المال: دولت/سرمایہ کا مالک

ربوا : سود

رجعت : طلاق کے بعد دوبارہ زن وشو کی قانونی بحالی

رجوع : طلاق کا خاتمہ، دوبارہ زن وشو کی قانونی بحالی

رخصت : قانونی چھوٹ

رضاعت : دودھ پلانا

رفع الیدین: نماز کی ابتداء، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

روایت : حدیث کا متن جو کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی کی جانب سے آپ ﷺ کی طرف منسوب ہو

زاخرہ، واحد ذخیرہ: قیمتی موتی، علم وحکمت

زبدہ : کسی چیز کا بہترین حصہ

سبابہ : شہادت کی انگلی

سجدہ سہو : نماز میں غلطی کی تلافی کے لیے سلام سے قبل دو سجدہ کرنا

سرود : ایک قسم کا باجا، نغمہ، راگ

سماع : روحانی نغمہ جس میں آلہ موسیقی کا استعمال ہو

سیف مسلول: ننگی تلوار، تیز تیور

سُرّہ : ناف

سَلَم : تجارت کی ایک قسم جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے۔

شافی : جامع و مکمل

شروح وحواشی: متن کی تشریح اور تشریح کی مزید شرح

شریعت : قرآن وحدیث کے احکامات جن کے ذریعہ عقیدہ اور عمل کی رہنمائی ملتی ہے

شفعہ : حق پڑوس مثلاً زمین اور مکان کا لینا اور دینا

شوارب، واحد شاربہ: مونچھ

شہادت : زبانی تصدیق، گواہی

شیخ : بڑا، بزرگ، مولانا

صبی : شیر خوار نابالغ

صدور، واحد صدر: سینہ

صرف : سونے چاندی اور نقدی کا تبادلہ

صمصام : تلوار

طلاق ثلاثہ: ایک مجلس کی تین طلاق جس کا حکم احناف کے یہاں مغلظہ کا ہے جب کہ اہل حدیث اسے ایک طلاق مانتے ہیں۔

طوالع الانوار: روشنیوں یعنی نعمتوں کا ظہور

طہارت : وضو، تیمم یا غسل میں مٹی یا پانی کے ذریعہ پاکی حاصل کرنا، پاکی وصفائی

طہر : دو حیضوں کے درمیان پاکی کی حالت

ظہار : بیوی کے بدن کے بعض حصے کو ماں کے جسم سے تشبیہ دینا جس کے نتیجہ میں بیوی حرام ہو جاتی ہے

عرف : رسم ورواج، عادت

عشر جمع عشور: پوری پیداوار کا دسواں حصہ بیت المال میں دینا، ایسی زمین کو عشری کہتے ہیں جو برسات کے پانی سے زرخیز وسیراب ہوتی ہے۔

عطشان : پیاسا، علم کا متلاشی

عقائد واحد عقیدہ: دین اسلام کے بنیادی تصورات

عقد : معاملہ، جیسے خرید فروخت اور شادی بیاہ

عقوبات : اسلامی سزائیں

علت جمع علل: سبب، وجہ

غائب وغیبوبت: گم ہو جانا مثلاً شوہر کا لاپتہ ہو جانا

غایت جمع غایات: انتہا، حد، منشا نہ

غنیمت : جنگ میں فتح کے بعد ہاتھ لگنے والی دولت

فاسد : قانونی طور پر جو ضائع وبرباد ہو

فاکہۃ البستان: باغ کے میوے (ایک فقہی کتاب کا نام)

فتوی جمع فتاوی: قانونی حکم، ماہر قانون کی انفرادی رائے

فرائض واحد فرض: ۱-پنج وقتہ نمازیں، ۲-میراث کے حساب اور اصول

فرضِ عین : انفرادی طور پر جو عمل ہر مسلمان پر لازم و واجب ہو جس کا انکار کفر کو

مستلزم ہے۔

قاضی القضاۃ: چیف جسٹس

قاضی/قضا: اسلامی قانون کا ماہر، ایک ڈگری کا نام

قبلہ : پچھم کی جانب چہرہ کرنا، نماز میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا

قبول : شادی کی پیشکش کو قبول کرنا

قراءت : نماز کے اندر قرآن کی تلاوت

قربانی : عبادت کی خاطر جانور کو ذبح کرنا

قصاص : خون بہا، انتقام، جان کے بدلے جان لینا

قصر صلوٰۃ : مسافرت کی حالت میں چار رکعت کو دو رکعت کے ذریعہ مختصر کرنا

قضاء الفوائت: چھوٹی ہوئی نماز کو ادا کرنا

قطع الطریق: ڈاکہ زنی، ڈاکو کو قاطع الطریق کہتے ہیں

قعدہ : دوسری، چوتھی یا تیسری رکعت میں شہادت وسلام کے لیے بیٹھنا

قول مختار : راجح قول

قول مسموع: معروف اور پہچانی ہوئی بات

قیاس : فقہ وشریعت کا ایک اصول

قیام : نماز میں کھڑے ہونے کی پوزیشن

کافر : جو اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہو، غیر مسلم

کبیرہ : بڑے گناہ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتے

کفارہ : گناہ کا دنیاوی ہرجانہ اور پنالٹی

لبیب : عقلمند، ہوشیار

لحیہ جمع لحی : داڑھی

لعان : اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگانا

مباح : ایک فقہی اصطلاح، حلال و جائز

متعہ : وقتی نکاح، اہل تشیع کے بعض فرقوں کے نزدیک اس طرح کا نکاح جائز ہے

متولی : کسی وقف جائداد کا نگراں جیسے مسجد، مدرسہ اور قبرستان

مثل و مثلین: کسی چیز کا ایک اور دوگنا سایہ جس سے نماز ظہر کے اختتام اور نماز عصر کے آغاز کا اندازہ لگایا جاتا ہے

مجتہد : غیر متعین قانون و معاملہ میں شریعت کے مطابق حل تلاش کرنے والا

مجمل : فقہی قاعدہ، مختصر بات/حکم

مجوسی : آگ پوجنے والا، زوراسٹرین

محارم واحد محرم: وہ رشتے دار جن کی شادی آپس میں حرام ہو، مثلاً بھائی، بہن، بیٹا اور ماں وغیرہ

محکم : فقہی قاعدہ، جس کا فہم آسان اور واضح ہو

مخذول : ناپسندیدہ

مددمعاش : عہد سلطنت کی ایک اصطلاح، زمین کی بخشش اور تحفہ

مدرک : وہ نمازی جس نے امام کے ساتھ چند رکعت پالی ہو

مرابحہ : نفع کی بنیاد پر فروخت کرنا

مرتد : مذہب اسلام سے پھر جانے والا

مزامیر واحد مزمار: مطربوں کے ساز، باجے

مستفتی : فتوی چاہنے والا

مسح علی الخفین: موزوں پر گیلے ہاتھ پھیرنا
مضاربت: ایک تجارت جس میں ایک فریق کا سرمایہ جب کہ دوسرے کی محنت و ذہانت لگے
معاملات: دو فریق کے درمیان کسی قسم کا رابط و معاملہ
مفتی: اسلامی قانون کا ماہر جس سے حکم معلوم کیا جاتا ہے
مقلد: کسی خاص مذہب فقہ کی پیروی کرنے والا
مکروہ: ناپسندیدہ قول و فعل جو حرام سے کم تر ہو
مناسخہ: میراث کا ایک خاص مسئلہ
مناکحات: عائلی تعلقات و معاملات کے قوانین
مندوب و مستحب: حلال وطیب جو مکروہ اور حرام نہ ہو
منفرد: تنہا اور بلا جماعت نماز پڑھنے والا
منقولات و معقولات: نقلی اور عقلی علوم جیسے قرآن و منطق
موات: بنجر و مردہ زمین، غیر مزروعہ زمین
مورث: دوسروں کو میراث میں حصہ دینے والا
مہر معجّل و مؤجل: نقد اور تاخیر سے مہر کی ادائیگی
میراث جمع مواریث: زمین جائداد
مُلّا: درس نظامی کی ایک ڈگری کا نام مثل فضیلت
نجاست حقیقی: صاف وواضح نجاست جو نظر آئے
نجاست خفیفہ: ہلکی اور معمولی نجاست جو نظر نہ آئے، اس کو نجاست حکمی بھی کہتے ہیں
نسخ: خارج و کالعدم ہونا

نشوۃ الارتیاح:		ایک فقہی کتاب کا نام
نص	:	قرآن اور حدیث کا متن
نفقہ	:	بیوی کو کھانا، کپڑا اور گھر فراہم کرنا
وارث	:	نگراں مردے کے مال کا جائز حقدار مثلاً چچا، خالو، ماموں
وحی	:	اللہ کا پیغام جسے جبرئیل امین لاتے ہیں
وراثت	:	میراث کا حق، زمین جائداد کے حصے
وضو	:	پانی کے ذریعہ مسنون طریقہ کے مطابق پاکی حاصل کرنا
ولایت	:	نگرانی کے حقوق
ولی	:	قانونی نگراں

اشاریہ

اسماء کتب/کتابچے/رسائل/فتاوی/شروح، حواشی وتعلیقات

الف:

اثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ

احکام الایمان

احکام الاراضی

احیاء الاجتہاد لارشاد العباد

ادب الحسبہ

ازالۃ الغمہ فی اختلاف الائمہ

اساس الاصول

اصالۃ الطہارۃ

اعلام الہدی فی تحریم المزامیر والغنا

افادۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار

افتائے ہندی

الابتداء فی الاقتداء

الاحتفال بالصوم الست من الشوال

الاستسقاء فی الاستفتاء

الاعتناء فی الغنا

الاقتداء بالمخالفین
الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف
السقایۃ لعطشان الہدایہ
انوار الہدی فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ
ایقاد المصابیح فی صلوٰۃ التراویح

ب:

البحار الزاخرہ
بیاض الجامع فی اقوال الفقہاء

ت:

التصریح بغوامض التلویح
تحفۃ السماع
تحفۃ الصائم
تحفۃ المشتاق فی احکام النکاح والصداق
تذکرۃ الموتیٰ والقبور
تصویر التنویر فی سنۃ البشیر النذیر
تعبید العلماء عن تقریب الامراء
تعلیق الافاضل فی مسئلہ الظہر المتخلل
تعلیقات علی الشریفیہ
تعلیقات علی شرح الوقایہ

تعلیقات مختصر ابی شجاع

تکملہ شرح تحریر الاصول

تنقیح الکلام عن قرأۃ خلف الامام

تنویر الحق

تنویر العینین دراثبات سنۃ رفع الیدین

توجیہ التلویح

توجیہ الکلام فی شرح المنار

ج:

الجواہر المنیفہ فی اصول ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ

الجواہر النفیسہ

جامع البرکات

جامع التعزیرات من کتب الثقات

جامع المناسک ونفع الناسک

جوہر النظام

ح:

الحد الوسیط فی الافراط والتفریط

حاشیہ الحسامی

حاشیہ الدائر شرح المنار

حاشیہ شرح الحسامی

حاشیہ علی اصول البزدوی

حاشیہ علی التصریح

حاشیہ علی التوضیح والتلویح

حاشیہ علی الفرائض السراجیہ

حاشیہ علی المنار

حاشیہ علی الہدایہ

حاشیہ علی شرح المنار

حاشیہ علی شرح الوقایہ

حاشیہ علی شرح مسلم الثبوت

حاشیہ علی قواعد الاحکام الفقہیہ

حاشیہ علی کنز الدقائق

حاشیہ ہدایۃ الفقہ

حجۃ الصواب فی اثبات رفع السبابہ

حد الغنا فی حرمۃ الغنا

خ:

خزانۃ الروایات

خزانۃ الشروح

خلاصۃ الاحکام بشرائط الایمان والاسلام

خلاصۃ الفرائض

خلاصۃ الفقہ

د:

الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید
دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنۃ باللبیب
درر الکامنہ
درک المآرب فی آداب اللحی والشوارب
دستور الحقائق

ذ:

الذخر الرائق
ذکر الصلوٰۃ

ر:

الرسالہ المیراثیہ
الرسالہ فی اصول الفقہ
الرسالہ نکاح بنت الزانیہ
رسالہ اباحۃ السماع
رسالہ احکام الفرائض
رسالہ اصول السماع
رسالہ السبعیہ
رسالہ الفرائض
رسالہ تحقیق الحجاب

رسالہ تحقیق المہر

رسالہ توریث الاراضی

رسالہ حرمت واباحۃ سرود

رسالہ حرمۃ الغنا والمزامیر

رسالہ حرمۃ متعہ

رسالہ دربیع الاراضی الخراجیہ

رسالہ ذبیحہ

رسالہ سجدہ سہو

رسالہ غسل الجمعۃ

رسالہ فی اباحۃ القرض من المقرض

رسالہ فی اباحۃ لبس النعلین فی المسجد

رسالہ فی اثبات الجمعۃ والجماعۃ

رسالہ فی اثبات الجہر بالفاتحۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

رسالہ فی احکام الموتی

رسالہ فی اقتدا بالشافعیۃ والخلاف بذالک

رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیۃ بعد الجمعۃ

رسالہ فی الاشارۃ بالسبابۃ فی التشہد

رسالہ فی الشک فی الرکعتین الاولین من الصلوٰۃ

رسالہ فی الفرائض الحنفیہ

رسالہ فی الکفارۃ

رسالہ فی المناسخۃ

رسالہ فی المواریث

رسالہ فی المیراث

رسالہ فی بیان انواع المشروعات وغیر مشروعات

رسالہ فی تحریم الغنا

رسالہ فی تحقیق الاوزان

رسالہ فی تحقیق قضاء الفوائت

رسالہ فی تحقیق رفع السبابہ فی التشہد

رسالہ فی تقدیر الماء الکثیر

رسالہ فی جواز استغاثہ والمیلاد

رسالہ فی جواز استماع الغنا

رسالہ فی جواز امامۃ الفاسق

رسالہ فی جواز مسح علی الخفین تقیاً والمسح علی الجبیر فی المرض وبقیۃ الوضو بعد زوال العذر

رسالہ فی نجاسۃ الخمر

رسالہ فی وجوب صلوٰۃ الجمعۃ

رسالہ مناسک الحج والعمرۃ

رسالہ منظوم

رسالہ منع قراۃ فاتحہ خلف الامام

رسالہ وضع الیدین تحت السرۃ

رسالہ زیارت القبور

رسائل الارکان

ز:

زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام

زبدۃ الالباب

زبدۃ الروایات

زبدۃ الفرائض

زبدۃ الفوائد

زبدۃ الناسک

س:

السعادات العبادیۃ فی تحقیق الدائرۃ الہندیہ

السقایۃ لعطشان البدایہ

السیف المسلول فی ضم التقلید المخذول

سل الصمصام علی من قال ان المزامیر لیست بحرام

سواطع الانوار فی معرفۃ الصلوٰۃ

سیف الحدید فی قطع المذاہب والتقلید

ش:

شامل فی الفقہ

شرائع الاسلام

شرح البدایہ

شرح البزدوی

شرح البسیط فی الفرائض

شرح الحسامی

شرح الزیادات

شرح الزیادات

شرح المختصر

شرح المفتی

شرح المنار

شرح الوجیز فی الفرائض

شرح الوقایہ

شرح باب الزکوۃ من ہدایۃ المتقین

شرح باب الصوم من ہدایۃ المتقین

شرح بدیع الاصول

شرح تحریر فی اصول الدین

شرح جامع الصغیر

شرح دائر الاصول

شرح زبدۃ الاصول

شرح علی اصول البزدوی

شرح علی المنار

شرح فرائض السراجیہ

شرح کنز الدقائق
شرح لباب المناسک
شرح مختصر الفرائض
شرح مسلم الثبوت
شرح ہدایہ الکبیر

ص:

صنوان القضاء وعنوان الافتاء

ط:

طوالع الانوار علی الدر المختار

ع:

عدۃ الناسک فی المناسک
عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید
علم الفرائض
علم الیقین فی مسائل الاربعین
عماد الاسلام الشہیر بمراعات العقول فی علم الاصول
عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر
عمدۃ الفرائض فی الفرائض

غ:

الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ

غایۃ الادراک فی مسائل السواک

غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان

غایۃ التحقیق ونہایۃ التدقیق

غایۃ الحواشی علی شرح الفوائد

غایۃ الکلام فی قراءۃ خلف الامام

ف:

الفائق فی اصول الدین

الفرائض البرہانیہ

الفوائد الصبغیہ

الفوائد الغوثیہ

فاضل فی الفقہ

فاکہۃ البستان

فتاوی ابراہیم شاہیہ

فتاوی اختیار فی الحدود

فتاوی اشرفیہ

فتاوی اکبر شاہی

فتاوی السراجیہ

فتاوی الشریفیہ فی الفروع الحنفیۃ

فتاوی تاتارخانیہ

فتاوی سراج المنیر

فتاوی ضیائیہ

فتاوی عالمگیریہ

فتاوی غیاثیہ

فتاوی قاری الہدایہ

فتاوی نقشبندیہ

فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور

فتح القدیر

فتح القدیر شرح الہدایہ

فتح المذاہب الاربعہ

فتح المعین

فتح المنان فی تائید النعمان

فرائض الاسلام

فصول الحواشی لاصول الشاشی

فقہ مخدومی

فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت

فوائد الصبغیۃ فی الفقہ الشافعیہ

فوائد العارفیہ

ق:

القول الحسن فی جواز اقتداء بالامام الشافعی فی النوافل والسنن

القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والصوم

القول السدید فی مسائل الاجتہاد والتقلید
القول الصحیح فی صلوٰۃ التسبیح
القول الصواب فی مسائل الخضاب
القول المسموع فی الفرق بین الکرع والمکروع
القول المعمول فی فن الاصول
قرۃ الانظار حاشیہ علی تنویر المنار
قرۃ العینین
قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین
قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار

ک:

کتاب ادب القاضی
کتاب التقوی ورسالہ اہل الحسنی
کتاب الفرائض
کتاب الفقہ
کتاب مبحث الرضا
کتاب المفسر فی الاصول
کتاب المناسک وعباب المناسک
کتاب اوقات الصلوٰۃ
کتاب فی الفروع
کشف الخلاصہ

کشف الرین عن مسئلہ رفع الیدین

کشف الغطاعن الصلوٰۃ الوسطی

کشف الغمہ

کشف القناعن وجوہ السماع

کشف المبہم ممافی المسلم

کشف المستور عن وجہ السرور

کفایۃ المبتدی فی فقہ الشافعی

کنز الحسنات لایتاء الزکوٰۃ

کنز الفرائض

کنز السعادۃ

ل:

لباب المناسک وعباب المسالک

اللمعۃ فی صلوٰۃ الجمعہ

م:

المائدۃ المحمدیہ

المختصر فی الفروع

المناسک الاوسط

المناہج الدقیق ومعارج التحقیق

مائۃ المسائل الشرعیہ

مجموعہ ثلاثہ رسائل

مجموعۃ البرکات

مجموعۃ المناسک ونفع الناسک

محکم الاصول

مختصر الفتاوی الشافی

مختصر الہدایہ

مسائل الاربعین

مسائل السائر

مسائل فی مقام الطہر المتخلل وفی باب المسح علی الخفین من شرح الوقایہ

مسلم الثبوت

مطالب المومنین

معین الکلام فی غسل الاقدام

مفید فیما یوکل ومالا یوکل

ملتقط الحقائق فی شرح کنز الدقائق

ملہم الغیب

مناسک الحج

مناسک الصغیر

مناسک الکبیر

مناہج الفرائض شرح عقد الفرائض

منتہی الافکار

ضیات مسلم الثبوت

ن:

النہایہ
نشوۃ الارتیاح فی بیان حقیقۃ المیسر والقداح
نصاب الاحتساب
نظم الفرائض
نظم الفرائض السراجیہ
نور الانوار فی شرح المنار
نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمان

و:

الوجیز
وسیلۃ النجاۃ فی احکام الاموات

اشاریہ

ب: اسماء مصنفین / مؤلفین / حاشیہ نگاران / شارحین / کاتبین

الف:

ابو البرکات بن رکن الدین دہلوی

ابو حفص سراج الدین عمر بن الہندی

ابو محامد محمد بن محمد بن اسمٰعیل

ابو معشر سندھی

ابو الحسن کاشمیری لکھنوی بن نقی شاہ

ابو الفتح رکن الدین حسام الدین ناگوری

ابو الفضیل سعد الدین عبد اللہ بن عبد الکریم دہلوی

ابو الوفاء کاشمیری

ابو بکر اسحٰق بن تاج الدین معروف بہ ابن التاج

ابو عبد الکریم الہ آبادی بن متھ الحسینی العاملی

ابو عبد اللہ حسین بن ولد ار لکھنوی

ابو فیض محمد بن محمد عبد الرزاق ہندی

ابو یوسف البنانی الملا ہوری

احمد اللہ بن عبد اللہ السندی الحنفی

احمد بن سعید المالکی الہمدانی

احمد بن محمد وجیہ الحق پھلواروی

احمد بن مسعود ہرگاموی

احمد تھانیسری

احمد جیون امیٹھوی

احمد عبد الحق بن محمد سعید

احمد علی بن فتح اللہ سندیلوی

احمد ہرگاموی

اسحٰق رئیس بریلوی

اسفرقانی الخطیب

اشرف جہانگیر سامانی کچھوچھوی

اکرام الدین دہلوی بن نظام الدین

الہ داد بن عبد اللہ جونپوری

الہ داد سلطانپوری

امان اللہ بن نور اللہ بنارسی

امان اللہ شاہ پھلواروی

امین اللہ بن محمد اکبر فرنگی محلی

اہل اللہ بن عبد الرحیم

ب:

بدر بن تاج بن عبد الرحیم لاہوری

بدر الدین بن محمود دلدار علی

برہان الدین بن سرفراز علی دیوی

ت:

تابع محمد بن محمد سعید لکھنوی

تراب علی لکھنوی

ث:

ثناءاللہ پانی پتی قاضی

ج:

جعفر علی کمندوی بن باقر علی

جگن گجراتی قاضی

جلال الدین احمد بناری

جلال الدین برہانپوری

جلال الدین تھانیسری

جمال الدین گجراتی

جواد کاظمی

جون ملک الوہاب

ح:

الحسن علی بن الحسن الفقیہ الداوری السندی

حامد بن عبداللہ بن ابراہیم سندھی

حبیب اللہ قنوجی

حذاقت علی خان سلامت علی بنارسی

حسام الدین دہلوی بن نظام الدین

حسن بن محمد صغانی لاہوری

حسن علی صغیر لکھنوی مرزا

حسین بن دلدار علی

حسین بن عمر غیاث پوری

حسین بن محمد دہلوی

حسین خباز کاشمیری

حمید اللہ بن شکر اللہ سندیلوی

حمید الدین قنوجی (کاتب)

حمید الدین مخلص بن عبداللہ دہلوی

خ:

خادم احمد فرنگی محلی بن حیدر

خرم علی بلہوری

خلیل الرحمٰن بن عرفان رامپوری

د:

داؤد بن یوسف الخطیب البغدادی

دلدار علی سید

ر:

رجب علی (کاتب)
رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی
رستم علی بن علی اصغر قنوجی
رفیع الدین دہلوی
رکن الدین بن محمد احمد کیرانوی

س:

سراج الدین بن علی خان
سراج الدین عمر بن اسحٰق الحنفی غزنوی دہلوی
سعدالدین بن قاضی بڈھن بن محمد
سعدالدین خیرآبادی
سعدالدین محمود بن محمد دہلوی
سلیمان بن زکریا ملتانی

ش:

شاہ خوب اللہ الہ آبادی
شاہی بیگ بن ذی النون قندھی
شجاع الدین بن کریم اللہ حیدرآبادی
شرف الدین رامپوری مفتی
شمس الدین (کاتب)

ص:

صبغۃ اللہ بن عنایت اللہ مدراسی

صفی الدین محمد بن عبدالرحیم الہندی ارموی

ض:

ضیاء الدین بن عبدالعزیز

ضیاء الدین عمر بن عوض الشافعی الحکمی السنامی

ع:

عالم بن العلاء اندرپتی دہلوی

عبدالاول زید پوری، جونپوری

عبدالباسط بن رستم علی قنوجی

عبدالحق محدث دہلوی

عبدالحق نیوتنوی بناری

عبدالحکیم سیالکوٹی

عبدالحلیم بن امین اللہ فرنگی محلی

عبدالحمید بن عبداللہ ٹھٹھوی

عبدالحمید فرنگی محلی

عبدالحیٔ (کاتب)

عبدالرحیم حافظ (کاتب)

عبدالسلام دیوی

عبدالسلام لاہوری

عبدالعزیز دہلوی

عبدالعلی بحرالعلوم بن نظام الدین

عبدالعلی بن علی اصغر قنوجی

عبدالقادر بن عبدالاحد

عبدالقادر خیرالدین جونپوری

عبدالکریم قاضی سید رائے بریلوی

عبداللبیب عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی

عبداللطیف بن عبدالعزیز لاہوری

عبداللہ بن صبغت اللہ بن غوث مدراسی

عبداللہ بن عبدالباقی نقشبندی دہلوی

عبداللہ بن عبدالرحیم پھلتی

عبداللہ صدیقی الہ آبادی

عبدالنبی بن عبدالرسول عثمانی احمد نگری

عبدالوحید رامپوری

عتیق اللہ بن اسمٰعیل بن شیخ قاسم

عصمت اللہ بن محمد اعظم سہارنپوری

علاء الدین علی بن احمد مہائمی گجراتی

علم اللہ بن عبدالرزاق امیٹھوی

علی بن احمد بن محمد بن محمد دہلوی

علی جالندھری بن عتیق اللہ
عماد الدین محمد عثمانی البلخی
عمر بن اسحٰق سندھی
عمر بن محمد سنامی
عنایت احمد کاکوروی
عنایت اللہ قادر لاہوری حنفی
عنایت رسول بن علی اکبر

غ:

غلام علی آزاد بلگرامی

ف:

فاخر زائر الہ آبادی بن یحییٰ عباس
فتح محمد محدث بن عیسیٰ برہانپوری
فخر الدین زرادی
فخر الدین ہنسوی
فقیر اللہ بن فتح اللہ لکھنوی
فیض الحسن سرتی گجراتی بن نور الحسن

ق:

قاضی ابراہیم (کاتب)
قطب الدین دہلوی بن محب الدین

قطب الدین سہالوی

گ:

گوہر علی صدیقی (کاتب)

م:

محبّ اللہ الہ آبادی

محبّ اللہ بہاری

محبوب علی دہلوی بن مصاحب علی

محمد اسحاق دہلوی

محمد اسمٰعیل شہید

محمد اعلیٰ بن قاضی محمد حمید تھانوی

محمد افضل عباس الہ آبادی

محمد باقر مدراسی

محمد بشیر الدین بن محمد کریم قنوجی

محمد بن احمد بن محمد السندی

محمد بن دلدار علی

محمد بن عبدالرحمٰن

محمد بن عبدالرحیم ارموی

محمد حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی

محمد حیات سندھی بن ابراہیم المدراسی

محمد خازن

محمد سلیم دہلوی بن صلاح

محمد شریف کنبوہ

محمد شمس الدین بن امیر الدین

محمد شوکت علی سندیلوی

محمد طاہر پٹنی

محمد عابد سندھی لاہوری

محمد عارف بن ابی محمد منگل کوٹی (کاتب)

محمد عالم بن محمد شاکر

محمد عالم سندیلوی

محمد علی بن سید علی

محمد عیسی جوناگڑھی

محمد غوث بن نصیر الدین مدراسی

محمد قلی حسینی کنتوری بن محمد

محمد مبین بن محب اللہ لکھنوی فرنگی محلی

محمد معین سندھی بن محمد امین صوفی

محمد معین لکھنوی

محمد نصیر بن محمد یحییٰ الہ آبادی

محمد وارث بناری

محمد ہادی

محمد ہاشم بن عبدالغفور السندی
مرتضی زبیدی بلگرامی
معین الدین بن خواجہ نقشبندی کشمیری
معین الدین عمرانی دہلوی
موسی بن عبدالرشید (کاتب)
مولی محسن (کاتب)

ن:

نجم الدین ابو قاسم جعفر بن سعید
نجیب الدین بن علیم الدین
نظام الدین محمد سہالوی فرنگی محلی
نظام برہانپوری
نعیم اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی
نور محمد لاہوری
نور الحق اکبرآبادی
نور الحق کیرانوی
نور الدین اسمٰعیل رامپوری
نور الدین بن محمد احمد آبادی
نور اللہ شوستری

و:

وجیہ الحق بہاری

وجیہ الدین گجراتی
ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی
ولی اللہ محدث دہلوی بن عبدالرحیم

ی:

یعقوب بن الحسن کشمیری
یوسف بن جمال حسینی ملتانی

ج: اشاریہ: اسماء صفاتی

(ان شہروں کا نام جو عہد سلطنت و مغلیہ میں موجود تھے اور جن کی نسبتیں
مصنفین/شارحین کے یہاں ملتی ہیں)

الف:

احمد نگر	احمد آباد
ارمو	اکبر آباد
الہ آباد	امیٹھی

ب:

برہانپور	بریلی
بغداد	بلگرام
بلہور	بنارس
بہار	

پ: پھ

پانی پت	پھلت
پھلواری	

ت، ٹ، تھ، ٹھ:

تھانیسر	تھانہ
ٹھٹھہ	

ج:

جالندھر	جوناگڑھ
جونپور	

ح:

حیدرآباد

خ:

خیرآباد

د:

دہلی	دیوہ

ر:

رامپور

ز:

زیدپور

س:

سلطان پور	سنام
سندھ	سنڈیلہ
سہارنپور	سیالکوٹ

سہالہ

ش:

شاہجہاں آباد

غ:

غیاث پور	غزنہ

ف:

فرنگی محل

ق:

قندھ	قنوج

ک:

کاشمیر	کلکتہ
کچھوچھہ	کسمند
کلنور	کیرانہ

گ:

گجرات

ل:

لاہور	لکھنؤ

لکھنؤ

م:

مدراس　　　ملتان

منگل کوٹ

ن:

ناکور

ہ:

ہرگام　　　ھند

ہنسوہ

☆☆☆